حسد و اختلاف

افادات

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی زید مجدہم

مفتیٔ اعظم ہند

ادرہ فیضان حضرت گنگوہی رح

مُرتّب

محمد فاروق غفرلہٗ

ٹیلی گرام چینل: پاسبان حق 1

ناشر

مکتبہ محمودیہ نزد جامعہ محمودیہ علی پور ڈاکخانہ چھپھونڈہ

نوگزہ پیر ہاپوڑ روڈ میرٹھ، یوپی

حدودِ اختلاف

افادات

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی

مفتئ اعظم ہند

مُرتّب

محمد فاروق غفرلہ

ناشر

مکتبہ محمودیہ نزد جامعہ محمودیہ علی پور ڈاکخانہ ہپونڈہ

نوگزہ پیر ہاپوڑ روڈ میرٹھ یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب

حدودِ اختلاف

افادات: فقیہ الامت جامع الشریعت
حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب
گنگوہی زید مجدہم مفتی اعظم ہند

مرتب: محمد فاروق غفرلہ

کتابت: محمد سفیان اعظمی

صفحات: ۲۲۴

سن اشاعت: سنہ ۱۴۱۱ ہجری

تعداد: ایک ہزار

قیمت:

ناشر

مکتبہ محمودیہ نزد جامعہ محمودیہ
نوگزہ پیر، ہاپوڑ روڈ، میرٹھ، یوپی

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تقریظ	۱۴	گفتگو میں بے احتیاطی کا وبال	۳۰
عرض مرتب	۱۵	حدیث نمبر ۵	"
آیت نمبر ۱	۲۲	بلا تحقیق گفتگو کرنا	۳۱
" نمبر ۲	۲۳	حدیث نمبر ۶	"
" نمبر ۳	"	بہتان تراشی اور لعن طعن کرنا	۳۲
" نمبر ۴	۲۴	حدیث نمبر ۷	"
" نمبر ۵	"	کسی کو کافر کہنا	۳۳
" نمبر ۶	۲۵	حدیث نمبر ۸	"
" نمبر ۷	۲۶	" نمبر ۹	۳۴
" نمبر ۸	"	طعنہ زنی اور فحش گوئی	"
چہل حدیث	۲۷	حدیث نمبر ۱۰	"
زبان کی حفاظت	"	عیب گوئی	۳۵
حدیث نمبر ۱	"	حدیث نمبر ۱۱	"
" نمبر ۲	"	حدیث نمبر ۱۲	۳۶
" نمبر ۳	۲۹	آبروریزی	۳۸
" نمبر ۴	"	حدیث نمبر ۱۳	"

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
عصبیت	۳۹	حدیث نمبر ۲۳	۴۸
حدیث نمبر ۱۴	"	حسد و بغض	"
" نمبر ۱۵	"	حدیث نمبر ۲۴	۴۹
" نمبر ۱۶	۴۰	بدترین لوگ	"
حدود میں سفارش	"	حدیث نمبر ۲۵	"
فضیلت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا	۴۱	ضبطِ غصہ	۵۰
عدل جہانگیری منظوم	۴۲	حدیث نمبر ۲۶	"
ترکِ تعلق	۴۳	حدیث نمبر ۲۷	۵۱
حدیث نمبر ۱۷	۴۴	حدیث نمبر ۲۸	"
" نمبر ۱۸	"	حدیث نمبر ۲۹	۵۲
" نمبر ۱۹	۴۵	غیبت کا سننا	"
مومن کو فریب دینا	"	حدیث نمبر ۳۰	"
حدیث نمبر ۲۰	"	سنی سنائی بات بیان کرنا	۵۳
بدگمانی	۴۶	حدیث نمبر ۳۱	۵۴
حدیث نمبر ۲۱	"	دل میں کدورت نہ ہونا	"
مخالف کی تکلیف پر اظہارِ خوشی	۴۷	حدیث نمبر ۳۲	"
حدیث نمبر ۲۲	"	" نمبر ۳۳	۵۵
کسی کو مصیبت زدہ دیکھے تو یہ دعا پڑھے	۴۸	ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنا	۵۶
باہمی تعلقات کی استواری		حدیث نمبر ۳۴	"
اور فساد ذات البین	"	حدیث نمبر ۳۵	"

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
جھگڑے کا ترک کرنا	٥٧	شاہجہاں کی بلند حوصلگی	٦٧
حدیث ۳٦	"	اختلافِ رائے	٦٨
مذمتِ کبر	٥٨	صحابہ کرام رض و تابعین میں اختلافِ رائے	٦٩
حدیث ۳٧	"		
" ۳٨	"	ایک شبہ اور جواب	٧١
تواضع اور کبر	٥٩	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ	٧٣
حدیث ۳٩	"	حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما	٧۴
انجامِ ظلم	٦٠	قیصرِ روم کے خط کا جواب	"
حدیث ۴٠	"	حضرت علی رض سے استفسار	٧٥
" ۴١	٦١	حضرت علی رض کے اوصاف	٧٦
" ۴٢	"	حضرت علی رض کی شہادت پر حضرت معاویہ رض کا رونا	٧٧
" ۴٣	"		
معافی	٦۴	حضرت علی رض کا اپنے مخالفین کے ساتھ برتاؤ	٧٨
حدیث ۴۴	"		
" ۴٥	"	حضرت علی رض اور حضرت عائشہ رض	٧٩
اُسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	"	حضرت علی بن یاسر اور حضرت عائشہ رض	٨١
امام مالک امام احمد بن حنبل ابراہیم بن ادہم	٦٥	حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمر رض	٨٢
		حضرت عائشہ رض اور حضرت ام حبیبہ رض	٨٣
درعفو لذتیست	"	حضرت ابوبکر رض اور حضرت فاطمہ رض	"
عالمگیر رح کا دشمن کے ساتھ سلوک	"	حضرت حسین بن علی اور حضرت عبداللہ بن عمر رض	٨۴

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
حضرت عمرؓ اور حضرت حسین بن علیؓ	۸۶	امام احمد بن حنبلؒ کے یہاں	
حضرت علیؓ اور حضرت عمران بن طلحہؓ	۸۷	مخالف مسلک کا احترام کرنا	۱۰۰
حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ	۸۸	امام مالکؒ کا موطا پر لازمی عمل	
حضرت علیؓ اور حضرت ابو بکرؓ	۸۹	کی مخالفت کرنا	″
حضرت عمرؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ	۹۰	مکتوب لیث بن سعدؒ بنام امام مالکؒ	۱۰۱
حضرت ابن عباسؓ اور زید بن ثابتؓ	۹۱	امام اعظمؒ اور امام مالکؒ	۱۰۳
حضرت عمرؓ کا اپنے قاتل کے ساتھ سلوک	۹۲	امام مالکؒ اور امام ابن عیینہؒ	۱۰۴
حضرت علیؓ کا اپنے قاتل کے ساتھ سلوک	″	امام مالکؒ اور امام شافعیؒ	۱۰۵
حضرت حسنؓ کا اپنے قاتل کیساتھ سلوک	۹۳	امام اعظمؒ کے بارے میں محدثین کی رائیں	۱۰۶
حضرت عائشہؓ اور حضرت حسنؓ	″	شعبہ بن حجاجؒ کا ارشاد	″
سعید بن العاصؓ سے نماز جنازہ پڑھوانا	۹۴	یحییٰ بن سعید قطانؒ کا ارشاد	۱۰۹
فروعی مسائل کے اختلاف میں		عبد اللہ بن مبارک کا ارشاد	۱۰۸
علامہ انور شاہ صاحبؒ کی رائے	۹۵	امام مالکؒ کا ارشاد	۱۱۱
ائمہ مجتہدینؒ کا طرز عمل	۹۸	امام شافعیؒ کا ارشاد	″
امام شافعیؒ کا ارشاد	″	فضل بن موسیٰ سینائی کا ارشاد	
امام اعظمؒ کا ارشاد	″	امام شافعیؒ کے بارے میں بعض	
امام شافعیؒ کا حسن ادب	″	علماء کی رائیں	۱۱۳
اشکال اور جواب	۹۹	ابن عیینہؒ کا ارشاد	″
امام شافعیؒ کا امام اعظمؒ		یحییٰ بن سعید قطانؒ کا ارشاد	″
کے وسیلہ سے برکت حاصل کرنا	″	عبد اللہ بن حکمؒ کا ارشاد	″

مضمون	صفحہ
امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ	۱۱۳
سید احمد شہیدؒ	۱۱۶
تکبیر اولیٰ فوت ہونے پر تنبیہ	″
لفظِ مردود کہنے پر تنبیہ	۱۱۷
شرک فی النبوۃ	″
مولانا اسماعیل شہیدؒ	۱۱۸
میلہ میں جانے پر تنبیہ	″
شاہ محمد اسحاق صاحبؒ محدث دہلویؒ	″
مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ	۱۱۹
مولود شریف میں شرکت سے انکار	۱۲۰
مولانا نصیر الدین صاحب کا اپنے شیخ سے اختلاف	۱۲۱
حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد	″
مولانا خلیل احمد صاحبؒ	۱۲۲
مولانا احمد حسن سنبھلی سے مکالمہ	″
حضرت تھانویؒ سے مکاتبت	″
حضرت شیخ الہند قدس سرہ	۱۲۳
حضرت حکیم الامتؒ کا طرزِ عمل	۱۲۴
مولوی محمد رشیدؒ کی حق گوئی اور حسنِ ادب	۱۲۶

مضمون	صفحہ
مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا حسنِ ادب	۱۲۶
حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت شیخؒ کا اختلافِ رائے	۱۲۸
حضرت مدنیؒ اور مولانا ظفر احمد صاحبؒ کا واقعہ	″
حضرت حکیم الامتؒ اور حضرت شیخ الاسلامؒ میں اختلافِ رائے	۱۳۱
مولانا عبد الماجد صاحبؒ دریابادی کی بیعت کا واقعہ	″
مکتوب حضرت مدنیؒ بنام مولانا عبد الماجد صاحبؒ	۱۳۲
بیشک وہ مجدد تھے	″
مکتوب حضرت مدنیؒ	″
مولوی احمد حسن سنبھلیؒ کے بارے میں حضرت مدنیؒ کا ارشاد	۱۳۳
مکتوب حضرت مدنی بنام مولانا خدا بخش ملتانیؒ	۱۳۴
مکتوب حضرت مدنی بنام زاہد حسینؒ	۱۳۵
مکتوب حضرت مدنیؒ بنام سید علی آفندیؒ	″

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مکتوب حضرت مدنیؒ بنام مولانا عبدالحق مدنیؒ	۱۳۵	خانقاہ تھانہ بھون میں حضرت مدنی رہ	۱۴۹
" " ، مولانا دریابادیؒ	۱۳۶	کی امامت	
ایضاً	"	حضرت مدنیؒ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ	"
مکتوب حضرت مدنی بنام مولانا سید محمد میاں صاحبؒ	"	حضرت مدنی رہ اور مولانا عبداللہ فاروقیؒ	۱۵۰
حضرت تھانویؒ کا بُرائی سے		مکتوب حضرت مدنی رہ	۱۵۱
ذکر کرنے پر ڈانٹنا	۱۳۸	ایضاً	"
حضرت مدنی رہ کی تھانہ بھون تشریف آوری	۱۳۹	ایضاً	"
حضرت مدنی رہ کی گرفتاری سے صدمہ	۱۴۱	سیتارام شکل کا بیان	۱۵۲
منشی نور الحسن صاحب اور مُلّا سلیمان کا واقعہ	"	حضرت شیخ الہند رہ اور حضرت تھانویؒ	"
حضرت مدنی رہ کا دار العلوم میں تقرر	۱۴۴	حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ	۱۵۳
حضرت تھانوی رہ کا ارشاد	۱۴۵	حضرت تھانوی رہ حضرت رائپوریؒ	"
ایضاً	"	حضرت دہلوی رہ کا طرزِ عمل	
حضرت مدنی رہ کے دو خصوصی کمال	۱۴۶	حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ	۱۵۶
مقامِ شہنشاہیت	"	الاعتدال	
مکتوب حضرت تھانوی بنام مولانا عبدالماجد	"	حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنی رہ کا اختلاف	۱۵۷
ایضاً	۱۴۷	ہمارا طرز	۱۶۰
ایضاً	"	اہلِ حق میں اختلاف اور اس کی وجہ	۱۶۱
مولانا عبدالماجد دریابادی کا تبصرہ	"	اہلِ حق کے اتفاق کی صورت	۱۶۲
حضرت مدنی رہ کی شان میں نظم	۱۴۸	حضرت تھانویؒ و حضرت مدنی رہ	۱۶۴
مکتوب حضرت تھانویؒ بنام مولانا دریابادی	"	میں سے حق پر کون ہے؟	

مضمون	صفحہ
محاکمہ	۱۶۴
حضرت تھانوی رہ	۱۶۵
حضرت مدنی رہ	۱۶۶
ایک نصیحت	״
حضرت عمر بن عبدالعزیز رہ کا فیصلہ	۱۶۷
مظاہر علوم کے ایک مدرس اور حضرت شیخ رہ	۱۶۸
حافظ عبدالعزیز رہ کا حضرت شیخ رہ کو ڈانٹنا	״
حضرت مدنی رہ، حضرت رائپوری رہ، حضرت شیخ الحدیث رہ	۱۷۳
حضرت مدنی رہ اور مولانا محمد الیاس صاحب رہ	۱۷۷
حضرت مدنی رہ اور قاری محمد طیب صاحب رہ	۱۷۸
ارشاد حضرت تھانوی رہ	۱۷۹
ایضاً	״
ایضاً	״
جوشِ عمل اور ہمتِ مردانہ	۱۸۰
اٹھارہ برس حرمِ نبوی میں	״
تحریک جنگ آزادی میں قربانیاں	۱۸۱
حضرت مدنی رہ کے اوصاف	۱۸۲

مضمون	صفحہ
مکتوب حضرت مدنی رہ بنام مولانا قاری محمد طیب صاحب رہ	۱۸۳
ایضاً	۱۸۵
ایضاً	״
حضرت فقیہ الامت زید مجدہم	۱۸۶
تحمل کا ایک واقعہ	״
ہارون رشید کا واقعہ	۱۸۷
بیرونِ ممالک کا سفر اور پھر مظاہر علوم میں قیام	״
مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ سے ملاقات	۱۸۹
مظاہر علوم کے قضیہ میں طرزِ عمل	״
مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ کی عیادت	۱۹۱
مولانا انظر شاہ کشمیری کا احترام	״
حضرت اور مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم	۱۹۲
حضرت مفتی صاحب اور مولانا محمد مسیح اللہ صاحب زید مجدہم	۱۹۳
ماتحت مدرس کیساتھ حسنِ سلوک	۱۹۷
ایک ہمعصر مخالف مدرس کے ساتھ حسنِ سلوک	۱۹۸
اپنے فتویٰ سے رجوع	۱۹۹

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
بلاطلب معافی معاف فرما دینا	۱۹۹	شیخ علی خواص کا ارشاد	۲۱۵
سخت کلمہ اور دُعا	"	اولیاء اللہ کی محبت	"
مخالفین کے ساتھ خیر خواہی	۲۰۰	علمائے حق کی اہانت	۲۱۶
اعلیٰ مقام	"	حفاظ اور علماء کا مقام	۲۱۷
قضیہ دارالعلوم دیوبند	۲۰۴	ایضاً	"
اختلافِ مظاہر علوم سہارنپور	۲۰۵	امام اعظم رح کا ارشاد	"
علماء میں اختلاف ہو تو عوام کیا کریں؟	۲۰۸	علماء کی غیبت	۲۱۸
		علماء سے بغض	"
بزرگوں کی شان میں گستاخی کا وبال	۲۱۲	ادنیٰ مومن کی دل آزاری	۲۱۹
شیخ احمد رح کا ارشاد	۲۱۴	حضرت مدنی رح کی شان میں گستاخی کا وبال	"
ایک نصیحت	"		
امام ابو تراب نخشی کا ارشاد	"	ایک عورت کو جانکنی کی تکلیف	۲۲۰

ہر قسم کی درسی وغیر درسی کتابیں رعایتی قیمت پر ہم سے طلب فرمائیں۔ ایک بار خدمت کا ضرور موقع عنایت فرمائیں۔

مکتبہ محمودیہ نزد جامعہ محمودیہ علی پور ڈاکخانہ کھپونڈہ

نوگزہ پیر ہاپوڑ روڈ، میرٹھ (یوپی)

فہرست آیات

نمبر شمار	آیات	صفحہ
۱	وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ الْاٰیۃ	۲۲
۲	وَلَا تَنَازَعُوا	۲۳
۳	وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ	"
۴	اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	۲۴
۵	اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ	"
۶	يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ	۲۵
۷	يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ	۲۶
۸	يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى الْاٰيَة	۲۶
۹	وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ الْاٰيَة	۳۸
۱۰	اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ	۸۹
۱۱	وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	۲۱۱
۱۲	وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ	۸۷
۱۳	وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ	۱۸۴

فہرست احادیث

نمبر شمار	احادیث	صفحہ
۱	مَنْ صَمَتَ نَجَا	۲۷
۲	اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ	"
۳	مَا اَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ	۲۹
۴	اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ	"
۵	اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ	۳۰
۶	اِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَتَمَثَّلُ فِيْ صُوْرَةِ الرِّجَالِ	۳۱

احادیث	صفحہ	احادیث	صفحہ
۷ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ	۳۲	۲۵ اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ	۴۶
۸ اَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِاَخِيْهِ كَافِرٌ	۳۳	۲۶ لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ	۴۷
۹ لَا يَرْمِيْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ	۳۴	۲۷ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ	۴۸
۱۰ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ	〃	۲۸ اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ	〃
۱۱ لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ	۳۵	۲۹ دَبَّ اِلَيْكُمْ دَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمْ	۴۹
۱۲ اِعْتَلَّ بَعِيْرٌ لِصَفِيَّةَ رض	۳۶	۳۰ خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ	〃
۱۳ اَلْاِسْتِطَالَةُ فِيْ عِرْضِ الْمُسْلِمِ	۳۸	۳۱ لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ	۵۰
۱۴ مَنْ نَصَرَ قَوْمَهٗ عَلٰى غَيْرِ الْحَقِّ	۳۹	۳۲ مَا تَجَرَّعَ عَبْدٌ اَفْضَلَ مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ	۵۱
۱۵ لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰى عَصَبِيَّةٍ	〃	۳۳ مَنْ خَزَنَ لِسَانَهٗ	〃
۱۶ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ	۴۰	۳۴ لَا تَغْضَبْ	۵۲
۱۷ اَتَشْفَعُ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ	〃	۳۵ مَنْ اُغْتِيْبَ عِنْدَهٗ	〃
۱۸ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّيْ	۴۱	۳۶ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا	۵۴
يُرِيْبُنِيْ مَا اَرَابَهَا	〃	۳۷ يَا بُنَيَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ	〃
۱۹ اَيُّ النَّاسِ كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ	〃	۳۸ لَا يُبَلِّغُنِيْ اَحَدٌ عَنْ اَصْحَابِيْ	۵۵
۲۰ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)	〃	۳۹ اِيَّاكَ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ	۵۶
سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا (اَعَاذَهَا اللّٰهُ مِنْهُ)	〃	۴۰ اِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا هِيَ اَدَقُّ	〃
۲۱ يُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ	۴۴	۴۱ مَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ	۵۷
۲۲ مَنْ هَجَرَ اَخَاهُ سَنَةً	〃	۴۲ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ	۵۸
۲۳ لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ	۴۵	مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ	
۲۴ مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا	〃	۴۳ يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُوْنَ اَمْثَالَ الذَّرِّ	〃

احادیث	صفحہ	احادیث	صفحہ
۴۴ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ	۵۹	۶۱ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ	۱۶۲
۴۵ مَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ	۶۰	۶۲ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِطَعَّانٍ	۱۶۳
۴۶ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ	"	۶۳ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ	"
مِنْ عِرْضِهٖ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ	"	۶۴ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِينَ	"
۴۷ أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ	۶۱	وَلَا تُعَيِّرُوهُمْ	"
۴۸ مَنْ مَشَى مَعَ ظَالِمٍ	۶۲		
۴۹ إِيَّاكَ وَدَعْوَةَ الْمَظْلُومِ	۶۳	۶۵ إِعْجَابُ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهٖ	۱۶۵
۵۰ يَا رَبِّ مَنْ أَعَزُّ عِبَادِكَ	۶۳	۶۶ صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاعْفُ	۱۷۰
۵۱ مَنِ اعْتَذَرَ إِلَى أَخِيهِ فَلَمْ يَعْذِرْهُ	"	عَمَّنْ ظَلَمَكَ	
۵۲ مَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	"	۶۷ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا	۲۱۲
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فِي شَيْءٍ قَطُّ		فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ	
۵۳ الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ	۶۶	۶۸ اُغْدُ عَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا	
۵۴ إِذَا أَحْسَنُوا فَأَحْسِنْ مَعَهُمْ	۷۴	أَوْ مُسْتَمِعًا	۲۱۶
۵۵ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ	۱۱۸	۶۹ حَمَلَةُ الْقُرْآنِ عُرَفَاءُ	
۵۶ فَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى		أَهْلِ الْجَنَّةِ	۲۱۷
الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ	۱۲۳	۷۰ حَمَلَةُ الْقُرْآنِ أَوْلِيَاءُ اللّٰهِ	"
۵۷ وَيَأْتِينِي أَحْيَانًا كَصَلْصَلَةِ الْجَرَسِ	۱۲۴	تمّت	
۵۸ إِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ اللّٰهُ	۱۵۹	و بالفضل	
۵۹ أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ	۱۶۱	عمّت	
۶۰ أَلَا لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا هَيْبَةُ النَّاسِ	"		

تقریظ

حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب برنی مہاجر مدنی دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امّابعد! مولانا مفتی محمد فاروق صاحب سلّمہٗ اللہ تعالیٰ بالافادات والافاضات" سے مدینہ منورہ میں کئی دن تک مصاحبت اور مجالست رہی۔ موصوف نے "اختلاف اُمّت" کے عنوان پر ایک رسالہ مرتب فرمایا ہے جس کی اس زمانہ میں بہت زیادہ ضرورت تھی۔ آیاتِ کریمہ اور احادیثِ شریفہ کو سامنے رکھ کر بہت سے اہم مضامین کو رسالہ میں سمو دیا ہے۔ زبان سلیس اور سادہ ہے۔ ہر خاص وعام کے لئے مفید ہے۔ آج کل مخلصانہ اختلاف کے بجائے بیجا خلاف وشقاق نے جگہ پکڑ لی ہے۔ عموماً ہر فریق اعتدال سے بڑھ جاتا ہے۔ اور غیبت اور بہتان، اظہارِ عیوب، طعن وتشنیع، حقد وحسد تباغض وتقاطع وتہاجر کی فضائیں بن جاتی ہیں، جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ تاکیدی طور پر منع فرمایا ہے۔ مفتی صاحب موصوف نے ان نصوص کو جمع فرمادیا ہے اور حوالوں کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ کرے زورِ قلب اور زورِ قلم اور زیادہ میں تقریظ لکھنے کا اہل نہیں ہوں۔ مفتی صاحب نے حکم فرمایا۔ اس لئے یہ چند سطریں لکھ دیں۔ وَبِاللہِ التَّوفِیق۔

محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہٗ

المدینۃ المنورۃ

۲۵/ ۹/ ۱۴۱۰ھ

عرضِ مُرتّب

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

امّا بعد! اُمّت کا باہمی اتفاق واتحاد عند اللہ محبوب ومطلوب اور نزاع وجدال مذموم ومبغوض ہے۔ لیکن غیر منصوص مسائل میں اختلافِ رائے اگر حق پر مبنی اور حدود کے اندر ہو تو وہ مبغوض نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ ایسا اختلافِ رائے عہدِ رسالت میں بھی پیش آیا۔ خلافتِ راشدہ اور قرونِ مشہود لہا بالخیر بھی اس سے خالی نہیں۔ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف تو مشہور ومعروف ہے۔ اور اکابرِ اُمّت علمائے حق کے اختلافِ رائے سے کوئی دَور اور زمانہ خالی نہیں رہا۔ اور اختلافِ رائے کے باوجود ایک دوسرے کی تعظیم وتکریم، اوصاف وکمالات کا اعتراف، الفت ومحبت، تعاون وخیر خواہی بھی برابر برقرار رہی۔

مگر بعض بڑے مدارس کے ذمہ داران کا باہمی اختلاف جس کو اس دَور کا فتنۂ کبریٰ اور عظیم سانحہ کہنا چاہیئے جس نے نزاع وجدال کی صورت اختیار کرلی اور جس میں روایاتِ سلف کو پامال کر دیا گیا۔ شرعی حدود سے تجاوز کرکے اسلاف کے طرزِ عمل کے برخلاف وبرعکس طریقہ اختیار کیا گیا۔ ایک دوسرے کے خلاف اشتہارات نکالے گئے۔ ایک دوسرے کے فرضی عیوب چھپانے کے بجائے چھاپے گئے۔ افتراء، بہتان، کذب بیانی سے بھی گریز نہیں کیا گیا بلکہ علماء کی ایک جماعت نے دوسری جماعت پر وہ کیچڑ اُچھالا کہ جاہل

بھی سٹرما گئے۔ بعض نام نہاد مفتیوں نے مسندِ افتاء کی عظمت کو ملحوظ و برقرار رکھنے کے بجائے اس کو آلہ کے طور پر استعمال کیا۔ آخرت کی جوابدہی کا احساس بھی شاید اس وقت رخصت ہو گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی هَلاَّ شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِہٖ؎۱ سے بھی ذہول ہو گیا۔ بعض آسمان پر تھو کنے

؎۱ ابو داؤد شریف کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جس میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ (مسلمانوں کی جماعت) کو حرقات کی طرف (دشمنوں کی سرکوبی) کے لئے بھیجا۔ ان کو علم ہو گیا سب فرار ہو گئے ایک شخص مل گیا۔ جب اس کو پکڑ لیا اس کے بعد قتل کا ارادہ کیا تو اس نے کلمہ لا الٰہ الاّ اللہ پڑھا۔ مگر اس کے باوجود اس کو قتل کر دیا۔ پھر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا مَنْ لَکَ بِلاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ قیامت میں جب وہ لا الٰہ الا اللہ لے کر آئے گا تمہیں کون نجات دے گا۔ عرض کیا اس نے ہتھیار کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا۔ اس پر ارشاد فرمایا هَلاَّ شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِہٖ اس کے دل کو چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ تمہیں علم ہو جاتا کہ اس وجہ سے اس نے کلمہ پڑھا ہے یا اس وجہ سے نہیں۔ اور پھر برابر یہی کلمہ بار بار ارشاد فرماتے رہے مَنْ لَکَ بِلاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، قیامت میں جب وہ لَاۤ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ لے کر آئے گا تمہیں کون بچالے گا۔ یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ کاش آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا کہ اسلام لانے سے گذشتہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، یہ گناہ بھی معاف ہو جاتا۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا علم کہ اس نے ہتھیار کے ڈر سے کہا اور اس نے اسلام قبول نہیں کیا حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں دل کو چیر کر دیکھ لو تب بھی اس کا علم نہیں ہو سکتا۔ سو اپنی طرف سے محض گمان سے یہ حکم لگانے کی اجازت نہیں

(بقیہ آئندہ صفحہ پر)

والوں کو اپنے چہروں کے آلودہ ہونے کا بھی اندیشہ نہ ہوا، سورج پر غبار پھینکنے والوں کو اپنی آنکھوں پر بھی رحم نہ آیا۔ دوسروں کے قلعہ ایمانی پر تیشہ زنی کرنے والوں کو اپنے دین وایمان کے پارہ پارہ ہونے کا بھی خیال نہ ہوا نہ اپنے مخالف حضرات کی زندگیاں، اتباعِ سُنّت، عشقِ الٰہی، دینی خدمات ومجاہدات سے بھرپور وسرشار ان کے سامنے رہیں، جن کا جُرم صرف یہ تھا کہ انھوں نے اپنے پاس قوی دلائل ہونے کی وجہ سے ان کی ہاں میں ہاں نہیں ملائی، ان کی آواز پر قرآن وسُنّت سے آنکھیں بند کر کے آمَنَّا وَصَدَّقْنَا نہیں کہا۔

کہیں عوام سے انصاف وفیصلہ کی اپیلیں کی گئیں، اور دنیوی عدالتوں میں دنیا میں عدل وانصاف پھیلانے والوں اور دُنیا کے فیصلے کرنیوالوں نے انصاف وفیصلہ کی بھیک مانگی اور اس کے لیے وہ سب کچھ کیا جس کو ایک عام دُنیا دار انسان بھی کرتا ہوا شرماتا ہے، جس سے عالمانہ وقار بھی مجروح ہوا، بزرگانہ عظمت پر بھی دھبہ آیا ؎

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

کہ اس نے ہتھیار کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے بلکہ ظاہر قول کا ہی اعتبار کیا جائیگا۔ دلوں کا معاملہ عالم الغیب والشہادۃ کے حوالہ ہے۔ مقامِ غور ہے کہ دشمنوں کافروں کی جماعت کا ایک شخص اسکے ساتھی فرار ہوگئے وہ پکڑا گیا ایسی حالت میں وہ کلمہ پڑھتا ہے اس سے پہلے اسکا کوئی عمل اسلام کے مطابق سامنے نہیں آیا۔ اس کے باوجود اس کے کلمہ پڑھنے سے اسکے ساتھ اسلام کا معاملہ کیا گیا اور اس کے کلمہ پڑھنے کا لحاظ کیا گیا۔ مگر افسوس آج جنکی زندگی سرتاسر دین کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی ہے اور دین کے لئے وقف ہے اتباعِ سُنّت عشقِ الٰہی سے منور ہے ان کے فسق بلکہ کفر کا فتویٰ دینے میں بھی باک نہیں ہوتا۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

وہ علماءِ دینِ حق جن کا مذہب، مسلک، مشرب سب ایک تھا جو باطل کے لئے ایک آہنی دیوار تھے، خود دو حصوں، فرقوں، گروہوں میں تقسیم ہو گئے ان سے متعلقین، ائمہ مساجد، اصحابِ مدارس اس کی زد میں آئے اور جس معاملہ کی کسی باطل و گمراہ فرقہ کے ساتھ بھی شرعاً اجازت نہیں ایک دوسرے کے ساتھ اپنایا گیا۔ اور اپنی تمام تر قوتیں، توانائیاں، متفق علیہ و مجمع علیہ مسائل کی اشاعت اور باطل و گمراہ فرقوں، طاقتوں کے برخلاف استعمال کرنے کے بجائے ایک دوسرے کی تذلیل، توہین، تجہیل، تحمیق، تفسیق پر صرف کی جانے لگی اور اس کو اہم دینی خدمت تصور کر کے اپنا پورا زور اس پر صرف کر دیا عوام بلکہ زر خرید اوباشوں کو بھی اس کے لئے استعمال کیا فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ ؎

خبر کیا تھی کہ ایسا دور بھی اک آنے والا ہے
کہ رفتہ رفتہ چھن جائیں گی ساری خوبیاں ہم سے
یہاں تک گردشِ دورِ فلک سے پست ہونا ہے!
کہ گردِ راہ بھی کرتی پھرے گی شوخیاں ہم سے!

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

مگر اس نازک، قیامت خیز، پُر فتن دور میں بعض شخصیتیں کوہِ وقار اور مکمل تصویرِ صبر و رضا بنی ہوئیں اسلاف کی روایات و اقدار کی محافظ اور نگہبان بنی رہیں۔ یہ اختلاف و انتشار ان کے لئے سوہانِ روح بن گیا نہ کچھ کہتے ہی بن پڑتی نہ کوئی تدبیر ہی کارگر نظر آتی۔ دلوں پر غموں کے پہاڑ اور لبوں پر خاموشی البتہ کبھی پورے ضبط و تحمل کے باوجود آنکھ کے آنسو

دل کے اضطراب اور بے چینی و بے کلی کو ظاہر کر دیتے ہے

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

اکثر ایسا ہوا کہ کھانا آیا بھوک غائب رات کو بستر پر لیٹے نیند ندارد، چند کروٹیں بدلیں اور اٹھ بیٹھے ہے

کسی ستم ظریف کی اختر شماریوں کے مزے
نہ درد کر جس نے گذاری ہو ساری رات کیا جانے

سیّدی و مرشدی بقیۃ السلف، فقیہ الامّت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب مفتیٔ اعظم ہند ادام اللہ ظلال برکاتہم حُسنِ کردار، بلندیٔ اخلاق اور اسلاف کی روایات و اقدار کا وہ اعلیٰ نمونہ ہیں جو اس مزلتِ اقدامِ اعلام، صبر آزما نازک دَور میں گویا انھیں کا حصّہ ہے جن کا باطن سوزاں و بریاں اور ظاہر شاداں و خنداں ہے

بلبل نیم کہ نعرہ زنم و دردسر کنم	قمری نیم کہ طوق بگردن در آورم
پروانہ نیستم کہ بسوزم بگرد شمع	شمع کہ جاں گدازم و دم بر نیاورم

نہ حُبِّ جاہ نہ خواہشِ نفسانی، طبیعت کا ہر ارادہ و تقاضہ فانی، صرف رضاء حق باقی ہر حرکت و سکون للّٰہ فی اللہ۔

سفر، حضر میں عموماً بالخصوص جبکہ حاضرین میں علماء ہوتے اپنے اکابر اور ائمۂ محدّثین و مجتہدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اختلاف رائے کے باوجود باہمی اکرام و احترام، تعظیم و تکریم، محبّت و مودّت کے واقعات بڑی تفصیل سے انتہائی شوق و ذوق اور والہانہ انداز سے سناتے۔ اور بعض دفعہ انتہائی صبر و تحمل کے باوجود آنسوؤں کی لڑیوں کے ساتھ گریہ و بکا کی

آواز بھی نکل جاتی۔ حاضرین بھی بے قابو ہو جاتے اور اس شعر کا مصداق ہوتا ہ

آ عندلیب مل کر کریں آہ و زاریاں
تو پکار ہائے گُل میں چلاؤں ہائے دل!

احقر نے محسوس کیا کہ حضرت والا دامت برکاتہم کے قلب پر اس اختلاف کی اس صورتِ حال کا گہرا اثر ہے۔ اور قلوب میں اسلاف و اکابر کے طرزِ عمل کو اُنڈیل دینا چاہتے ہیں۔

احقر نے مختلف مجالس میں ان سُنے ہوئے واقعات کو مزید اضافے کے ساتھ یکجا کر دیا ان کے حوالے بھی دیدیئے اور شروع میں چند آیات و احادیث مع ترجمہ و تشریح بھی شامل کر دیں۔ احادیث کے انتخاب و تلاش میں میرے محسن، کرم فرما، مخلص دوست مولانا مفتی ابو القاسم صاحب مُدّت فیوضہم نے خاص تعاون فرمایا۔ فجزاہم اللہ خیر الجزاء۔

قطب الاقطاب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ کا رسالہ الاعتدال فی مراتب الرجال المعروف بہ اسلامی سیاست مع تکملہ مولانا مفتی عاشق الٰہی مہاجر مدنی دامت برکاتہم جو اسی موضوع پر ہے بطورِ خاص سامنے رہا ہے اور اس سے پورا استفادہ کیا ہے۔ اللہ پاک اس رسالہ کا ثواب بھی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی روحِ مبارک کو پہونچائے۔

فقیہ الامّت حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم کو سُنا بھی دیا گیا ہے۔ اور حضرت والا زید مجدہم نے اصلاحات بھی فرمائیں۔ البتہ حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم سے متعلق جو حصّہ ہے اس کو نہیں سنایا گیا۔ چونکہ حضرت والا دامت برکاتہم کمالِ تواضع اور کمالِ عبدیت و فنائیت کی بناء پر اپنی ذات سے متعلق سُننے کے ہرگز روادار نہ ہوتے اور نہ اس کی اشاعت کی اجازت دیتے

جیسا کہ اس سے قبل کئی مرتبہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ اس لئے بمجبوری اس حصہ کو بلا سُنائے ہوئے ہی کتاب میں شامل کر دیا گیا۔ اللہ پاک اپنی اور اپنے اولیاء کی ناراضگی سے پوری پوری حفاظت فرمائے۔ آمین! اللہ پاک حضرت والا دامت برکاتہم کا سایہ مبارک صحت و عافیت اور فیوض و برکات کے ساتھ دراز فرمائے۔

مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاً و کرامۃً) میں مخدوم و مکرم مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب برنی مہاجر مدنی دامت برکاتہم نے بھی اس کا اکثر حصہ سُنا اور مفید مشوروں سے نوازا اور بہت مسرت کا اظہار بھی فرمایا۔ اللہ پاک ان کو بھی جزاءِ خیر عطا فرمائے اور ان کے فیوض و برکات کو عام و تام فرمائے۔ اور اس رسالہ کو بیحد قبول فرمائے اور اس کے ذریعہ مخلوق کو زیادہ سے زیادہ نفع پہونچائے اور اُمّت کے اس عظیم انتشار کے ختم ہونے کا ذریعہ فرمائے۔ آمین! فقط

العبد محمد فاروق غفرلہٗ

خادم جامعہ محمودیہ میرٹھ

۱۲/۹/۱۴۱۰ھ

پاسبان حق

نحمدہ ونصلی ونسلم علی النبی الکریم

امّا بعد! فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔

اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور باہم نا اتفاقی مت کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کو یاد کرو جبکہ تم دشمن تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی۔ سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام بیان کرکے بتلاتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ پر رہو (بیان القرآن)

فائدہ:- آیت پاک سے چند باتیں مفہوم ہوتی ہیں (۱) باہمی اتفاق کا اللہ پاک نے حکم فرمایا ہے (۲) نا اتفاقی کی ممانعت ہے (۳) باہمی الفت و اتفاق، بھائی چارگی اللہ پاک کی بڑی نعمت ہے (۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حبل اللہ، اللہ کی رسی، کتاب اللہ ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے (۵) باہم اتفاق کا طریقہ یہ ہے کہ سب مل کر کتاب اللہ پر

عمل کرتے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ سب مسلمان باہم متفق و متحد اور منظم ہو جائیں جیسے کوئی جماعت ایک رسّی کو پکڑے ہوئے ہو تو پوری جماعت ایک جسمِ واحد بن جاتی ہے۔ پس سب مل کر اس کو مضبوطی سے تھام لیں تو ملّتِ اسلامی کا شیرازہ خود بخود منظم ہو جائے، جیسا کہ اسلام کے قرونِ اولیٰ میں اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے (۵) جس طرح باہمی اتفاق و اتحاد کا ذریعہ صرف کتاب اللہ پر مضبوطی سے عمل کرنا ہے (۷) اسی طرح کتاب اللہ پر عمل نہ کرنا نا اتفاقی کا ذریعہ ہے۔

(۳) وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے۔ اور تمہاری ہوا اکھڑ جاوے گی۔ اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہیں (بیان القرآن)

فائدہ: آیت پاک سے معلوم ہوا (۱) نزاعِ باہمی ممنوع ہے (۲) نزاع، کم ہمتی، بزدلی، بے رعبی کا ذریعہ ہے کہ باہمی نزاع سے یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں جس کا آج کل مشاہدہ ہے (۳) نزاع سے حفاظت صبر کے ذریعہ ہوتی ہے کہ خلافِ مزاج باتوں پر صبر کرنے سے نزاع ختم ہو جاتا ہے (۴) صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ پاک کی خصوصی مدد ہوتی ہے۔

(۴) وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ... عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ اور (اللہ تعالیٰ نے ہی) انکے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا۔ اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے تب بھی ان کے قلوب میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے۔ لیکن اللہ ہی نے ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا۔ بیشک وہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں (بیان القرآن)

فائدہ: یہاں باہمی اتفاق کو اللہ پاک نے اپنے خصوصی احسان کے

الّف بینھم انّہ

طور پر بیان فرمایا ہے جس سے اللہ پاک کے نزدیک اس کا محبوب و پسندیدہ ہونا خوب ظاہر ہے (۲) باہمی اتفاق اللہ پاک ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ دُنیا کی دولت، قوت، حکومت، قانون وغیرہ کسی چیز کے ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ (۳) اس آیت کے بعد کی آیات میں جہاد و قتال کا حکم ہے جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ جہاد اور دیگر عمومی اہم کاموں کے لئے باہمی اتفاق بہت ضروری ہے۔

(۴) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت پیدا کر دے گا (بیان القرآن)

فائدہ:۔ معلوم ہوا کہ ایمان اور اعمالِ صالحہ پر اللہ پاک کی طرف سے محبت اور باہمی اتفاق کا وعدہ ہے جس قدر ایمان میں پختگی ہوگی اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کیا جائے اور اعمالِ صالحہ کئے جائیں گے اسی درجہ باہمی اُلفت و محبت پیدا ہوگی۔ اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جس درجہ اس میں کمی ہوگی اُسی درجہ باہمی اُلفت و محبت میں بھی کمی ہوگی۔

(۵) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ مسلمان تو سب بھائی ہیں، سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم پر رحمت کی جاوے (بیان القرآن)

فائدہ:۔ (۱) پہلے جملہ ”اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ“ میں اتفاقِ باہمی کا طریقہ بتایا ہے کہ باہم بھائیوں کی طرح رہیں (کہ حُسنِ سلوک سے پیش آئیں اور خلافِ مزاج باتوں کو درگذر کر دیا کریں) کہ اس سے باہم اتفاق رہے گا۔ (۲) اگر کسی وجہ سے باہم نزاع ہو جائے تو دوسرے جملہ ”فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ

اَخَوَیْکُمْ (اپنے بھائیوں کے درمیان اصلاح کردیا کرو) میں ان کے درمیان صلح صفائی کرانے کا حکم فرمایا ہے (۳) ان دونوں چیزوں کے لئے ضروری ہے تقویٰ کہ جب انسان میں اللہ پاک کا ڈر ہوگا اس کے اوامر پر عمل کرے گا نواہی سے بچے گا تو باہم بھائی چارگی بھی اختیار کرے گا، اور صلح و صفائی بھی کرائے گا۔ اس لئے تیسرے جملہ میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم ہے۔ (۴) لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ، تاکہ تم پر رحمت کی جاوے۔ اس جملہ میں بتایا ہے کہ یہ تینوں چیزیں اختیار کرنے سے بندہ خصوصی رحمت خداوندی کا مستحق ہوتا ہے۔ اس آیت سے بھی باہمی اتفاق و اتحاد کا عنداللہ محبوب پسندیدہ ہونا اور باہمی نزاع کا ناپسندیدہ ہونا معلوم ہوا۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ باہمی اتفاق کا حکم ہے اور باہمی نزاع ممنوع ہے۔ باہمی اتفاق سبب رحمت اور باہمی نزاع رحمت سے محرومی کا سبب ہے۔

اگلی آیات میں ان چیزوں کی ممانعت فرمائی ہے جو نزاع باہمی کا سبب ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

(۶) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسٰی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ط بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ط

اے ایمان والو نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیئے۔ کیا عجب ہے وہ اُن سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیئے، کیا عجب ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں۔ اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے لقب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا بُرا ہے اور جو باز نہ آویں گے تو وہ

ظلم کرنے والے ہیں۔

(۷) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًاؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ۔

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اور سراغ مت لگایا کرو۔ اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھالے، اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اور چونکہ عموماً انسان ان مذکورہ چیزوں میں خاندانی شرافت اور نسبی امتیاز و برتری کی وجہ سے مبتلا ہوتا ہے اس وجہ سے خاندانی شرافت اور نسبی برتری کی حیثیت کو ارشاد فرماتے ہیں۔

(۸) یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْاؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۝

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ اللہ خوب جاننے والا پورا خبر دار ہے۔

یہ سب چیزیں نزاع باہمی کا سبب ہیں اسلئے ان سب کی ممانعت فرما دی۔ یا یہ سمجھئے کہ نزاع باہمی کی وجہ سے انسان ان تمام ممنوعات و محرمات میں مبتلا ہو جاتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ نزاع باہمی کتنا شدید گناہ بلکہ شدید گناہوں کی جڑ

اور کتنا شدید مرض بلکہ شدید امراض کی جڑ ہے۔

چہل حدیث

حدیث پاک میں بھی نہ صرف یہ کہ اس کی مذمت بیان کی گئی ہے بلکہ وہ اصول ارشاد فرمائے گئے ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان اس مُہلک اور خطرناک مرض سے نجات پاتا اور محفوظ رہتا ہے۔ اس لئے چند احادیث اس سے متعلق عرض ہیں۔

زبان کی حفاظت

عموماً زبان کی بے احتیاطی کی وجہ سے اختلاف و نزاع پیدا ہوتا ہے۔ اگر زبان کی حفاظت کی جائے اور بے موقع اس کو استعمال نہ کریں تو اختلاف و نزاع کی بھی نوبت نہ آئے۔ چنانچہ ارشادِ عالی ہے۔

(۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو (رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَمَتَ نَجَا۔ رواہ احمد (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۳ ج۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جو خاموش رہا اُس نے نجات پائی۔

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے۔

(۲) عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَقِیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا النَّجَاۃُ فَقَالَ اَمْلِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ وَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے ملاقات ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ نجات (کا ذریعہ) کیا ہے؟

لِيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ
(مشکوٰۃ شریف ص۴۱۳)

ارشاد فرمایا(۱) اپنی زبان کو قابو میں رکھو(۲) تمہارا گھر تم کو سمائے رکھے. (یعنی بلا ضرورت گھر سے نہ نکلو(۳) اور اپنی غلطی پر رویا کرو.

فائدہ:- (۱) زبان بے قابو ہوکر جس کو جو چاہا کہدیا بڑے فتنوں کا ذریعہ ہے. اس لئے زبان کو قابو میں رکھنے کا حکم فرمایا. جب زبان قابو میں ہوگی تو بلاضرورت بلاموقع نہ بولے گا. اور جب بولے گا اچھی طرح اس کے نتیجہ وانجام پر غور کرکے بولے گا جس سے بہت سے فتنوں سے نجات پاجائے گا اور بہت سے گناہوں سے بھی محفوظ رہے گا (۲) بلاضرورت گھر سے باہر رہنا گھومنا بھی بہت سے فتنوں، جھگڑوں، گناہوں کا ذریعہ ہوتا ہے. اگر بلاضرورتِ دینی ودنیوی گھر سے نہ نکلے تو ان سب گناہوں، فتنوں سے نجات پاجائے. (۳) آج ہر انسان اپنے کو بھول کر دوسروں کی اصلاح کی فکر میں لگا رہتا ہے اور اصلاح بھی مقصود نہیں ہوتی، دوسروں کے عیوب کی تلاش میں رہتا ہے جس سے بڑے بڑے فتنے پیدا ہوتے ہیں. اگر انسان اپنی خطاؤں کو یاد کرکے ان پر ندامت کے ساتھ رویا کرے ان کی اصلاح کی فکر کرے تو دوسروں کے عیوب کے پیچھے نہیں پڑے گا، نہ کسی سے بدگمان ہوگا اور بہت سے فتنوں سے نجات مل جائے گی ؎ ہوئی جب تلک اپنی نہ خبر ٭ رہے دیکھتے اوروں کے عیب وہنر
پڑی اپنے گناہوں پہ جبکہ نظر ٭ تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

مرا پیر دانائے روشن شہاب ٭ دو اندرز فرمود برروئے آب
یکے آنکہ برخود خودبیں مباش ٭ دگر آنکہ برغیر بدبیں مباش

مجھ کو پیر دانا روشن دل شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے دریا میں سفر کرتے ہوئے دو نصیحت فرمائیں. ایک یہ کہ اپنی خوبی دکمال دیکھنے والا مت ہو. دوسرے، دوسرے کی بُرائی دیکھنے والا مت ہو سہ

غیر کی آنکھوں کا تنکہ تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی!

ایک حدیث پاک میں زبان کا اندیشہ ہی سب چیزوں سے زیادہ بیان کیا گیا ہے.

(۳) عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ قَالَ فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ وَقَالَ هٰذَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۳)

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو میرے بارے میں سب سے زیادہ کس چیز کا اندیشہ ہے. تو آپ نے اپنی زبانِ مبارک پکڑ کر فرمایا. اِس کا.

فائدہ:- جس چیز کا سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ اندیشہ ہو اُس سے کتنا بچنا چاہیے.

ایک حدیث پاک میں ہے.

(۴) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَفَعَهُ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُولُ اتَّقِ اللّٰهَ فِينَا فَإِنَّا نَحْنُ بِكَ فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَإِنِ اعْوَجَجْتَ

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب ابنِ آدم صبح کو اٹھتا ہے تو تمام اعضاءِ بدن زبان کو قسم دیکر کہتے ہیں، ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرتی رہنا. بلاشبہ

اِعْوَجَجْنَا۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِی ص۲ ہمارا معاملہ تیرے ہی ساتھ ہے۔ تو اگر سیدھی رہے ہم بھی سیدھے رہتے ہیں۔ اور اگر تو ٹیڑھی ہو جائے تو ہم بھی ٹیڑھے رہتے ہیں۔

فائدہ:۔ مطلب یہ ہے کہ زبان کے سیدھے چلنے میں (کہ صحیح بات زبان سے نکلے غلط نہ نکلے) تمام اعضاء کی سلامتی ہے۔ اور زبان کے ٹیڑھے ہونے میں (کہ زبان صحیح چلنے کے بجائے غلط چلے، کسی کو گالی دے کسی کو برا کہے) تمام اعضاء کے لئے زحمت ہے کہ لڑائی کی نوبت آئے تو مار تمام بدن پر پڑتی ہے۔

گفتگو میں بد احتیاطی کا وبال

بعض دفعہ انسان گفتگو میں بے احتیاطی کرتا ہے اور اس کو معمولی سمجھتا ہے حالانکہ بعض دفعہ ایک کلمہ بھی ہلاکت کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے

(۵) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ یَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰہِ لَا یُلْقِی لَھَا بَالًا یَرْفَعُ اللّٰہُ بِھَا دَرَجَاتٍ وَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰہِ وَلَا یُلْقِی لَھَا بَالًا یَھْوِی بِھَا فِی جَھَنَّمَ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِی۔

(مشکوٰۃ شریف ص۴۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ اللہ کی رضا کی کوئی بات بول دیتا ہے اور اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتا (لیکن) اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے درجات بلند فرما دیتے ہیں۔ اور کوئی بندہ اللہ پاک کو ناراض کرنے والی کوئی بات کہہ دیتا ہے اور اس کو کوئی اہمیت

نہیں دیتا (مگر) اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کو جہنم میں ڈال دیتا ہے۔

فائدہ:- پس ضروری ہے کہ جو لفظ بولا جائے خوب سوچ لیا جائے کہ کہیں یہ خدائے پاک کی ناراضگی کا سبب بن کر جہنم میں ڈالے جانے کا ذریعہ نہ بن جائے۔

بلا تحقیق گفتگو کرنا

بعض دفعہ انسان کسی کے بارے میں سُنی سُنائی بات پر عمل درآمد کرلیتا ہے اور اس سے بدگمان ہوتا ہے اور دوسروں سے بھی اس کو بیان کرتا ہے اور باہم نزاع شدید کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ حالانکہ بعض دفعہ شیطان انسانی شکل میں آکر آپس میں نااتفاقی، لڑائی جھگڑا کرانے کے لئے، کسی کے بارے میں کوئی بات جھوٹ کہدیتا ہے۔ اور جس کے بارے میں وہ بات کہی گئی ہے اس کو خبر بھی نہیں ہوتی، وہ اس سے بالکل بری ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔

(۶) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَیَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَۃِ الرَّجُلِ فَیَاْتِی الْقَوْمَ فَیُحَدِّثُہُمْ بِالْحَدِیْثِ مِنَ الْکِذْبِ فَیَتَفَرَّقُوْنَ فَیَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْہُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا اَعْرِفُ وَجْہَہٗ وَلَا اَدْرِیْ مَا اِسْمُہٗ یُحَدِّثُ۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۱۴)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شیطان انسانی شکل اختیار کرکے کسی قوم میں آتا ہے اور (کسی کے متعلق) کوئی جھوٹی بات بیان کرتا ہے پھر لوگ اِدھر اُدھر بکھر جاتے ہیں۔ پس ان میں سے کوئی آدمی کہتا ہے کہ ایک شخص جس کو صورت سے پہچانتا ہوں مگر اس کا نام نہیں جانتا، میں نے اس کو ایسا ویسا کہتے سُنا ہے۔

فائدہ:۔ پس جس کے بارے میں کوئی بات خلافِ شرع کسی سے سُنی جائے صاحبِ واقعہ سے اس کی تحقیق کرلے کہ فلاں بات ہم کو اس طرح معلوم ہوئی ہے بلاتحقیق اس پر یقین کرلینا اور عملدرآمد کرلینا جائز نہیں۔

بہتان تراشی اور لعن طعن کرنا

جب کسی سے جھگڑا ہو جاتا ہے تو انسان بہتان تراشی، گالی گلوچ سے بھی نہیں چوکتا، حالانکہ حدیثِ پاک میں اس پر سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ ارشادِ عالی ہے۔

(۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُہٗ کُفْرٌ۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔

فائدہ:۔ برا کہنا، گالی دینا فسق ہے یعنی فاسق کا کام ہے مؤمن کا نہیں۔ اور مسلمان کو قتل کرنا، اگر مسلمان کے قتل کو حلال سمجھتا ہے تو کفر ہے ہی کہ حرام کو حلال قرار دے رہا ہے۔ اور اگر حرام سمجھتے ہوئے قتل کر رہا ہے تو یہ مطلب ہے کہ یہ اس کا فعل کفر کا سبب ہے کہ کفر تک پہونچا سکتا ہے۔ اگر توبہ نہ کی اور حرکت سے باز نہ آیا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اللہ پاک کی بڑی نعمت کی ناشکری کی۔

کسی کو کافر کہنا

ایک شخص اگر ہماری رائے سے متفق نہیں خواہ اس کے پاس کیسے ہی دلائل کیوں نہ ہوں محض سُنی سُنائی بے سند باتوں کو بنیاد بنا کر کفر تک کا حکم لگانے سے نہیں چوکتے۔ نہ اس سے تحقیق کرنے کی ضرورت سمجھی جاتی ہے نہ اس کی پوری زندگی جو اشاعتِ دین اور احیاءِ سُنّت کے لئے وقف ہے اس کی پرواہ کی جاتی ہے نہ اس کے جذبۂ اتباع سنت کا خیال کیا جاتا ہے۔ نہ آتش عشقِ الٰہی و نبوی جو اس کے سینہ کو بریاں و جگر کو کباب بنائے ہوئے ہے۔ کو دیکھا جاتا ہے اور بے دھڑک کفر کا فتویٰ صادر کر دیا جاتا ہے۔ وہ ذرا اس کا انجام سوچیں۔ حدیث پاک میں ہے۔

(۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِاَخِیْہِ کَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِھَا اَحَدُھُمَا۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ۴۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو ان دونوں میں سے ایک پر وہ ضرور پڑے گا۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اگر جس کو کافر کہا ہے وہ واقعۃً کافر ہے تو وہ کافر ہے ہی۔ اور اگر وہ کافر نہیں تو جس نے اس کو کافر کہا ہے وہ خود کافر ہو جائے گا کہ وہ ایمان کو کفر قرار دے رہا ہے اور کفر کو ایمان۔ نعوذ باللہ دین و اسلام کے ستونوں پر بے دھڑک کفر کی مشین گن داغنے والے غور کریں کہ اس سے ان کے قلعہ ایمانی پر آنچ آنے کے بجائے خود اپنا جھونپڑا

ہی خاکستر نہ ہو جائے ؎

یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

دوسری حدیث پاک میں ارشاد ہے۔

(۹) عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْمِيْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَا يَرْمِيْهِ بِالْكُفْرِ إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ إِنْ لَّمْ يَكُنْ صَاحِبُهٗ كَذٰلِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۱)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص بھی دوسرے شخص پر فسق یا کفر کی تہمت لگاتا ہے تو وہ تہمت لگانے والے پر لوٹ آتی ہے اگر اس کا ساتھی (جس کو تہمت لگائی گئی) واقعۃً ویسا نہ ہو۔

فائدہ:۔ مطلب یہ ہے کہ اگر واقعۃً وہ شخص جس کو فاسق یا کافر کہا ہے فاسق یا کافر نہیں تو خود کہنے والا فاسق (اگر فاسق ہونے کی تہمت لگائی تھی) یا کافر (اگر کافر ہونے کی تہمت لگائی تھی) ہو جاتا ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

طعنہ زنی اور فحش گوئی

کسی کو فاسق یا کافر کہنا تو ہے ہی سخت خطرناک طعنہ زنی اور فحش گوئی جس کو بہت معمولی چیز سمجھا جاتا ہے بھی ایمان کے خلاف ہے۔ ارشادِ عالی ہے۔

(۹) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن نہ

بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِیِّ رَوَاہُ التِّرْمِذِیْ (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۳)

طعنہ زنی کرنیوالا ہوتا ہے نہ لعنت بھیجنے والا نہ بیہودہ بکنے والا نہ بے حیائی کی گفتگو کرنے والا۔

فائدہ:- مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں شانِ ایمان کے خلاف ہیں۔ ذرا غور فرمائیں کہ کسی سے ادنیٰ اختلاف ہو جائے تو ان چیزوں میں سے کس میں کمی کی جاتی ہے اور پھر ایمان کا کیا حال ہوگا۔

عیب گوئی

ایک دوسرے کی تحقیر اور عیب گوئی ان اختلافات کا ادنیٰ نتیجہ ہے حالانکہ کسی مومن کی تحقیر اور عیب گوئی سے متعلق ایک کلمہ بھی ایسا ہوتا ہے کہ اگر اس کو تمام میٹھے سمندروں میں ملا دیا جائے تو سب کڑوے ہو جائیں سب کا مزہ بدل جائے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے۔

(۱۱) عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَسْبُکَ مِنْ صَفِیَّۃَ کَذَا وَکَذَا تَعْنِیْ قَصِیْرَۃً فَقَالَ لَقَدْ قُلْتِ کَلِمَۃً لَوْ مُزِجَ بِہَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْہُ رواہ احمد و الترمذی و ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۴)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کو وہ ایسی ایسی صفیہ کافی ہے (یا صفیہ رض کی طرف سے اس کا ایسا ایسا ہونا کافی ہے) ان کا مقصد حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پستہ قد ہونا بیان کرنا تھا کہ وہ پستہ قد ہیں اور آپ کی توجہ ان کی طرف ہے) یہ سنکر حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نے ایسی (سخت) بات کہی ہے کہ اگر اس کو سمندروں میں ملا دیا

جائے تو سب کو متغیر کردے (سب پر غالب آجائے یا سب کڑوے ہوجائیں)

فائدہ: یہ بھی غور طلب ہے کہ یہ کلمہ کہنے والی عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں جو صدیق اکبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی ولاڈلی اور محبوبہ زوجۂ مطہرہ ہیں جن کی بڑی فضیلتیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں مخصوص مقام رکھتی ہیں۔ دو سوکنوں میں کیا کچھ باتیں ہو جایا کرتی ہیں۔ دوسرے جوبات کہی وہ واقع کے بھی خلاف نہیں۔ واقعۃً وہ پستہ قد تھیں بھی مگر چونکہ اس میں کسی درجہ تحقیر کی آمیزش تھی جس کو آقائے مدنی محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہا سخت خطرناک فرمایا۔ جو لوگ معمولی اختلاف ہو جانے کی بنا پر ایک دوسرے کے عیوب کو اچھالتے ہیں چھاپتے ہیں اور ایک دوسرے کی تحقیر و تذلیل میں کمی نہیں کرتے ذرا ٹھنڈے دل سے اس کے انجام پر غور فرمائیں اور اس طرزِ عمل سے آقائے مدنی حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کو کتنی سخت ناراضگی ہوتی ہے اس کا کچھ اندازہ اس حدیثِ پاک سے ہو جائے گا۔

(۱۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهَا قَالَتْ اِعْتَلَّ بَعِيْرٌ لِصَفِيَّةَ رض وَعِنْدَ زَيْنَبَ رض فَضْلُ ظَهْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْنَبَ اَعْطِيْهَا بَعِيْرًا فَقَالَتْ اَنَا اُعْطِيْ تِلْكَ الْيَهُوْدِيَّةَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَهَا ذَا الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (سفر میں) حضرت صفیہ (رضی اللہ عنہا) کا اونٹ بیمار ہو گیا اور حضرت زینب رض کے پاس زائد سواری تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ صفیہ رض کو ایک اونٹ دیدو۔ حضرت زینب رض نے کہا کہ میں اس

وَبَعْضَ صَفَرَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۲۹) یہودیہ کو دوں گی. اس پر حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے اور حضرت زینب رضؓ سے ماہِ ذی الحجہ و محرم اور ماہِ صفر کے کچھ حصّہ میں ان کے پاس آنا جانا بند رکھا (ان کی اصلاح کے لئے)

فائدہ :- حضرت صفیہؓ رضی اللہ عنہا حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں جو بنی اسرائیل میں سے تھا اور حضرت ہارون بن عمران علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے تھا. اسی نسبت سے یہودیہ کہا. مگر چونکہ ان کی تحقیر کے طور پر کہا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا. دونوں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ہیں. آپس میں سوکن ہونے کا تعلق ہے. سوکنوں کی رقابت مشہور ہے تب اتنی ناراضگی کا اظہار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اور مسند احمد صفحہ ۲۳۱، ۲۳۲ کی روایت میں یہ جملہ بھی ہے قَالَتْ حَتّٰی یَئِسْتُ مِنْهُ وَحَوَّلْتُ سَرِيْرِيْ. کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، حتیٰ کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ناامید ہو گئی کہ آپ کبھی میرے پاس تشریف نہیں لائیں گے اور میں نے حضرتؐ کا بستر بھی اٹھا دیا.

اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا ازواجِ مطہرات رضؓ میں سب سے زیادہ متوکلہ تھیں اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا نفقہ خیرات کر دیا کرتی تھیں اور اپنے ہاتھ سے چمڑا رنگا کرتی تھیں اس سے گذر بسر فرماتی تھیں. حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا. تم میں سب سے پہلے مجھ سے وہ ملے گی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہے، سب نے اپنے ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے. حضرت سودہؓ رضؓ کے ہاتھ لمبے نکلے. مگر ازواجِ مطہرات رضؓ میں سب سے پہلے حضرت زینب رضؓ کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھ سے مراد سخاوت تھی کہ حضرت زینب رضؓ سب ازواجِ مطہرات سے سب سے زیادہ

سی کی تھیں (مشکوۃ شریف ۲۱)

ایک دوسرے کی تحقیر و تذلیل اور عیب گوئی کرنے والے اور علماء و مشائخ، خدام دین و حدیث کی شان میں گستاخی کرنے والے ذرا عصبیت سے ہٹ کر حدیث پاک کی روشنی میں اپنے طرزِ عمل پر غور فرمائیں ؂

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دُنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

آبرو ریزی

آج اختلافات میں انسان ایک دوسرے کی آبرو ریزی کو فخر و کمال سمجھتا ہے

حدیث پاک میں ارشاد ہے۔

(۲۳) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنْ أَرْبَى الرِّبَا الْاِسْتِطَالَةَ فِيْ عِرْضِ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ. (مشکوۃ شریف)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آقائے مدنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد پاک نقل فرماتے ہیں کہ سود کی بڑی قسموں میں سے مسلمان کی بے آبروئی کے لئے زبان درازی کرنا مسلمان کی ناحق آبرو ریزی کرنا ہے

فائدہ:۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ سود کا ایک درہم چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ سود کے ستتر درجے ہیں ان میں ادنیٰ اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے۔ (مشکوۃ شریف ۲۴۶)

غور فرمائیں جب ادنیٰ درجہ کا یہ حال ہے تو سب سے بڑا درجہ مسلمان کی آبرو ریزی ہے اس کا کیا حال ہوگا جو آج ہر فریق ہر جماعت کا اپنے مدمقابل کے ساتھ محبوب مشغلہ بن گیا ہے [illegible]

عصبیّت

ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس جماعت سے کسی کا تعلق ہوتا ہے اس کا عیب بھی کمال اور اسکے. بالمقابل جماعت کا کمال بھی عیب نظر آتا ہے اور اپنی جماعت کی ناانصافی اور غیر حق ہونا معلوم ہونے کے باوجود اس کی حمایت و نصرت کرتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ یہ ناانصافی اور غیر حق کی حمایت ہے. حدیثِ پاک میں ارشاد ہے.

(۱۴) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَصَرَ قَوْمَہٗ عَلٰی غَیْرِ الْحَقِّ فَھُوَ کَالْبَعِیْرِ الَّذِیْ رَدٰی فَھُوَ یُنْزَعُ بِذَنَبِہٖ. رواہ ابو داؤد (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ عالی نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ناحق میں اپنی قوم کی حمایت کرتا ہے اُس کی مثال اس اونٹ جیسی ہے جو (کسی گڈھے وغیرہ میں) گرگیا ہو اور اس کی دُم پکڑ کر اس کو کھینچا جا رہا ہو۔[ملہ]

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے:۔

(۱۵) عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰی عَصَبِیَّۃٍ

حضرت جُبَیر بن مطعم رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو

ملہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح اونٹ کسی گڈھے یا کنویں میں گر گیا اور اب اس کے زندہ نکلنے کی کوئی صورت نہ رہی حتیٰ کہ اگر کوئی اس کی دُم پکڑ کر کھینچے تب بھی نہیں نکل سکتا. اسی طرح عصبیّت کی مدد کرنے والے کا حال ہے اُس نے محض اپنی قوم کو دیکھا، حق و ناحق پر نظر نہ کی بربادی کے گڈھے میں گر گیا اس سے نکلنے کا راستہ نہیں رہا.

وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِيَّةً وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۷)

عصبیت کی دُہائی دیتا ہے، وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی بُنیاد پر قتال کرے وہ شخص ہم میں سے نہیں جس کو عصبیت پر قائم رہتے ہوئے موت آجائے۔

ایک اور حدیث میں ہے:-

(۱۶) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ شریف ص۴۲۶)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی چیز کے ساتھ تمہاری محبت تم کو اندھا بہرا بنا دیتی ہے۔

فائدہ:- مطلب یہ ہے کہ جس سے محبت ہے اس کے عیوب سے اندھے بہرے ہوجاتے ہو۔ اور اس کے بالمقابل شخص کے کمالات سے اندھے بہرے ہوجاتے ہو۔ قرآنِ پاک میں اسی کو حمیّتِ جاہلیت سے تعبیر کیا گیا ہے جو کفار کا طریقہ تھا ذرا اپنی اس حالت پر بھی غور کریں اور آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی عدل و انصاف پسندی بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حدود میں سفارش

قریش کے ایک بڑے قبیلہ کی عورت فاطمہ بنت اسود مخزومیّہ نے چوری کی، جس کی سزا اسلام میں ہاتھ کاٹنا جانا ہے۔ تمام خاندان کو اس سے صدمہ ہوا کہ اس سے تمام خاندان کی بدنامی تھی، کسی کی ہمت بھی نہ تھی کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں کچھ عرض کرسکیں۔ آپس کے مشورہ سے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہٗ کو (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے) آمادہ کیا کہ وہ حضرت رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم سے اس سلسلہ میں گفتگو کریں۔ انھوں نے عرض کیا۔ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا أَتَشْفَعُ فِي

حُدُوْدِ اللّٰہِ. کیا اللہ کے حدود میں سفارش کرتے ہو۔ پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اس میں فرمایا۔ تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے کہ ان میں شریف آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے، کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ اور قسم بخدا اگر فاطمہ بنت محمد (اعاذنا اللہ منہ) بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۱۴)

فضیلت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حالانکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وہ ہیں جن کو سیّدۃ نساء اہل الجنۃ اہلِ جنت میں عورتوں کی سردار اور سیّدۃ نساء المومنین تمام مومنین کی عورتوں کی سردار ہونے کی بشارت عطا فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلق کا اظہار بھی اس درجہ فرمایا کہ ارشاد فرمایا فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَھَا اَغْضَبَنِیْ فاطمہ رض! میرا جگر گوشہ ہے جس نے اس کو ناراض کیا مجھ کو ناراض کیا۔ اور ایک روایت میں ہے یُرِیْبُنِیْ مَا اَرَابَھَا وَ یُؤْذِیْنِیْ مَا اٰذَاھَا جس چیز سے فاطمہ رض کو اذیت ہو اُس سے مجھ کو اذیت ہوتی ہے (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۸) یعنی فاطمہ رض کی اذیت میری اذیت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا اَیُّ النَّاسِ کَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لوگوں میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کون زیادہ محبوب تھا قَالَتْ فَاطِمَۃُ۔ ارشاد فرمایا فاطمہ (رضی اللہ عنہا) فقیل مِنَ الرِّجَالِ دریافت کیا گیا مردوں میں کون زیادہ محبوب تھا قَالَتْ زَوْجُھَا۔ فرمایا ان کا شوہر (حضرت علی رضی اللہ عنہ) مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷۰

مگر اس محبت اور تعلقِ خاطر کے باوجود ارشاد فرماتے ہیں "لَوْ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ یَدَھَا" چونکہ خالق و مالک تعالیٰ شانہ کے حکم کی تعمیل سب پر مقدم ہے اس کے سامنے کسی کی کوئی رو رعایت نہیں۔

ہم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں ذرا سوچیں اور غور کریں ہمارا کیا حال ہے. اور کرنے والے کر کے دکھا گئے ہیں. اولیاء کرام اور صلحاء اُمّت کا اتباع سُنّت تو اپنی جگہ پر ہے ہی ایک دُنیا دار ایک عظیم سلطنت کے مالک بادشاہ کا حال بھی ملاحظہ ہو.

عدلِ جہانگیری منظوم

بادشاہ جہانگیر اور ملکہ نور جہاں کی محبت مشہور ہے حتیٰ کہ مشہور ہے کہ جہانگیر کے پردہ میں نور جہاں ہی سلطنت کرتی تھی مگر اس کے باوجود جہانگیر کے عدل و انصاف پسندی کا واقعہ بھی مشہور ہے. کاش وہی ہمارے لئے باعثِ عبرت ہو جائے. علامہ شبلیؒ نے اس کو اس طرح نظم کیا ہے ؎

ایک دن نور جہاں بام پہ تھی جلوہ فگن
قصرِ شاہی میں ممکن نہیں غیروں کا گذر

گرچہ تھی قصر میں ہر چہار طرف سے قدغن
کوئی شامت زدہ رہ گیر ادھر آنکلا

خاک کا ڈھیر تھا ایک کشتۂ بے گور وکفن
غیرتِ حُسن سے بیگم نے طپنچہ مارا

غیظ سے آگئی ابروئے عدالت پہ شکن
ساتھ ہی شاہ جہاں کو پہنچی جو خبر

جاکے پوچھ آئین سچ یا کہ غلط ہے یہ سخن
حکم بھیجا کہ کنیزانِ شبستانِ شہی!

میری جانب سے کرو عرض بآئینِ حُسن
نخوتِ حسن سے بیگم نے بصد ناز کہا

مجھ سے ناموسِ حیا نے یہ کہا تھا کہ بزن
ہاں مجھے واقعۂ قتل سے انکار نہیں

کشورِ حُسن میں جاری ہے یہی شرعِ کہن
اس کی گستاخ نگاہی نے کیا اسکو ہلاک

کہ شریعت میں کسی کو نہیں کوئی جائے سخن
مفتیٔ دین سے جہانگیر نے یہ فتویٰ پوچھا

شرع کہتی ہے کہ قاتل کی اڑا دو گردن
مفتیٔ دین نے بے خوف و خطر صاف کہا

پر جہانگیر کے ابرو پہ نہ بل تھا نہ شکن
لوگ دربار میں اس حکم سے تھرا اُٹھے

پہلے بیگم کو کریں بستۂ زنجیر ورسن
ترکنوں کو یہ دیا حکم کہ اندر جا کر

پھر اسی طرح سے اسے کھینچ کے باہر لائیں
اور جلاّد کو دیں حکم کہ ہاں تیغ بزن

یہ وہی نور جہاں ہے کہ حقیقت میں یہی
تھی جہانگیر کے پردہ میں شہنشاہِ زمن

اس کی پیشانیٔ نازک پہ جو پڑتی تھی نگاہ
جا کے بن جاتی تھی اوراقِ حکومت پہ شکن

اب نہ وہ نور جہاں ہے نہ وہ اندازِ غرور
نہ وہ غمزے ہیں نہ وہ عربدۂ صبر شکن

اب وہی پاؤں ہر اک گام پہ تھرّاتے ہیں
جن کی رفتار سے پامال تھے مرغانِ چمن

ایک مجرم ہے کہ جس کا کوئی حامی نہ شفیع
ایک بےکس ہے کہ جس کا نہ کوئی گھر نہ وطن

خدمتِ شاہ میں بیگم نے یہ بھیجا پیغام
خوں بہا بھی تو شریعت میں ہے اک امرِ حسن

مفتیٔ شرع سے پھر شاہ نے فتویٰ پوچھا
بولے جائز ہے رضامند ہوں گر بچہ و زن

دار ثوں کو دیئے، لاکھ درہم بیگم نے
سب نے دربار میں کی عرض کہ اے شاہِ زمن

ہم کو مقتول کا لینا نہیں منظور قصاص
قتل کا حکم جو رُک جائے تو ہے مستحسن

یہ تو ایک دنیا دار بادشاہ کا حال ہے، ہم جو دین دار کہلاتے ہیں ذرا اپنے حال پر بھی غور کریں کہ اپنا عزیز یا اپنی پارٹی و جماعت کا آدمی کیسا ہی قصوردار کیوں نہ ہو اس کو بے قصور ثابت کرنے کی کوشش کریں گے اور مخالف پارٹی کا کوئی کیسا ہی صاحبِ فضل و کمال، صاحبِ علم و عمل کیوں نہ ہو، کیسی ہی اس کی دینی خدمات کیوں نہ ہوں، کیسا ہی تقویٰ و طہارت کا حامل ہو مگر چونکہ مخالف پارٹی سے اس کا تعلق ہے۔ اس لئے اس کی تنقیص، توہین و تذلیل ضروری ہے۔ اعاذنا اللّٰہ منہ۔

ترکِ تعلق

جس سے اختلاف ہوتا ہے اس سے تعلقات ختم کر دیئے جاتے ہیں، ملاقات تک بند کر دی جاتی ہے، راستہ میں ملاقات ہو جائے تو سلام کلام کی بھی نوبت

نہیں آتی۔ حالانکہ اس پر کتنی سخت وعید ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے:۔

(۱۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ أَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر اس بندہ کی مغفرت کردی جاتی ہے جو خدا کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو لیکن اس شخص کی مغفرت نہیں ہوتی جس کے درمیان اور اس کے بھائی کے درمیان کینہ ہو۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ان دونوں کو ابھی رہنے دو یہاں تک کہ آپس میں صلح کرلیں۔

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے:۔

(۱۸) عَنْ أَبِي خِرَاشٍ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهِ رواه ابوداؤد (مشکوٰۃ شریف ص۴۲۸)

حضرت ابو خراش سلمی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جس شخص نے اپنے بھائی کو سال بھر تک چھوڑے رکھا تو یہ ایسا ہے جیسا کہ اس کا خون ہی کردیا۔

فائدہ:۔ آج ہم لوگوں کو برسوں گذر جاتے ہیں کہ جن سے اختلاف ہے ان سے ملنے کا نام تک نہیں لیتے۔ اگر کوئی درمیان میں مصلحت کی کوشش کرتا ہے تو اس کو بھی رد کردیتے ہیں اور ملنے میں عار محسوس کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نہ ملنے میں ہماری بڑائی ہے۔ غور کریں کہ یہ بڑائی کس کام کی ہے جبکہ تین دن سے زائد مومن بھائی سے قطعِ تعلق کرنا حلال نہیں۔

حدیث پاک میں ارشاد ہے:۔

(۱۹) عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَیَالٍ یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ ھٰذَا وَ یُعْرِضُ ھٰذَا وَخَیْرُھُمَا الَّذِیْ یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف صـ۴۲۷)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کیلئے حلال نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق رکھے کہ دونوں کی آپس میں ملاقات ہوجائے تو یہ ادھر کو منہ پھیرلے یہ ادھر کو منہ پھیرے۔ اور دونوں میں بہتر وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرے۔

فائدہ:۔ سلام کرنے سے نزاع ختم ہوتاہے رابطہ قائم ہوتاہے۔ اس لئے سلام کی پہل کرنے والا گویا تعلق ورابطہ قائم کرنے والاہے۔ اس لئے اس کو دونوں میں افضل وبہتر فرمایاہے۔

مومن کو فریب دینا

نااتفاقی کسی سے ہوجائے کوئی رنجش ہوجائے تو اس کو فریب دینے نقصان پہونچانے میں بھی کوتاہی نہیں کی جاتی۔ حالانکہ حدیث پاک میں ہے:۔

(۲۰) عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا اَوْ مَکَرَ بِہٖ۔ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ شریف صـ۴۲۸)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی مسلمان کو ضرر پہونچائے یا اس کو فریب دے وہ ملعون ہے۔

فائدہ:۔ یہ حکم تو عام مومن کو ضرر پہونچانے اور اس کو فریب دینے کا ہے اور اگر اس میں اور بھی کوئی خوبی وخصوصیت عزیز وقریب ہونے یا پڑوسی وغیرہ ہونے یا عالم دین وخادم دین وغیرہ ہونے کی ہو تو اسی درجہ اس وعید میں شدت ہو جائیگی

بدگمانی

عموماً بدگمانی ہی بڑے بڑے اختلافات کی بُنیاد بنتی ہے۔ اگر مدارسِ اسلامیہ اور دیگر اداروں وجماعتوں کے اختلاف کا جائزہ لیا جائے تو سب کی بنیاد بھی بدگمانی نکلے گی۔ اور جب کسی سے اختلاف ہو جاتا ہے اس کے ہر عمل کے متعلق بدگمانی ہی کارفرما ہوتی ہے کہ اس کا ہر عمل کیسا ہی صحیح اور حق کیوں نہ ہو اس کا غلط محمل ہی تجویز کیا جاتا ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے:۔

(۲۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا وَفِیْ رِوَایَةٍ وَلَا تَنَافَسُوْا۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ (مشکوٰۃ شریف صـ ۴۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے اور (دوسروں کے عیوب کی) ٹوہ میں مت لگو نہ جاسوسی کرو نہ بیع میں بھاؤ بڑھا کر دھوکا دو، نہ ایک دوسرے سے حسد کرو نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو نہ (ایک دوسرے سے پشت پھیر کر) قطع تعلق کرو۔ اور بندگانِ خدا آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کسی چیز کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے کا مقابلہ نہ کرو۔ [1]

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فائدہ:۔ ان چیزوں میں کون سی ایسی ہے جو آج اختلاف ہو جانے کی صورت میں موجود نہیں ہوتی۔ اور اختلاف میں پڑ کر ان تمام محرمات کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

مخالف کی تکلیف پر اظہار خوشی

اپنے مخالف کو تکلیف پہونچ جائے یا وہ کسی رنج و مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو اس پر خوشیاں منائی جاتی ہیں اور اس کو اپنی مخالفت کی سزا سمجھی جاتی ہے۔

حدیث پاک میں ہے:۔

(۲۲) عَنْ وَاثِلَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُظْھِرُ الشَّمَاتَۃَ لِاَخِیْکَ فَیَرْحَمُہُ اللّٰہُ وَیَبْتَلِیْکَ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیْ (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۴)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی تکلیف پر خوشی مت ظاہر کرو۔ ممکن ہے کہ خدائے پاک اس پر رحم فرما دے اور تجھے اس تکلیف و مصیبت میں مبتلا کر دے

فائدہ:۔ کسی کی مصیبت پر خوش ہونے سے اندیشہ ہے کہ وہ خود اس مصیبت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

؎ یہ امور دنیوی کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ چونکہ مقابلہ میں دوسرے کو نقصان پہونچانے، زک دینے کی نیت بھی ہوتی ہے اس لئے منع فرمایا۔ دنیا حقیر ہے اس کے چاہنے والے بہت ہیں اس لئے اس کے حاصل کرنے کے مقابلہ میں ایک فریق سے دوسرے فریق کو تکلیف پہنچ جاتی ہے اور ملتی ہے ایک ہی کو اور کبھی کسی کو بھی نہیں ملتی۔ رہا آخرت کے طالبین کا معاملہ تو وہ اسکے برعکس ہے۔ آخرت اتنی بڑی ہے کہ کبھی بھی ختم نہ ہو اور ہر ایک کی آرزو سے زیادہ ملنے کے بعد بھی بچ جائے گی۔ لہٰذا اس کے حاصل کرنے میں مقابلہ ہو تو اس سے کسی فریق کو نقصان نہیں پہونچتا۔ اسی لئے فرمایا ہے وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۔

میں مبتلا نہ ہو جائے۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

کسی کی بے کسی کو مسکرا کر دیکھنے والے

تجھے تقدیر اس منزل پہ لے آئی تو کیا ہوگا

کسی کو مصیبت زدہ دیکھے تو یہ دُعا پڑھے

اسی لئے حدیث شریف میں دُعا بتائی گئی ہے کہ کسی کو مصیبت میں مبتلا دیکھے تو یہ دُعا پڑھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔ اس کی برکت سے انشاء اللہ اس مصیبت میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہے گا۔ جامع سنن الترمذی ص۴۹۳ ج۵ باب ۳۸ مطبوعہ بیروت

باہمی تعلّقات کی استواری اور فسادِ ذات البین

(۲۳) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّیَامِ وَالصَّدَقَةِ وَالصَّلٰوةِ قَالَ قُلْنَا بَلٰی قَالَ اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَیْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَیْنِ ھِیَ الْحَالِقَةُ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُد والترمذی (مشکوٰۃ شریف ص۴۲۸)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو روزہ، صدقہ اور نماز کے درجے سے بہتر ہے ہم نے عرض کیا ضرور، ارشاد فرمایا باہمی تعلقات کی درستگی اور باہمی فساد (دین کو) مونڈ دینے والا ہے۔

حسد و بغض

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے:۔

(۲۳) عَنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَبَّ اِلَیْکُمْ دَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَکُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ وَھِیَ الْحَالِقَۃُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰکِنْ تَحْلِقُ الدِّیْنَ رَوَاہُ احمد والترمذی (مشکوٰۃ شریف ص۴۲۷)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پچھلی اُمتوں کی بیماری تمہاری جانب بھی آہستہ آہستہ پہونچ گئی یعنی حسد اور بُغض مونڈ دینے والی خصلت ہے. میں یہ نہیں کہتا کہ بالوں کو مونڈ دیتی ہے بلکہ دین کو مونڈ دیتی ہے.

فائدہ:- پہلے گذر گیا کہ نا اتفاقی میں کتنے محرمات کا انسان ارتکاب کرتا ہے اور اپنا مخالف خواہ کیسی ہی حق بات کیوں نہ کہتا ہو اس کی تردید اور مخالفت گویا لازم ہے. اور جب حق کی تردید کرے گا تو دین کہاں باقی رہ جائے گا اعاذنا اللہ منہ

سہ صاف و شفاف تھی پانی کی طرح نیتِ دل کی
دیکھنے والوں نے دیکھا اسے گدلا کر کے

جب باہمی نزاع اور بُغض و دشمنی کا یہ حال ہے کہ دین برباد ہو جاتا ہے، جو لوگ دوستوں میں نا اتفاقی پیدا کرتے ہیں اور اس کو بڑی ہُنرمندی سمجھتے ہیں اس کا کیا حال ہوگا. حدیث شریف میں ایسے لوگوں کو بدترین بندے فرمایا گیا ہے.

بدترین لوگ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ وَاَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ رض اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خِیَارُ عِبَادِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اِذَا رُأُوْ ذُکِرَ اللّٰہُ وَشِرَارُ عِبَادِ اللّٰہِ الْمَشَّاؤُنَ

عبدالرحمٰن بن غنم اور اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے وہ ہیں کہ جب ان کو دیکھا جائے

بِالنَّمِیْمَۃِ اَلْمُفَرِّقُوْنَ بَیْنَ الْاَحِبَّۃِ اَلْبَاغُوْنَ الْبُرَاءَ اَلْعَنَتَ رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۵)

اللہ یاد آجائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چغلی لئے پھرتے ہیں جو دوستوں کے درمیان تفریق پیدا کرتے ہیں۔ اور جو لوگ (برائیوں سے) بری ہیں ان کے لئے مصیبت تلاش کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ اس کا آج خوب مشاہدہ ہو رہا ہے کہ جو حضرات یکسوئی سے دینی اہم خدمات میں مشغول ہیں ان کو بھی چین سے نہیں رہنے دیا جاتا۔ ان کو بھی میدان واکھاڑہ میں گھسیٹنے اور مصیبتوں میں پھنسانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ضبطِ غصّہ

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ خلافِ مزاج بات سامنے آنے پر انسان کو غصہ آتا ہے اور اس کو ضبط نہیں کر پاتا، زبان سے کیا کیا باتیں کہہ دیتا ہے جس سے اور زیادہ لڑائی ہو جاتی ہے۔ اور اگر یہ غصہ ضبط کر لیتا اور پھر سنجیدگی سے اس کا جواب دیدیتا تو ناگواری ختم ہو جاتی۔ لڑائی کی نوبت نہ آتی۔ اس لئے حدیث شریف میں ضبطِ غصہ کا حکم فرمایا ہے اور اس کو بڑی بہادری قرار دیا ہے۔ گویا غصہ ضبط کر لینا علاج ہے نزاع کے ختم ہونے کا نزاع سے بچنے کا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص۴۳۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ پہلوان وہ نہیں جو پچھاڑ دے پہلوان تو وہ ہے کہ غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔

فائدہ:۔ جب ناگوار بات پیش آئے اور غصہ آئے تو اس وقت اپنے نفس

پر قابو رکھے کہ غصہ کے تقاضہ پر عمل نہ کرے۔ جو کچھ خوب اس کے انجام کو سوچ لے اسکے بعد سنجیدگی کے ساتھ جواب دے۔ یہی بہت بڑی بہادری ہے، گو ہے بہت مشکل مگر جب انسان کوشش کرتا ہے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے ؎

مرد باید کہ ہراساں نہ شود　　مشکلے نیست کہ آساں نشود

اسی طرح جب بار بار یہ کوشش کرتا رہے گا تو انشاء اللہ غصہ کے وقت نفس پر قابو بھی حاصل ہو جائے گا۔ اسی کو خواجہ مجذوبؒ نے فرمایا ہے ؎

کر نفس کا مقابلہ ہاں بار بار تو　　سو مرتبہ بھی ہار کے ہمت نہ ہار تو

اس کو پچھاڑ کے بھی نہ پچھڑا ہوا سمجھ　　ہر وقت اس پچھیت سے رہ ہوشیار تو

خبر نہیں کب کس وقت کس طرح پینترا بدل کر حملہ کردے اس لئے اس سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ ایک حدیث پاک میں ہے:۔

(۲۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجَرَّعَ عَبْدٌ اَفْضَلَ مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ يَكْظِمُهَا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ. رَوَاهُ اَحْمَد (مشکوٰۃ شریف ۴۳۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی بندہ نے کوئی گھونٹ نہیں پیا جو اس غصہ کے گھونٹ سے بہتر ہو جسے خدائے پاک کی خوشنودی کی خاطر پی گیا ہو

ایک اور حدیث شریف میں ہے:۔

(۲۸) عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَزَنَ لِسَانَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهٗ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلَى اللّٰهِ قَبِلَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کی پردہ پوشی فرماتے ہیں اور جو شخص اپنے غصہ

اللہُ عنہ رَوَاہُ البیھقی فی شعب الایمان۔
(مشکوٰۃ شریف صـ۴۳۴)

کو روکے گا اللہ تعالیٰ قیامت میں اس سے اپنے غصہ کو دور رکھے گا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف عذر خواہی کرے گا اللہ پاک اس کے عذر کو قبول فرمائیں گے۔

ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے:۔

(۲۹) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اِنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ ذٰلِکَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ رَوَاہُ الْبُخَارِیْ
(مشکوٰۃ شریف صـ۴۳۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے وصیت کی درخواست کی۔ ارشاد فرمایا غصہ نہ کرنا، اس نے کئی مرتبہ یہی درخواست کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار یہی ارشاد فرماتے رہے، غصہ نہ کرنا۔

غیبت کا سُننا

بعض حضرات محتاط ہوتے ہیں وہ غیبت کسی کی نہیں کرتے، زبان کو محفوظ رکھتے ہیں، لیکن ان کے سامنے کوئی کسی کی غیبت کرتا ہے برائی کرتا ہے تو وہ اسکی باتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ہم نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے:۔

(۳۰) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اُغْتِیْبَ عِنْدَہٗ اَخُوْہُ الْمُسْلِمُ وَھُوَ یَقْدِرُ عَلٰی نَصْرِہٖ فَنَصَرَہٗ نَصَرَہُ اللہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی مدد پر قادر ہے

فَإِنْ لَمْ يَنْصُرْهُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ أَدْرَكَهُ اللّٰهُ بِهٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ. رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ.

(مشکوٰۃ شریف)

اور اس کی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت میں مدد فرمائے گا۔ اور اگر وہ اس کی مدد پر قادر ہونے کے باوجود اس کی مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے دنیا و آخرت میں اس کی پکڑ فرمائے گا۔

فائدہ:- مدد کرنا یہ ہے کہ اس کو غیبت کرنے سے منع کردے یا اس کے سامنے اس کی جس کی یہ غیبت کررہا ہے تعریف کردے کہ اس میں یہ خوبی ہے یہ خوبی ہے۔ اور مدد نہ کرنا یہ ہے کہ خاموش بیٹھا سنتا رہے۔

قدرت ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس کو منع کرنے سے ناقابلِ تحمل تکلیف پہونچنے کا اندیشہ نہ ہو یا اور کوئی دینی و دنیوی ضرر کا اندیشہ نہ ہو۔ پس اگر اس قسم کے ضرر کا اندیشہ ہو اور زبان نہ کھول سکتا ہو تو یہ جو ہر شخص کر سکتا ہے کہ وہاں سے اُٹھ کر چلا جائے۔ بالفرض ایسی ہی کوئی صورت ہے کہ اُٹھ کر بھی نہیں جا سکتا تو دل سے مکروہ جانے۔ ــــ اور جہاں تک ہو کانوں کو ادھر سے غافل رکھے تو ان شاء اللہ اس صورت میں پکڑ نہیں ہوگی۔

سُنی سُنائی بات بیان کرنا

اختلافات میں بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے محض گمان سے یا صریحًا اپنی طرف سے بنا کر ایک دوسرے کی طرف باتیں منسوب کردیتے ہیں اور دوسرے لوگ ان سُنی سُنائی باتوں پر اعتماد کرلیتے ہیں اور وہ دوسروں سے بیان کرتے ہیں دوسرے لوگ ان کی باتوں پر یقین کرلیتے ہیں اور اس سے بدگمان ہوجاتے ہیں۔ اس سے بڑے فتنے ہوتے ہیں اس کا علاج یہی ہے کہ سُنی سُنائی باتوں پر اعتماد

نہ کیا جائے، اس کی تحقیق کی جائے، بلا تحقیق ان پر اعتماد کرنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ بات کہنے والے سے ثبوت مانگے اور اس کو جھوٹا قرار دینے کی کوشش کرے۔

(۳۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۲۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد منقول ہے کہ کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات بیان کرے۔

فائدہ:۔ یعنی بلا تحقیق سنی سنائی بات بیان کرنا جھوٹ ہی میں شامل ہے اور اس پر جھوٹ ہی کا گناہ ہوتا ہے۔ اور خاص کر جبکہ اس کے جھوٹ ہونے کا بھی گمان ہو مگر اس سے اپنے مخالف کی تحقیر و تذلیل ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو جھوٹ جاننے کے باوجود آگے کو چلتا کر دیتے ہیں۔ دوسری حدیث میں اس کو دو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا فرمایا ہے۔ آج ہم لوگ سنی سنائی باتوں سے بڑے بڑے مشائخ سے بدگمان ہو جاتے ہیں اور تحقیق کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے اور اختلافات کے مضبوط قلعوں کی بنیاد ان ہی سنی سنائی باتوں پر قائم کرتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ۔

دل میں کدورت نہ ہونا

حدیث پاک میں ارشاد ہے:۔

(۳۲) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا بُنَیَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِیَ وَلَیْسَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بیٹا اگر تم قدرت رکھتے

فِیْ قَلْبِکَ غِشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ یَا بُنَیَّ وَ ذٰلِکَ مِنْ سُنَّتِیْ وَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَ مَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِیْ الْجَنَّۃِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیْ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۰)

ہو کہ صبح شام اس حال میں کرو کہ تمہارے دل میں کسی کی طرف کچھ کھوٹ (کینہ کپٹ) نہ ہو تو ایسا کر لیا کرو. پھر ارشاد فرمایا بیٹا یہ میری سُنّت ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنّت میں میرے ساتھ ہوگا.

فائدہ :- معلوم ہوا کہ دل کی صفائی کہ کسی کی طرف کینہ نہ ہو کتنا اونچا عمل ہے. اور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ممتاز اور محبوب طریقہ ہے. ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے لَا یُبَلِّغُنِیْ اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِیْ عَنْ اَحَدٍ شَیْئًا فَاِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَیْکُمْ وَ اَنَا سَلِیْمُ الصَّدْرِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤد مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۱۲.

میرے اصحاب میں سے کوئی کسی کی (برائی کی) کوئی بات مجھ تک نہ پہونچایا کرے. میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے اس حالت میں ملوں کہ دل (سب کی طرف سے) صاف ہو. (کسی کی طرف سے دل میں کدورت نہ ہو)

اور اس پر کتنا بڑا وعدہ ہے جو کیا ہی مر مٹنے کی چیز ہے. اور اس میں گویا حُسنِ خاتمہ کی بشارت بھی ہے. اور دل اگر صاف ہو تو پھر نہ بدگمانی ہو نہ نزاع اور اگر کوئی بات سامنے آئے تو اس کا کوئی صحیح محمل بھی تجویز ہو سکتا ہے. پس اس کی انتہائی کوشش کی جائے. دل میں اگر کسی کی طرف سے کدورت ہو جائے تو جلد اس کو ختم کرنے کی کوشش کرے. صاحبِ واقعہ سے تحقیق کرے اور دل کی صفائی کرے، ملنے جُلنے سے صفائی ہوتی رہتی ہے اور بدگمانیاں کم پیدا ہوتی ہیں بلکہ پیدا ہی نہیں ہوتیں.

ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنا

(۳۴) عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا عَائِشَۃُ اِیَّاکِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَاِنَّ لَہَا مِنَ اللّٰہِ طَالِبًا رَوَاہُ ابن ماجہ والدارمی۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۵۸)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عائشہ (معمولی) گناہوں سے بھی بچنا بلاشبہ اللہ پاک کی طرف سے اس پر بھی پکڑ ہے۔

فائدہ:- ہم لوگ تو کبائر سے نہیں چوکتے بلکہ کبائر کو بھی معمولی سمجھتے ہیں جو بہت خطرناک ہے۔ اور یہاں معمولی گناہوں سے بھی بچنے کا حکم ہے۔

دوسری حدیث شریف میں ہے:-

(۳۵) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنَّکُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا ھِیَ اَدَقُّ فِیْ اَعْیُنِکُمْ مِنَ الشَّعْرِ کُنَّا نَعُدُّھَا عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ یَعْنِیْ الْمُھْلِکَاتِ رَوَاہُ الْبُخَارِیْ (مشکوٰۃ شریف ص۴۵۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا۔ بیشک تم ایسے اعمال کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے زیادہ باریک ہیں (یعنی بہت معمولی ہیں) ہم ان کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مہلکات میں سے شمار کرتے تھے۔ یعنی ان اعمال میں سے شمار کرتے تھے جن کی وجہ سے آدمی ہلاکت میں پڑجاتا ہے۔

فائدہ:- پس جن گناہوں کو ہم معمولی سمجھتے ہیں وہ بھی انتہائی خطرناک ہیں۔ ان سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہے۔ آگ کی معمولی چنگاری بھی گھر بھر بلکہ

پوری بستی کو جلانے کے لئے کافی ہوتی ہے اس کو معمولی جان کر برداشت نہیں کیا جاتا۔ یہی حال گناہ کا بھی ہے۔ ایک معمولی گناہ بعض دفعہ گھرانوں بلکہ شہروں ملکوں کو تباہی میں ڈال دیتا ہے۔

جھگڑے کا ترک کرنا

(۳۲) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْكِذْبَ وَھُوَ بَاطِلٌ بُنِیَ لَہٗ فِیْ رَبَضِ الْجَنَّۃِ وَمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَھُوَ مُحِقٌّ بُنِیَ لَہٗ فِیْ وَسْطِ الْجَنَّۃِ وَمَنْ حَسُنَ خُلُقُہٗ بُنِیَ لَہٗ فِیْ اَعْلَاھَا۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جھوٹ کو ترک کردے حالانکہ وہ باطل ہی ہوتا ہے اس کے لئے جنت کے ابتدائی حصہ میں مکان بنا دیا جاتا ہے اور جو شخص حق ہوتے ہوئے جھگڑے کو ترک کردے اس کے لئے جنت کے درمیانی حصہ میں مکان بنا دیا جاتا ہے۔ اور جو شخص حسنِ اخلاق اختیار کرے اس کے لئے جنت کے اعلیٰ حصہ میں مکان بنا دیا جاتا ہے۔

فائدہ:۔ آج جھگڑا ختم کرنے میں اپنی توہین سمجھتے ہیں اس لئے خواہ کتنا ہی دینوی واُخروی نقصان ہوجائے، جھگڑا چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے گھر کے گھر اس ضد کی وجہ سے تباہ و برباد ہوجاتے ہیں۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جو جھگڑا ترک کردیا کرے کہ دُنیا میں بھی اس کے وبال سے بچے اور آخرت میں جنت کے اعلیٰ محل کا انعام حاصل کرے۔

مذمتِ کبر

ان تمام جھگڑوں، فسادات کا سرچشمہ تکبّر و بڑائی ہے بلکہ تکبّر ہی تمام بُرائیوں، اخلاقِ رذیلہ، امراضِ باطنی کی اصل اور جڑ ہے۔ اسی وجہ سے اس کو اُمّ الامراض کہا جاتا ہے۔ کبر کے بارے میں حدیثِ پاک میں ارشاد ہے:-

(۳۷) عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِیْمَانٍ وَلَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ کِبْرٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ (مشکوٰۃ شریف ص۴۳۳)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جہنم میں کوئی ایسا شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو۔ اور نہ جنت میں کوئی ایسا شخص داخل ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی کبر ہو۔

ایک دوسری حدیثِ پاک میں ہے:-

(۳۸) عَنْ عَمْرِ و بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُحْشَرُ الْمُتَکَبِّرُوْنَ اَمْثَالَ الذَّرِّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فِیْ صُوَرِ الرِّجَالِ یَغْشَاھُمُ الذُّلُّ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ یُسَاقُوْنَ اِلٰی سِجْنٍ فِیْ جَھَنَّمَ یُسَمّٰی بُوْلَسَ تَعْلُوْھُمْ نَارُ الدُّنْیَا

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے منقول ہے کہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا متکبّروں کو قیامت کے دن چیونٹیوں کے مثل انسانوں کی صورتوں میں جمع کیا جائیگا ہر طرف سے ذلّت (ورسوائی) ان کو ڈھانپے ہوئے ہوگی جہنم میں قیدخانہ جس کا نام

يُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ اَهْلِ النَّارِ طِيْنَةِ الْخَبَالِ رَوَاهُ التِّرمِذِی۔
مشکوٰۃ شریف ص۴۳۳

بولس ہے کی طرف ان کو ہانک کر لے جایا جائے گا. سخت ترین آگ اوپر چڑھی ہوئی ہوگی. دوزخیوں کے جسم کا نچوڑ یعنی پیپ وغیرہ ان کو پلایا جائے گا جس کو طینۃ الخبال بھی کہتے ہیں.

فائدہ :۔ غور فرمائیں کہ جس کبر کا انجام یہ ہو اس سے کیا فائدہ، کچھ دن دُنیا میں اگر اپنی بڑائی کا اظہار ہو ہی گیا اس سے کیا حاصل، جب آخرت میں یہ ذلّت و رسوائی ہوگی جب انجام کو بار بار سوچیں گے تو ان شاء اللہ غرور جاتا رہے گا. اسی طرح یہ سوچیں کہ جو نعمتیں جوانی، تندرستی، عقل، علم، مال و دولت، مرتبہ میرے پاس ہیں یہ میری اپنی ذاتی تو نہیں، اللہ پاک کی عطا کی ہوئی ہیں. نہ ان کے عطا ہونے میں میرے اپنے کسی کمال کو دخل ہے. پھر ان پر کیوں غرور کیا جائے. پھر جو دینے پر قادر ہے وہ واپس لینے پر بھی قادر ہے کہ جب چاہے ان نعمتوں کو واپس لے لے. پھر غرور سے کیا فائدہ. جب یہ چیز بار بار سوچیں گے تو ان شاء اللہ غرور جاتا رہے گا. اعاذنا اللہ منہ.

تواضع اور کبر

اس حدیثِ پاک کے مضمون کو بھی دل میں جمائیں.

(۳۹) عَنْ عُمَرَ رضی قَالَ هُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا اَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوْا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برسرِ منبر ارشاد فرمایا لوگو تواضع اختیار کرو بلاشبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو ارشاد فرماتے سُنا ہے کہ جو

فِیْ نَفْسِہٖ صَغِیْرٌ وَّفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرٌ وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ صَغِیْرٌ وَّفِیْ نَفْسِہٖ کَبِیْرٌ حَتّٰی لَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْھِمْ مِنْ کَلْبٍ اَوْ خِنْزِیْرٍ (مشکوٰۃ شریف ص۴۳۴)

اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کر دیتے ہیں کہ وہ اپنی نظر میں چھوٹا ہو جاتا ہے لوگوں کی نظروں میں بڑا (سب اس کی تعظیم کرتے ہیں) اور جو بڑائی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دیتے ہیں کہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہے جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا رہتا ہے حتیٰ کہ لوگوں کے نزدیک کتے اور خنزیر سے بھی زیادہ ذلیل ہو جاتا ہے۔

انجامِ ظلم

ظلم سے دُنیا میں تو بربادی آتی ہی ہے آخرت میں اس کا انجام اور زیادہ خطرناک ہے کہ ظلم کرنے والے کی نیکیاں ان لوگوں کو دیدی جائیں گی جن پر اس نے ظلم کیا تھا۔ اور جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے۔

حدیث پاک میں ارشاد ہے:۔

(۴۰) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَتْ لَہٗ مَظْلَمَۃٌ لِاَخِیْہِ مِنْ عِرْضِہٖ اَوْ شَیْئٍ فَلْیَتَحَلَّلْہُ مِنْہُ الْیَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا یَکُوْنَ دِیْنَارٌ وَّلَا دِرْھَمٌ اِنْ کَانَ لَہٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت منقول ہے کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے بھائی پر ظلم کیا ہو اس کی آبروریزی وغیرہ یا اور کچھ تو وہ اس کو اس سے آج حلال کرالے (حق ادا کردے یا معاف

بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِي (مشکوٰۃ شریف ص۴۳۵)

کرالے) اس سے قبل کہ (وہاں) نہ دینار ہوگا نہ درہم، اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو وہ اس کے ظلم کے بقدر اس سے لے لیا جائے گا (اور جس پر ظلم کیا تھا اس کو دیدیا جائے گا) اور اگر نیک اعمال نہیں ہوں گے تو مظلوم کی برائیاں لے کر ظالم پر ڈالدی جائیں گی۔

ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے:۔

(۴۱) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوْا اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّاْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَصِيَامٍ وَزَكٰوةٍ وَيَاْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص۴۳۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جانتے ہو مفلس کون ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جواب دیا۔ مفلس ہم میں وہ کہلاتا ہے جس کے پاس نہ پیسہ ہو نہ سامان۔ ارشاد فرمایا۔ مفلس میری امت میں وہ شخص ہے جو قیامت میں (خوب) نماز، روزہ، زکوٰۃ لے کر آئے گا، مگر ساتھ ساتھ یہ بھی کہ اس کو گالی دی ہوگی اور اس کو تہمت لگائی ہوگی اور اس کے مال کو کھایا ہوگا اور اس کا ناحق خون بہایا ہوگا اور اس کو مارا ہوگا، اس کی نیکیاں مظلوموں کو بانٹ دی جائیں گی۔ کچھ اس کو دیدی جائیں گی کچھ اُس کو دیدی جائیں گی۔ اگر

اس کی نیکیاں ان حقوق کی ادائیگی سے قبل جو اس کے ذمہ ہیں ختم ہو جائیں گی تو ان (صاحب حقوق لوگوں کی) خطائیں لے کر اس پر ڈالدی جائیں گی پھر اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

فائدہ:۔ کتنی حسرت و افسوس کا مقام ہو گا کہ زندگی بھر کی ساری کمائی ساری عبادتیں دوسروں کو دیدی جائیں گی اور دوسروں کے گناہوں کا وبال اس کے سر ڈال کر جہنم میں پھینکدیا جائے گا۔ اللّٰہم احفظنا۔

ظالم کی مدد

بعض لوگ خود تو ظلم نہیں کرتے مگر ظالموں کی مدد کرتے ہیں جس سے ظلم کو تقویت ہوتی ہے حالانکہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظالم ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے:۔

(۲۴) عَنْ اَوْسِ بْنِ شُرَحْبِیْلَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ مَشٰی مَعَ ظَالِمٍ لِیُقَوِّیَہٗ وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ۔ رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ (مشکوٰۃ شریف ص)

حضرت اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ ارشاد فرما رہے تھے جو شخص ظالم کے ساتھ اس کی مدد کے لئے چلتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے یقیناً وہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔

فائدہ:۔ جس طرح ظلم حرام ہے اسی طرح ظلم کی مدد بھی حرام ہے اور عموماً انسان ظلم کو تو سمجھتا ہے کہ ناجائز ہے حرام ہے مگر ظلم کی مدد کو ناجائز نہیں سمجھتا اور حرام کو حرام نہ جاننے بلکہ حلال اعتقاد کرنے سے اسلام جاتا

رہتا ہے۔ اور چونکہ حرام نہیں جانتا اس لئے توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔
اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ۔

مظلوم کی بددُعا

ایک حدیث پاک میں ہے:۔

(۴۳) عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکَ وَدَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّمَا یَسْأَلُ اللّٰہَ تَعَالٰی حَقَّہٗ وَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّہٗ رَوَاہُ الْبَیْہَقِیْ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۳۵ و ص۴۳۶)

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل فرمایا۔ مظلوم کی بددُعا سے بچ۔ پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے حق کا سوال کرتا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی حق والے کا حق نہیں روکتا۔

فائدہ:۔ یعنی اللہ پاک نے اپنی رحمت سے مظلوم کی مدد کرنا اپنے اوپر لازم فرمالیا ہے۔ مظلوم جب دُعا یا بددُعا کرتا ہے تو گویا اپنے حق کا سوال کررہا ہے اور اللہ پاک صاحبِ حق کا حق نہیں روکتے، اس کی دُعا ضرور قبول کی جاتی ہے۔ ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ مظلوم کی بددعا اور عرشِ الٰہی کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ اس لئے اس سے ضرور بچنا چاہیئے۔ اور اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ کسی پر ظلم ہی نہ کیا جائے۔ اور اگر اتفاق سے ہو جائے تو فوراً معافی تلافی کرلی جائے۔ اس طرح کہ اس کا حق ادا کردیا جائے تاکہ اس کا دل صاف ہو جائے۔ محض رسمی معافی (کہ صرف زبانی ہوتی ہے اور انداز بھی معافی کا نہیں ہوتا نہ دل میں احساس نہ معاملہ میں تبدیلی) کافی نہیں اور اس کا کچھ اعتبار نہیں، کوشش یہ کی جائے کہ اس کا دل خوش ہو جائے۔ ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

معافی:۔ اگر ظالم کو ظلم کرنے کے بعد ندامت ہو گئی اور ظلم سے باز آ گیا اور عہد کرتا ہے کہ آئندہ ظلم نہیں کرے گا اور معافی طلب کرتا ہے تو مظلوم کو چاہیئے کہ معاف کردے کہ معاف کرنے سے اس کا مرتبہ اللہ پاک کے نزدیک بہت بلند ہو جائے گا۔ اور معاف نہ کرنے سے گنہگار ہوگا۔ حدیث پاک میں ہے۔

(۴۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوْسَى بْنُ عِمْرَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا رَبِّ مَنْ أَعَزُّ عِبَادِكَ عِنْدَكَ قَالَ مَنْ إِذَا قَدَرَ غَفَرَ (مشکوٰۃ شریف ۴۳۴)

حضرت ابو ہریرہ رض نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا اے رب تیرے نزدیک تیرے بندوں میں زیادہ باعزت کون لوگ ہیں فرمایا جو قدرت ہوتے ہوئے معاف کردے۔

(۴۵) عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اعْتَذَرَ إِلَى أَخِيْهِ فَلَمْ يَعْذِرْهُ أَوْ لَمْ يَقْبَلْ عُذْرَهُ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ خَطِيْئَةِ صَاحِبِ مَكْسٍ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَقَالَ الْمَكَّاسُ الْعَشَّارُ (ص ۴۲۹ مشکوٰۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے بھائی سے عذر خواہی کرے اور وہ اس کا عذر قبول نہ کرے۔ (اس کو معاف نہ کرے) اس پر ناحق ٹیکس وصول کرنے والے کے مثل گناہ ہوگا۔

اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:۔ یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ رحمۃ للعالمین صلعم نے کیسے سخت ظالموں اور شدید مجرموں کو معاف فرما دیا جو سب قتل کئے جانے کے مستحق تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انتقام پر پوری قدرت بھی تھی۔ بلکہ کبھی اپنی ذات کے لئے دونوں جہان کے بادشاہ آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقام لیا ہی نہیں۔ حدیث شریف میں ہے وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا أَنْ يُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ بِهَا. متفق علیہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی کچھ بھی انتقام نہیں لیا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی کسی حرمت کو توڑا جاتا تو اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا انتقام لیتے۔ یہی طریقہ اکابر اولیاء اُمت کا ہمیشہ رہا ہے۔

امام مالکؒ کا واقعہ

امام مالکؒ کے ساتھ بعض حاسدوں نے سخت مار پیٹ کی۔ خلیفہ وقت سزا دینا چاہتا تھا۔ حضرت امام مالکؒ نے سواری پر سوار ہو کر شہر میں اعلان کیا میں نے ان سب کو معاف کیا، کسی کو سزا دینے کا کوئی حق نہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کا واقعہ

امام احمد بن حنبل رحؒ کے خلیفہ کوڑے لگواتا۔ امام صاحب ہر روز معاف کر دیتے۔ پوچھا گیا کیوں معاف کر دیتے ہیں۔ فرمایا میری وجہ سے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی اُمتی کو قیامت میں عذاب ہو اس میں میرا کیا فائدہ ہے۔

ابراہیم بن ادہمؒ کا واقعہ

حضرت ابراہیم بن ادہم رحؒ کے سپاہی نے جوتے مارے۔ بعد میں اس کو معلوم ہوا کہ یہ بہت بڑے بزرگ ہیں، اس نے معافی چاہی۔ فرمایا دوسرا جوتہ مارنے سے پہلے پہلا معاف کر دیتا تھا۔ اکابر کے حالات سے تاریخ بھری ہوئی ہے۔

عالمگیرؒ کا دشمن کے ساتھ حسنِ سلوک

عالمگیر رحؒ کی جنگ شیواجی سے ہو رہی ہے

کر اس کا راشن ختم ہو گیا۔ اماں سے مشورہ کیا۔ اماں نے کہا عالمگیر رہ سے مشورہ کر۔ اس نے کہا وہی تو دشمن ہے۔ کہا دشمن ضرور ہے مگر دین کا پابند ہے۔ مسلمانوں کے دین میں ہے اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ[1] مشورہ صحیح دیا جائے۔ اس لئے مشورہ صحیح دے گا۔ چنانچہ مشورہ کیا راشن ختم ہوگیا کیا کروں فرمایا صلح کرلو پھر تیاری کرو۔ جب تیاری ہو جائے اس کے بعد جنگ کرنا۔ کہا کیا آپ صلح کریں گے۔ فرمایا ہاں۔ کہا کب تک کے لئے۔ جواب دیا دس برس تک کے لئے اور عالمگیر رہ نے لشکر کو واپسی کا حکم دیا۔ وزیروں نے پوچھا ایسا کیوں کیا؟ فرمایا قرآن شریف میں ہے اَلصُّلْحُ خَیْرٌ کہا پھر دس برس کی مہلت کیوں دی۔ جواب دیا۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ پر دس برس کے لئے ہی صلح فرمائی تھی۔ اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع ہی میں کامیابی ہے۔

بعض دُنیاداروں کا واقعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ

تحریر فرماتے ہیں۔ خیر القرون اور اسلاف کا ذکر نہیں۔ میں نے قریب ہی زمانہ کے اپنے خاندانی بزرگوں کے قصے کثرت سے سُنے ہیں کہ آپس میں جائدادی قصوں میں مقدمہ بازی ہے مگر کیرانہ تحصیل میں جو کاندھلہ سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ہے اکثر دونوں فریق ایک ہی بہل میں چلے جاتے تھے۔ جس فریق نے اپنی بہل جوڑ والی دوسرا بھی اسی میں چلا گیا۔ انہی واقعات کے سلسلہ میں ایک عجیب بات سُنی ہے کہ دو عزیزوں میں طویل مقدمہ بازی تھی، ایک عرصہ تک مقدمہ چلتا رہا۔ اسی دوران میں مدعا علیہ کا انتقال ہو گیا

---

[1] مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳

مدعی نے مرحوم کی اہلیہ کے پاس کہلا بھیجا کہ میری لڑائی بھائی سے تھی۔ تم جیسے ان کی چھوٹی تھیں میری بھی چھوٹی ہو تم سے کوئی جھگڑا نہیں۔ کاغذات ارسال ہیں، جو تم طے کر دوگی اور تجویز کر لوگی وہی مجھے منظور ہے۔ اسی صدی کا قصہ ہے، اور دنیاداروں کا واقعہ ہے۔ کیا آج کل دیندار کہلانے والے بھی ایسا کرتے ہیں یا کر سکتے ہیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ ہم لوگوں کی مساعی بجائے تخریب کے تعمیر میں خرچ ہوتیں۔ (الاعتدال ص۳۰)

شاہجہاں کی بلند حوصلگی

شاہجہاں نے قندھار فتح کیا، کچھ عرصہ بعد شاہ عباس صفوی والیٔ ایران نے موقع پاکر اس پر قبضہ کر لیا۔ ۱۰۵۱ھ میں شاہ عباس کا انتقال ہو گیا اس کا نوجوان شہزادہ عباس ثانی تخت نشین ہوا۔ موقع تھا کہ اس قدرتی انقلاب سے فائدہ اٹھایا جاتا۔ چنانچہ دارا شکوہ نے اس کی درخواست کی۔ مگر شاہجہاں کی اس بلند ہمتی کی نظیر مشکل سے ملے گی کہ اس نے جواب دیا:

"ایک لڑکے کی سلطنت پر جس کے باپ کی حال ہی میں وفات ہوئی ہو اور جس کی حکومت نے ابھی استحکام نہ حاصل کیا ہو، حملہ کرنا سلاطینِ نیک سیرت کے رویہ کے مخالف ہے[۱]"

شاہانِ خاندانِ مغلیہ کے یہاں سخت سے سخت دشمن گرفتار کر کے لایا گیا جس پر قابو پانے کے لئے کروڑوں روپیہ اور بے شمار جانیں ضائع کی جا چکی تھیں لیکن جب وہ مغلوب ہو کر سامنے آیا تو فاتح کا مستانہ نعرہ یہ ہوتا تھا ۔

در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست

---

[۱] تاریخ ہندوستان ص۳۰۲ جلد۲، علماء ہند کا شاندار ماضی ص۲۳۴ جلد اول

اگر دوبارہ بغاوت کرتا اور پھر مغلوب ہوکر ندامت کا اظہار کرتا تو نشاط فتح میں نہایت تمکنت سے کہدیا جاتا ؎ ایں درگہ ما درگہ نا امیدی نیست
جیسا کہ جب شیواجی نے دوسری مرتبہ عالمگیر کے سامنے ندامت کا اظہار کیا تو عالمگیر نے یہی جواب دیا تھا۔ یہ بادشاہ کہا کرتے تھے کہ ہم زمین میں خدا کا سایہ ہیں مگر اس کے معنیٰ ان کے عقائد کے بموجب صرف یہ تھے کہ جس طرح خداوند عالم ارحم الراحمین ہے ہمیں دنیا میں اس کی مخلوق کے لئے پیکرِ رحم بن کر رہنا چاہیے۔
(علماءِ ہند کا شاندار ماضی ۳۳۸ ج۱)

اختلاف رائے

سطورِ بالا سے قرآن واحادیث کی روشنی میں معلوم ہوگیا کہ اتحادِ اُمت کتنا ضروری اور اہم ہے اور افتراقِ اُمت کتنا مضر اور مہلک ہے۔ باقی اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان بھی اختلاف ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان بھی بہت سے مسائل میں اختلاف ہے۔ بعد کے علماء ومشائخ میں بھی نظریاتی اختلاف ہمیشہ سے رہا ہے۔ یہ کیوں اور کیا یہ اتحادِ اُمت کے خلاف نہیں۔ اس کیلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رح مفتیٔ اعظم پاکستان کی تحریر پیش کردی جائے۔ فرماتے ہیں :۔

سب سے پہلے میں یہ واضح کردینا چاہتا ہوں کہ نظری مسائل میں آراء کا اختلاف نہ مضر ہے نہ اس کے مٹانے کی ضرورت ہے نہ مٹایا جاسکتا ہے۔ اختلافِ رائے نہ وحدتِ اسلامی کے منافی ہے نہ کسی کے لئے مضر۔ اختلاف رائے ایک فطری وطبعی امر ہے جس سے نہ کبھی انسانوں کا کوئی گروہ خالی رہا

نہ رہ سکتا ہے، کسی جماعت میں ہر کام اور ہر بات میں مکمل اتفاقِ رائے صرف دو صورتوں میں ہو سکتا ہے، ایک یہ کہ ان میں کوئی سوجھ بوجھ والا انسان نہ ہو جو معاملہ پر غور کر کے کوئی رائے قائم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس لئے ایسے مجمع میں ایک شخص کوئی بات کہدے تو دوسرے سب اس پر اس لئے اتفاق کر سکتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی رائے اور بصیرت ہی نہیں۔

یا اس صورت میں مکمل اتفاقِ رائے ہو سکتا ہے کہ مجمع کے لوگ ضمیر فروش اور خائن ہوں کہ ایک بات کو غلط اور مضر جانتے ہوئے محض دوسروں کی رعایت سے اختلاف کا اظہار نہ کریں۔

اور جہاں عقل بھی ہو اور دیانت بھی یہ ممکن نہیں کہ ان میں اختلافِ رائے نہ ہو اس لئے اس کو اپنی ذات کے اعتبار سے مذموم نہیں کہا جا سکتا۔ اور اگر حالات و معاملات کا صحیح جائزہ لیا جائے تو اختلافِ رائے اگر اپنی حدود کے اندر ہے تو وہ کبھی کسی قوم و جماعت کے لئے مضر نہیں ہوتا بلکہ بہت سے مفید نتائج پیدا کرتا ہے۔ اسلام میں مشورہ کی تکریم اور تاکید فرمانے کا یہی منشاء ہے کہ معاملہ کے متعلق مختلف پہلو اور مختلف آراء سامنے آجائیں تو فیصلہ بصیرت کے ساتھ لیا جا سکے۔ اگر اختلافِ رائے مذموم سمجھا جائے تو مشورہ کا فائدہ ہی ختم ہو جائے۔

صحابہ کرام رضؓ و تابعین میں اختلافِ رائے اور اس کا درجہ

انتظامی اور تجرباتی امور میں تو اختلافِ رائے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں آپؐ کی مجلس میں بھی ہوتا رہا اور خلفاءِ راشدین اور عام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد میں امورِ انتظامیہ کے علاوہ جب نئے نئے حوادث اور شرعی مسائل سامنے آئے جن کا قرآن و حدیث میں صراحۃً ذکر نہ تھا۔ یا قرآن کی ایک آیت کا دوسری آیت سے یا ایک

حدیث کا دوسری حدیث سے بظاہر تعارض نظر آیا اور ان کو قرآن و سُنت کی نصوص میں غور کرکے تعارض کو رفع کرنے اور شرعی مسائل کے استخراج میں اپنی رائے اور قیاس سے کام لینا پڑا تو ان میں اختلافِ رائے ہوا جس کا ہونا عقل و دیانت کی بناء پر ناگزیر تھا۔ اذان اور نماز جیسی عبادتیں جو دن میں پانچ مرتبہ میناروں اور مسجدوں میں ادا کی جاتی ہیں ان کی بھی جزوی کیفیات میں اس مقدس گروہ کے افراد کا خاصا اختلاف نظر آتا ہے۔ اور اختلافِ رائے پر باہمی بحث و مباحثہ میں بھی کوئی کمی نظر نہیں آتی۔ ایسے ہی غیر منصوص یا مبہم معاملات حلال و حرام، جائز و ناجائز میں بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آراء کا اختلاف کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں۔ پھر صحابہ کرام رض کے شاگرد حضراتِ تابعین کا یہ عمل بھی ہر اہلِ علم کو معلوم ہے کہ ان میں سے کوئی جماعت کسی صحابی کی رائے کو اختیار کرلیتی تھی اور کوئی ان کے مقابل دوسری جماعت دوسرے صحابی رض کی رائے پر عمل کرلیتی تھی۔ لیکن صحابہؓ و تابعینؒ کے اس پورے خیر القرون میں اس کے بعد ائمہ مجتہدین اور ان کے پیروؤں میں کہیں ایک واقعہ بھی اس کا سننے میں نہیں آیا کہ ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق کہتے ہوں یا کوئی مخالف فرقہ اور گروہ سمجھ کر ایک دوسرے کے پیچھے اقتداء کرنے سے رد کتے ہوں یا کوئی مسجد میں آنے والا لوگوں سے یہ پوچھ رہا ہو کہ یہاں کے امام اور مقتدیوں کا اذان واقامت کے صیغوں میں قرأت، فاتحہ، رفع یدین وغیرہ میں کیا مسلک ہے۔ ان اختلافات کی بناء پر ایک دوسرے کے خلاف جنگ و جدل یا سب و شتم، توہین، استہزاء اور فقرہ بازی کا تو ان مقدس زمانوں میں کوئی تصور ہی نہ تھا۔

امام ابن عبدالبر قرطبی نے اپنی کتاب "جامع بیان العلم" میں سلف کے باہمی اختلافات کا حال الفاظِ ذیل میں بیان کیا ہے:۔

عَنْ يَحْيَىٰ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ مَا بَرِحَ أَهْلُ الْفَتْوَىٰ يُفْتُوْنَ فَيُحِلُّ هٰذَا وَيُحَرِّمُ هٰذَا فَلَا يَرَى الْمُحَرِّمُ الْمُحِلَّ هَلَكَ لِتَحْلِيْلِهِ وَلَا يَرَى الْمُحِلُّ أَنَّ الْمُحَرِّمَ هَلَكَ لِتَحْرِيْمِهِ۔

(جامع بیان العلم صنٰ۸)

یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ ہمیشہ اہلِ فتویٰ فتوے دیتے رہے۔ ایک شخص (غیر منصوص احکام میں) ایک چیز کو حلال قرار دیتا ہے دوسرا حرام کہتا ہے لیکن نہ حرام کہنے والا یہ سمجھتا ہے کہ جس نے حلال ہونے کا فتویٰ دیا وہ ہلاک اور گمراہ ہوگیا۔ اور نہ حلال کہنے والا یہ سمجھتا ہے کہ جس نے حرام ہونے کا فتویٰ دیا وہ ہلاک اور گمراہ ہوگیا

اسی کتاب میں نقل کیا ہے کہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فقیہ مدینہ حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مختلف فیہ مسئلہ کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ ان دونوں آرار میں سے آپ جس پر عمل کرلیں کافی ہے کیونکہ دونوں طرف صحابہ کرام رض کی ایک جماعت کا اسوہ موجود ہے۔

(جامع بیان العلم)

ایک شبہ اور جواب

یہاں اصولِ دین اور اسبابِ اختلاف سے ناواقف لوگوں کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ شریعتِ اسلام میں ایک چیز حلال بھی ہو اور حرام بھی ہو، جائز بھی ہو ناجائز بھی ہو۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں میں سے ایک غلط اور ایک صحیح ہوگی۔ پھر دونوں جانب کا یکساں احترام کیسے باقی رہ سکتا ہے جس کو ایک آدمی غلط سمجھتا ہے اس کو غلط کہنا عین دیانت ہے۔

جواب یہ ہے کہ کلام مطلق حلال وحرام اور جائز و ناجائز میں نہیں، کیونکہ

قرآن و سُنّت کے منصوصات اور تصریحات کے اعتبار سے کچھ چیزیں واضح طور پر حرام ہیں جیسے سُود، شراب، جوُا، رشوت وغیرہ ان میں دو رائے نہیں ہوسکتیں، اور نہ سلف صالحین کا ان میں کہیں اختلاف ہو سکتا تھا۔ اور ان میں اختلاف کرنا تو دین کے بیّنات اور واضح نصوص کا انکار کرنا باتفاقِ اُمّت گمراہی اور الحاد ہے اور جو ایسا کرے اس سے بیزاری اور برأت کا اعلان کرنا عین تقاضائے ایمان ہے، اس میں رواداری ممنوع ہے۔

یہ رواداری کی تلقین اور اختلافِ رائے کے باوجود اپنے مخالف کی رائے کا احترام صرف ایسے مسائل میں ہے جو یا تو قرآن و سُنّت میں صراحۃً مذکور نہیں یا مذکور ہیں مگر ایسے اجمال یا ابہام کے ساتھ کہ ان کی تشریح و تفسیر کے بغیر ان پر عمل نہیں ہو سکتا۔ یا دو آیتوں یا دو روایتوں میں بظاہر کچھ تعارض نظر آتا ہے۔ ان سب صورتوں میں مجتہد عالم کو قرآن و سُنّت اور تعاملِ صحابہؓ وغیرہ میں غور و فکر کرکے یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ اس کا منشاء اور مفہوم کیا ہے اور اس سے کیا احکام نکلتے ہیں۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ ایک عالم مجتہد اصولِ اجتہاد کے مطابق قرآن و سُنّت اور تعاملِ صحابہ وغیرہ میں غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچے کہ فلاں کام جائز ہے اور دوسرا عالم مجتہد ان ہی اصولوں میں پورا غور و فکر کرکے اس کے ناجائز ہونے کو صحیح سمجھے۔ ایسی صورت میں یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجر و ثواب کے مستحق ہیں، کسی پر کوئی عتاب نہیں۔ جس کی رائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح ہے اس کو دوہرا اجر و ثواب اور جس کی صحیح نہیں اس کو ایک اجر ملے گا۔ اس سے بعض اہلِ علم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اجتہادی اختلافات میں دونوں متضاد قول حق و صحیح ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں، تمام احکام، عبادات و معاملات سے اللہ تعالیٰ کا مقصود کوئی خاص

کام نہیں، بلکہ بندوں کی اطاعت شعاری کا امتحان ہے۔ جب دونوں نے اپنی اپنی غور و فکر اور قوتِ اجتہاد شرائط کے ساتھ خرچ کرلی تو دونوں اپنا فرض ادا کر چکے دونوں صحیح جواب ہیں۔ مگر جمہورِ امت اور ائمۂ مجتہدین کی تحقیق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تو ان دونوں میں سے کوئی ایک حق و صحیح ہوتا ہے تو جو لوگ اپنے اجتہاد سے اس حق کو پالیں وہ ہر حیثیت سے کامیاب اور دوہرے اجر کے مستحق ہیں۔ اور جو مقدور بھر کوشش کے باوجود اس حد تک نہ پہونچیں تو معذور ہیں ان پر کوئی ملامت نہیں بلکہ ان کے سعی و عمل کا ایک اجر ان کو بھی ملتا ہے۔ (وحدتِ اُمت) آج ہم لوگ غور کریں کہ غیر منصوص مسائل میں اختلافِ رائے کی وجہ سے دوسرے فریق پر بے دھڑک گمراہ اور فاسق بے دین ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی تحریر سے واضح ہوگیا کہ نظری، غیر منصوص مسائل میں اختلافِ رائے لازمی اور ضروری ہے۔ اور دیانت داری کے ساتھ جو جس رائے کو حق سمجھتا ہے اس کو وہی اختیار کرنی چاہیے۔ استہزاء، دتمسخر کرنا جائز نہیں، چہ جائیکہ کوئی فریق کسی فریق کو باطل یا گمراہ و فاسق قرار دے کہ اس کی کسی طرح شریعتِ اسلامیہ میں کوئی گنجائش نہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طرزِ عمل اختلافِ رائے میں پیش کردیا جائے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

سیاسی مسائل میں مشاجرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فتنہ، تکوینی حکمتوں کے ماتحت پیش آیا۔ آپس میں تلواریں بھی چل گئیں مگر عین اسی

فتنہ کی ابتداء میں جب امام مظلوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ باغیوں کے نرغے میں محصور تھے اور یہی باغی نمازوں میں امامت کراتے تھے تو امام مظلوم نے مسلمانوں کو ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ اور عام ضابطہ یہ بتادیا کہ اِذَا هُمْ اَحْسَنُوا فَاَحْسِنْ معهم وَاِنْ هُمْ اَسَاءُوا فَاجْتَنِبْ اِسَاءَتَهُمْ[1]۔ یعنی جب وہ لوگ کوئی نیک کام کریں اس میں ان کے ساتھ تعاون کرو۔ اور جب کوئی برا کام اور غلط کام کریں اس سے اجتناب کرو۔ اس ہدایت کے ذریعہ اپنی جان پر کھیل کر مسلمانوں کو قرآنی ارشاد تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کی صحیح تفسیر بتادی اور باہمی انتشار وافتراق کا دروازہ بند کردیا۔

حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما

اور اسی فتنہ کے آخر میں جبکہ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان میدانِ جنگ گرم تھا۔ روم کی عیسائی سلطنت کی طرف سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ ملانے اور ان کی مدد کرنے کا پیغام ملا۔ قیصر روم نے حضرت معاویہ رض کو خط لکھا کہ تم کو حضرت علی رض نے ستا رکھا ہے۔ تمہاری مدد کے لئے میں فوج بھیجدوں۔

قیصر روم کے خط کا جواب اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب لکھا۔ ”اے نصرانی کتے! میرے اور علی رض کے درمیان جو اختلاف ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ یاد رکھ کہ اگر تو نے حضرت علی رض کی طرف ترچھی نگاہ سے دیکھا تو سب سے پہلے علی رض کے لشکر کا

[1] مشکوٰۃ شریف ص۶۲

سپاہی بن کر تیری آنکھیں پھوڑنے والا معاویہ ہو گا۔"

قیصرِ رُوم نے مسلمانوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر ان پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا، حضرت معاویہ رض کو اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے قیصر کے نام خط لکھا:۔

"اگر تم نے اپنا ارادہ پورا کرنے کی ٹھان لی ہے تو میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اپنے ساتھی (حضرت علی رض) سے صلح کر لوں گا۔ پھر تمہارے خلاف ان کا جو لشکر روانہ ہوگا اس کے ہراول دستہ میں شامل ہو کر قسطنطنیہ کو جلا ہوا کوئلہ بنا دوں گا اور تمہاری حکومت کو گاجر مولی کی طرح اکھاڑ پھینکوں گا۔" (تاج العروس ج۲ ص۲ مادہ اصطفلین)

اسی طرح حضرت معاویہ رض سے منقول ہے کہ انھوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ علی رض مجھ سے بہتر اور مجھ سے افضل ہیں۔ اور میرا ان سے اختلاف صرف حضرت عثمان رض کے قصاص کے مسئلہ میں ہے۔ اور اگر وہ خونِ عثمان رض کا قصاص لے لیں تو اہلِ شام میں ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا سب سے پہلے میں ہوں گا۔ (البدایہ والنہایہ ج۷ ص۲۵۹) (فضائلِ صحابہ رض ص۵۱)

حضرت علی رض سے استفسار

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی حکومت میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص ابن خیبری نے اپنی بیوی سے کسی کو زنا کرتے دیکھ لیا، صبر نہ ہو سکا اس کو قتل کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے پاس مقدمہ پہونچا، ان کی کچھ سمجھ میں نہ آیا، کیا فیصلہ فرما دیں، قاتل کی سزا قصاص۔ لیکن یہ قتل جن حالات میں پیش آیا وہ بھی بالکل نظر انداز کرنا مشکل۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، کو لکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، سے اس بارے میں مسئلہ تحقیق کر کے لکھیں (مؤطا امام مالک) کیا ہم بھی اپنے کسی سیاسی مخالف کے سامنے جہل کا اقرار کر سکتے ہیں، کسی مسئلہ میں جو باہمی نزاعی نہ ہو اس کی طرف

رجوع کر سکتے ہیں۔ ہمارے سیاسی مخالف کا نہ کوئی قول معتبر ہے نہ وہ اس قابل ہے کہ کوئی شخص کسی مسئلہ میں اس کی طرف رجوع کرے (الاعتدال)

حضرت علیؓ کے اوصاف

ابو صالح نے بیان کیا کہ ایک روز ضرار بن ضمرہ کنانی حضرت امیر معاویہ رضؓ کے پاس آئے تو آپ نے ضرار سے کہا کہ علی کے کچھ اوصاف بیان کرو۔ انھوں نے کہا امیر المومنین مجھے معاف رکھیں۔ آپ نے کہا نہیں آپ بیان کرو۔ ضرار نے کہا جب کچھ بتانا ہی ضروری ہے تو سنیں :

بخدا وہ ایک بلند نظر دور اندیش اور ایک طاقت ور انسان تھے ان کی بات فیصلہ کن اور حکم عادلانہ ہوتا تھا۔ ان کے اطراف و جوانب سے علم و حکمت کے چشمے پھوٹتے تھے۔ دنیا اور اس کی رنگینیوں سے دور رہ کر رات کی تاریکیوں سے مانوس رہتے تھے۔ واللہ وہ بہت روتے تھے اور سوچ میں غرق رہتے تھے اپنی ہتھیلیاں الٹتے پلٹتے تھے اور اپنے آپ سے باتیں کیا کرتے تھے۔ موٹا جھوٹا لباس اور غذا پسند کرتے تھے۔ بخدا ! ہمیں جیسے ایک آدمی نظر آتے تھے۔ ان کے پاس جب ہم جاتے تو وہ ہمیں قریب رکھتے اور ہماری باتوں کا جواب دیتے۔ لیکن اتنے قرب کے باوجود ان کی ایسی ہیبت تھی کہ ہم ان سے بات نہیں کر پاتے تھے وہ مسکراتے تو موتیوں جیسے دانت نظر آتے۔ وہ دین داروں کی تعظیم کرتے اور فقراء و مساکین سے محبت رکھتے۔ کوئی طاقت ور آدمی ان سے کسی غلط کام کرنے کی بات نہیں سوچ سکتا تھا اور کوئی کمزور آدمی ان کے عدل سے کبھی مایوس نہ ہوتا تھا۔

میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ شب کی تاریکیوں میں انھیں بعض مواقع پر میں نے دیکھا کہ محراب کے اندر اپنی داڑھی پکڑے ہوئے اس بے چینی سے تڑپ

رہے ہیں جیسے انھیں بچھونے ڈنک مار دیا ہو اور کسی غم زدہ و ستم رسیدہ شخص کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہے ہیں۔ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ اس وقت بھی ان کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔ اے میرے پروردگار! اے میرے پالنہار! اس کے حضور وہ گریہ وزاری کر رہے ہیں۔ اور دُنیا سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں۔ تم میرے پاس آ رہی ہو، تم مجھ پر نظریں جما رہی ہو۔ افسوس! افسوس! جاؤ، کسی دوسرے کو دھوکہ دو۔ میں نے تمہیں تین طلاق دیدی ہے۔ تمہاری عمر مختصر، تمہاری محفل ذلیل وحقیر اور تمہارا فائدہ بہت کم ہے۔ آہ! آہ! توشہ راہ کتنا قلیل، سفر کتنا طویل اور راستہ کتنا وحشت ناک ہے۔''

یہ سُنکر (حضرت) امیر معاویہؓ اپنے آنسو ضبط نہ کرسکے اور ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی جسے وہ اپنی آستین سے پونچھتے رہے اور حاضرین کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ (حضرت) امیر معاویہ رضؓ نے فرمایا، ابوالحسن (علیؓ) ایسے ہی تھے، اللہ ان پر رحم فرمائے۔ پھر انھوں نے پوچھا ضرار! تمہیں ان کا کتنا غم ہے؟ ضرار نے جواب دیا۔ اتنا ہے جیسے کسی کا کوئی اپنا آدمی خود اسی کی گود میں ذبح کر دیا جائے جس سے اس کے آنسو نہ تھمیں اور نہ اس کا غم سکون پائے۔ یہ کہہ کر اٹھے اور واپس چلے گئے۔''

(الحلیۃ از ابو نعیم صـ۸۴ ج ۱ والاستیعاب از ابن عبدالبر صـ۴۴ ج ۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ، کی شہادت پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، کا رونا

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، کو خبر پہونچی کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ، شہید کر دیے گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، رونے لگے۔ ان کی بیوی نے کہا اب روتے ہو حالانکہ اُن سے تم نے جنگ کی ہے۔ حضرت معاویہ رضؓ نے فرمایا، تجھ پر افسوس ہے، کیسی

باتیں کرتی ہے مجھے نہیں معلوم آج علم و فضل اور فقہ لوگوں کے ہاتھوں سے جاتا رہا۔
(البدایہ ص۱۳ ج ۸) فضائل صحابہ ص۳۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا اپنے مخالفین کے ساتھ برتاؤ

جنگ جمل کتنی سخت لڑائی ہوئی تھی کہ تقریباً بیس ہزار آدمی اس لڑائی میں قتل ہوئے (تاریخ الخمیس) لیکن جب معرکہ شروع ہو رہا تھا اور دونوں طرف سے گھمسان کی لڑائی شروع ہونے کو تھی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ صف سے آگے بڑھے اور مدِ مقابل جماعت میں سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہٗ کو آواز دی وہ بھی اپنی صف سے آگے بڑھے دونوں نے معانقہ کیا اور دونوں روئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا تمہیں کس چیز نے مجبور کیا کہ تم یہاں مقابلہ پر آگئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کے خون کے بدلے نے۔ دونوں حضرات میں گفتگو ہوتی رہی۔ یہ ایسے دو مخالفوں کا برتاؤ ہے جو ایک دوسرے کے مقابلہ میں تلواریں نکالے ہوئے بالکل تیار بیٹھے تھے (کتاب الامامۃ والسیاسۃ) اس کے بعد معرکہ ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی جماعت کو فتح ہوئی۔ دوسری جماعت کے بہت سے افراد قید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی جماعت کے بعض افراد نے اصرار کیا کہ ان قیدیوں کو قتل کیا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے قبول نہیں فرمایا بلکہ ان سے دوبارہ بیعت لیتے رہے اور معاف کرتے رہے۔ ان مغلوبین کے مال کو غنیمت قرار دیا لیکن ان کی جانوں کو قیدی بنانے سے انکار فرما دیا۔ لوگوں نے اس پر بھی اصرار کیا کہ جب ان کے مال غنیمت بنائے گئے تو جانیں بھی قیدی بنائی جائیں حضرت علی رضی اللہ عنہٗ اولاً انکار فرماتے رہے۔ آخر اپنی جماعت کے اصرار پر ارشاد فرمایا کہ اچھا بتاؤ کہ اپنی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو باندی بنا کر

اپنے حصہ میں لینے پر تم میں سے کون تیار ہے۔ انھوں نے عرض کیا نستغفر اللہ یعنی ہم اللہ سے مغفرت چاہتے ہیں یہ تو ہو نہیں سکتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا وَ اَنَا استغفر اللہ (میں بھی اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں)

کسی نے جنگِ جمل میں آپ کے مخالفین کے بارے میں سوال کیا، کیا وہ مشرک ہیں۔ آپ نے فرمایا شرک سے تو وہ بھاگے ہی تھے (تب ہی تو وہ اسلام میں داخل ہوئے) اس نے پھر پوچھا کیا وہ منافق ہیں؟ آپ نے فرمایا منافقین اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے ذکر میں مشغول رہنے والے ہیں۔ اس کے بعد اس نے سوال کیا، پھر وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا! ہمارے بھائی ہیں جنھوں نے ہم سے بغاوت کی (جس کی وجہ سے مجبوراً جنگ کرنی پڑی) سنن بیہقی ج۸ ص۱۷۳ فضائل صحابہ ص۱۰۷

کیا ہم بھی اپنے کسی مخالف کا کوئی احترام باقی رکھتے ہیں۔ دشمنی اور مقابلہ میں تلوار اٹھانا بہت بڑی چیز ہے۔ کیا ہم معمولی سا خلاف کرنے والے کا بھی اتنا احترام رکھتے ہیں جتنا یہ حضرات مقابلہ میں تلوار اٹھانے والے کا رکھتے تھے۔

اس کے بعد دیکھا کہ مقتولین میں محمد بن طلحہ پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اللہ تم پر رحم فرمائے تم بڑے عبادت گذار، شب بیدار، تمام رات نماز پڑھنے والے تھے، سخت سے سخت گرمی میں کثرت سے روزے رکھنے والے تھے (کتاب الامامۃ)

حضرت علی رضؓ اور حضرت عائشہ رضؓ کا سلوک

اس لڑائی کے خاتمہ پر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ زخمی ہو کر گرا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جلدی سے کہا۔ دیکھو (ام المومنینؓ) کو کوئی تکلیف تو نہیں پہونچی (طبری) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرفدار تھے

جلدی سے بڑھے۔ دریافت کیا کہ کوئی تکلیف تو نہیں پہونچی۔ اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود ہودج کے پاس تشریف لے گئے۔ فرمایا اماں جان کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ اللہ جل شانہ تمہاری غلطی کو معاف فرمائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری بھی مغفرت فرمائے۔ (طبری)

حضرت عائشہ رضہ کے لشکر کو شکست ہوئی۔ امیرالمومنین حضرت علی رضہ نے حکم دیا کہ حضرت عائشہ رضہ کا ہودج اونٹ کے اوپر کا کجاوہ جس میں پردہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضہ تشریف رکھتی تھیں مقتولین کے درمیان سے اُٹھا لیا جائے اور ان کے لئے خیمہ لگایا جائے اور خود حاضر ہوکر خیریت پوچھی (البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۴۳ ج ۷)

حضرت عائشہ رضہ کو سلام کیا انھوں نے بھی مرحبا کہا۔ وہاں ایک عورت صفیہ نامی موجود تھی اس نے حضرت علی رضہ کو خطاب کرکے کہا تیری اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ یتیم کرے جیسا کہ تو نے میری اولاد کو یتیم کیا۔ اس نے دوبارہ یہی الفاظ کہے۔ حضرت علی رضہ نے اس کی بات ان سنی کردی اور خاموشی سے تشریف لے آئے۔ کسی نے عرض کیا امیرالمومنین! خاموشی سے گذرے چلے جارہے ہیں! آپ نے سُنا نہیں یہ عورت کیا کہہ رہی ہے۔ حضرت علی رضہ نے فرمایا ہمیں یہ حکم ہے کہ مشرک عورتوں سے بھی تعرض نہ کریں۔ پھر مسلمان عورتوں سے کیونکر درگذر نہ کریں۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۴۵ ج ۷)

فضائل صحابہ صفحہ ۶۰

اسی موقع پر ایک شخص نے آکر عرض کیا امیرالمومنین دو آدمی دروازہ پر کھڑے ہیں۔ حضرت عائشہ رضہ کو بُرا کہہ رہے ہیں۔ حضرت علی رضہ نے قعقاع بن عمرو کو حکم دیا کہ دونوں آدمیوں کو تعزیراً سو سو کوڑے لگائیں۔ (حوالہ بالا)

جب حضرت عائشہ رضہ روانہ ہونے لگیں تو حضرت علی رضہ نے ان کے قافلے کے لئے سواریوں کا انتظام کیا اور زادِ راہ کھانا پینا و دیگر سامان فراہم کرکے دیا اور

بصرہ کی چالیس عورتیں ان کے ساتھ کیں۔ جب روانگی کا وقت آیا تو حضرت علی رض خود بنفسِ نفیس دروازہ پر تشریف لائے اس وقت اور بھی بہت سے افراد موجود تھے۔ حضرت عائشہ رض نے سب کو رخصت کیا اور سب کو دعا دی۔ حضرت علی رض نے فرمایا کہ ہمارے درمیان یہ ایک واقعہ پیش آگیا تھا جو اپنوں میں کبھی پیش آجاتا ہے (ہم ایک دوسرے کی فضیلت کے منکر نہیں ہیں) بلاشبہ یہ دنیا و آخرت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔ پھر حضرت علی رض ان کے ساتھ بطور مشایعت چند میل تک چلتے رہے اور اپنے لڑکوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ آج کا دن بھر سفر گذاریں (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۴۵، ۲۴۶ فضائل صحابہ ص ۶۸)

یہ تھا مخالفوں کے ساتھ معاملہ اور یہ تھی مقابلین کی عزت افزائی۔ ہم لوگوں کو اپنے کسی حریف پر تسلط حاصل ہو جائے تو ہمارا کیا برتاؤ ہے۔ کسی مخالف پر غلبہ حاصل ہو جائے تو اس کی جان و مال آبرو کوئی چیز بھی ایسی ہے جس پر ہم رحم کر سکتے ہیں۔ (الاعتدال ص ۲۳)

حضرت علی بن یاسر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما

حضرت علی بن یاسر رض جو جنگِ جمل میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے موقف کے خلاف تھے۔ ان کے سامنے کسی نے حضرت صدیقہ رض کے بارے میں کچھ کہا تو آپ نے غصہ کے عالم میں اسے ڈانٹا، چپ ہو جا بھو نکنے والے قبیح آدمی کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب زوجہ کو ایذا پہونچانا چاہتا ہے؟ وہ جنت میں بھی آپ کی زوجہ محترمہ رہیں گی، انھوں نے امن کی راہ اختیار کی۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں آپ کی محبوب زوجہ ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ ہمارا امتحان لیا کہ ہم ان کی اطاعت کرتے ہیں یا خدا کی۔ (کنز العمال ج ۷ ص ۱۶۶ و حیات الصحابہ ج ۲ ص ۱۴)

اس سے بلند نمونۂ ادب اور کیا ہو سکتا ہے؟ جو ایسے انسانوں نے پیش کئے، جن کے درمیان مشیت خداوندی سے آپس میں شمشیر زنی اور نیزہ بازی ہو چکی تھی لیکن جو نور انھوں نے شمع نبوت سے پایا تھا وہ ان کے دلوں میں جگمگا تا رہا جس سے کینہ اور بغض و حسد کی ظلمتیں ان کے قریب نہ آ سکیں اور آداب و اختلاف کی اتنی عظیم الشان مثالیں انھوں نے پیش فرما دیں۔ فالحمد للہ (اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب)

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا طرزِ عمل

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت عمر رضؓ کو کچھ ناگوار بات کہدی۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا۔ اے میرے بھائی میرے لئے مغفرت طلب کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، غصہ ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، نے کئی مرتبہ اس بات کا اعادہ کیا۔ پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کا غصہ ٹھنڈا نہ پڑا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، نے اس بات کا تذکرہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ حضرت رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا بھائی تم سے سوال کرتا ہے کہ تم اس کے لئے مغفرت طلب کرو اور تم ایسا نہیں کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے عرض کیا۔ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے کہ کوئی مرتبہ ایسا نہیں ہوا کہ انھوں نے مجھ سے اپنے لئے استغفار کرائی ہو اور میں نے استغفار نہ کی ہو۔ اور اللہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی آپ کے بعد مجھے ان سے زیادہ محبوب نہیں۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، نے کہا۔ اور قسم اس ذات کی جس نے حق دے کر آپ کو بھیجا ہے، آپ کے بعد ان سے زیادہ مجھے بھی کوئی محبوب نہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے میرے ساتھی کے بارے میں تکلیف مت دو۔ اسلئے کہ مجھے اللہ پاک نے ہدایت اور دینِ حق دیکر بھیجا تھا۔ تم لوگوں نے کہا کہ تم جھوٹ

کہتے ہو۔ اور ابو بکر رضؓ نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ اور اگر اللہ پاک نے ان کا نام صاحب نہ رکھا ہوتا تو میں ان کو اپنا خلیل بنالیتا، لیکن اللہ کے لئے بھائی بندی ہے سُن لو مسجد میں سے ہر دریچی بند کردی جائے مگر ابن ابی قحافہ رضؓ کو دریچی باقی رہنے دی جائے (حیات الصحابہ ص۵۰۶)

حضرت عائشہ صدّیقہ اور حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا طرزِ عمل۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے قریب بلایا اور کہا ہمارے آپس میں بہت سی دفعہ وہ باتیں ہوئیں جو سوکنوں میں ہوتی ہیں۔ اللہ میری اور تمہاری ان معاملات میں مغفرت کرے جو ہوئے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ان سب باتوں کی مغفرت کرے اور تجاوز کرے، اور ان سب باتوں سے بری الذمہ کرے۔ یہ سُنکر اُمّ حبیبہ رضؓ نے کہا۔ تم نے مجھ کو خوش کیا اللہ تمہیں خوش کرے اور اسی طرح ام حبیبہ رضؓ نے ام سلمہ رضؓ کو بلایا اور ان سے بھی اسی جیسی بات کہی۔ (حیات الصحابہ ص۵۰۸ حصہ ۲ اردو)

حضرت ابو بکر صدّیق اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما

شعبی کہتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں ان کے پاس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، اور ان کے پاس آنے کی اجازت طلب کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اے فاطمہ رضؓ! یہ حضرت ابو بکر رضؓ تمہارے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہے ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ کیا آپ کو پسند ہے کہ میں انھیں اندر آنے کی اجازت دوں! حضرت علی رضی اللہ عنہ، نے کہا ہاں۔ انھوں نے اجازت دی، چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

اندر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضؓ کو راضی کر رہے تھے اور فرمایا خدا کی قسم! میں نے گھر اور مال اور اہل اور خاندان محض اللہ کی رضا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کو راضی کرنے اور تم اہلِ بیت کو راضی کرنے کے لئے چھوڑا ہے اور اس کے بعد پھر انھیں منایا یہاں تک کہ حضرت فاطمہ رضؓ راضی ہوگئیں۔ (حوالہ بالا)

حضرت سیدنا حسین بن علی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

طبرانی میں ہے کہ حضرت رجاء بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں تھا حُسنِ اتفاق سے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا انھوں نے سلام کیا۔ ہم سب نے سلام کا جواب دیا لیکن حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ، خاموش رہے۔ جب قوم سلام کا جواب دے کر چپ ہوگئی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ نے بآوازِ بلند کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اس کے بعد حضرت ابن عمر رضؓ نے قوم کی طرف توجہ کی اور کہا۔ کیا تم میں سے نہ بتاؤں کہ آسمان والوں کے نزدیک زمین والوں میں کون زیادہ محبوب ہے؟ قوم نے کہا ضرور بیان کرو۔ حضرت ابن عمر رضؓ نے کہا وہ خدا کی قسم یہی جوان (حسین بن علی رضی اللہ عنہ) ہے۔ جنگِ صفین کی راتوں کے بعد نہ میں نے اس جوان سے بات کی ہے اور نہ اس نے مجھ سے۔ خدا کی قسم! اگر یہ مجھ سے راضی ہو جائے تو یہ بات مجھے اُحد پہاڑ کے برابر (سونے) سے زیادہ محبوب ہے ان سے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ، نے کہا کیا تم علی الصباح ان کے پاس نہ چلوگے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ضرور چلوں گا۔ چنانچہ ایک دوسرے سے صبح چلنے کا وعدہ ہوا۔

رجاء رضؓ کہتے ہیں کہ میں بھی ان دونوں کے ساتھ چلا۔ حضرت ابو سعید رضؓ نے اندر آنے کی اجازت چاہی، انھیں اجازت دی تو ہم داخل ہوئے اور انھوں نے

حضرت ابن عمر رضہ کے لئے، داخل ہونے کی اجازت طلب کی اور برابر کوشش کرتے رہے یہاں تک کر حضرت حسین رضہ نے انھیں بھی داخلہ کی اجازت دی اور وہ اندر آئے۔ جب حضرت حسین رضہ نے انھیں دیکھا تو ان کے لئے جگہ خالی کی۔ یہ حضرت حسین رضہ سے ذرا ہٹ کر بیٹھ رہے تھے لیکن انھیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف کھینچا لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، اور بیٹھے نہیں۔ جب حضرت حسین رضہ نے یہ بات دیکھی تو حضرت ابو سعید رضہ سے تنہائی میں بات کی اور حضرت ابو سعید رضہ کے لئے جگہ دی۔ حضرت ابو سعید رضہ ان دونوں کے درمیان بیٹھ گئے اور حضرت ابو سعید رضہ نے سرگذشت سنائی۔ تو حضرت حسین رضہ نے پوچھا کیا اسی طرح ہے اے ابن عمر! کیا تم جانتے ہو کہ میں تمام زمین والوں میں آسمان والوں کے نزدیک زیادہ محبوب ہوں۔ حضرت ابن عمر رضہ نے کہا ہاں! رب کعبہ کی قسم بے شک آپ زمین والوں میں آسمان والوں کے نزدیک زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت حسین رضہ نے دریافت کیا تو پھر تمہیں کس چیز نے آمادہ کیا تھا کہ تم نے مجھ سے اور میرے باپ سے یوم صفین میں جنگ وجدال کیا۔ خدا کی قسم! میرا باپ مجھ سے بھلا تھا۔ کہا ہاں یہی بات ہے، لیکن (میرے باپ) حضرت عمر رضہ نے میری شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی اور کہا تھا کہ عبداللہ دن بھر روزے رکھتا ہے اور راتوں کو عبادت کرتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نماز بھی پڑھا کر اور سویا بھی کر۔ روزے بھی رکھ اور افطار سے بھی رہ اور (اپنے باپ) عمر رضہ کا کہنا مان۔ پس جب یوم صفین ہوا۔ خدا کی قسم! انھوں نے مجھے قسم دے کر شریک کیا نہ تو میں نے ان کی جماعت میں اضافہ کیا اور نہ میں نے ان کے ساتھ رہ کر تلوار سونتی اور نہ میں نے کوئی نیزہ مارا اور نہ کوئی تیر چلایا۔ یہ سن کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کیا تمھیں اس بات کا علم نہیں کہ جہاں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا

بے شک میں جانتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں۔ گویا کہ انھوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بات مان لی (حیاۃ الصحابہ ص۵۱ ج۲ حصہ ۶ اردو)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس منبر پر چڑھا اور میں نے کہا کہ میرے باپ کے منبر سے اُتر جائیے اور اپنے باپ کے منبر پر بیٹھئے۔ حضرت عمر رض نے فرمایا میرے باپ کے لئے کوئی منبر نہ تھا اور مجھے اپنے پاس بٹھا لیا۔ جب منبر سے اُترے مجھے اپنے مکان لے گئے اور مجھ سے پوچھا۔ اے میرے بیٹے تجھے یہ کس نے سکھایا ہے میں نے کہا مجھے یہ کسی نے نہیں سکھایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بیٹے! کاش تو ہمارے پاس آمد و رفت رکھے تو بڑا اچھا ہے۔ میں ایک دن ان کے پاس گیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے خلوت میں کچھ کہہ رہے تھے۔ اور حضرت ابن عمر رض دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے ان کو اندر جانے کی اجازت نہ ملی تھی میں لوٹ آیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور فرمایا۔ اے میرے بیٹے! میں نے تجھے نہیں دیکھا کہ تم میرے پاس آئے ہو۔ میں نے کہا میں آیا تھا اور آپ حضرت معاویہ رض سے خلوت میں باتیں کر رہے تھے اور میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ واپس ہوئے تھے میں بھی واپس ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم عبد اللہ بن عمر رض کی بہ نسبت اجازت دینے جانے کے زیادہ حقدار تھے۔ دیکھو یہ سرفرازی جس کو تم دیکھ رہے ہو، اللہ نے عطا فرمائی ہے اور اس کے بعد تم لوگوں نے اور اپنا ہاتھ ان کے سر پر رکھا۔ (حیاۃ الصحابہ رض ص۵۳ ج۲ حصہ ۶ اردو)

حضرت علی اور حضرت عمران بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت ابو حبیبہ رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی رض کی خدمت میں حضرت عمران بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا، جب کہ آپ اصحاب جمل سے فارغ ہو چکے تھے، ابو حبیبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمران رضی اللہ عنہ کے لئے انھوں نے مرحبا کہی۔ اور انھیں اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ پاک مجھ کو اور تیرے والد کو ان لوگوں میں سے کرے جن کے بارے میں اللہ پاک نے فرمایا:۔

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ

ترجمہ:۔ اوران کے دلوں میں جو کینہ تھا وہ سب دور کر دیں گے (سورۂ حجر رکوع) کہ سب بھائی بھائی کی طرح (الفت و محبت سے) رہیں گے۔ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا اے میرے بھتیجے! فلاں عورتوں کا کیا حال ہے؛ فلاں عورتوں کا کیا حال ہے؟ اور ان سے ان کے باپ کی اُم ولد تک کو پوچھا۔ اس کے بعد فرمایا، میں نے ان برسوں میں تمہاری زمین پر اس لئے قبضہ کیا ہے ایسا نہ ہو کر لوگ اس پر لوٹ ڈال لیں، اے فلاں! انکے ساتھ ابن قرظہ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ انھیں ان برسوں کا غلّہ دے اور ان کی طرف ان کی زمین کو واپس کرے۔ راوی کہتے ہیں کہ دو آدمی ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک ان میں سے حارث اعور رض تھے۔ ایک نے ان میں سے کہا اللہ ان سے زیادہ انصاف کرنے والا ہے۔ ہم ان لوگوں سے لڑیں اور وہ جنت میں ہمارے بھائی ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سنکر فرمایا، تم کھڑے ہو اور اللہ پاک کی دور دراز زمین میں جا کر آباد ہو جاؤ۔ اس شخص کے کہنے کا مصداق میرے اور طلحہ رض کے

علاوہ اور کون ہو سکتا ہے، اے میرے بھتیجے! جب تجھے کوئی حاجت پیش آئے تو ہمارے پاس آیا کر۔ (حیاتُ الصحابہ صفحہ ۵۴۲ ج ۲ حصہ ۲ اردو)

حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کی طرف سے لوگوں پر کچھ خفیہ مقرر تھے، چنانچہ یہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ کچھ لوگ جمع ہوئے اور آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی۔ یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور ان لوگوں کی طرف آدمی بھیجا۔ اور وہ لائے گئے۔ آپ نے فرمایا۔ اے قوم کے شریر لوگو! اے قبیلہ کے شریر لوگو! اے صاف لوگوں میں فساد ڈالنے والو۔ انھوں نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ کس لئے ایسا فرما رہے ہیں، ہم نے کیا کیا ہے؟ پھر بھی آپ نے تین مرتبہ ان کلمات کا اعادہ کیا اور فرمایا۔ تم نے مجھ میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں تفریق کیسے کی؟ اس ذات کی قسم کہ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ میرے لئے جنت میں (کاش) وہ مقام ہوتا جہاں حضرت ابوبکرؓ کو آنکھوں کے سامنے دیکھوں۔ (حیات الصحابہ صفحہ ۵۴۳ ج ۲ اردو)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا نبی اکرمؐ کے بعد اس اُمت میں سب سے بہتر حضرت ابوبکرؓ ہیں جس نے میری اس گفتگو کے بعد خلاف کیا وہ مفتری ہے اور اس پر وہی سزا جاری کی جائیگی جو افترا کرنیوالے پر جاری کی جاتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ یہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام اُمت میں سب سے بہتر ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو دُرہ سے مارنا شروع کیا۔ اور کہہ رہے تھے کہ اس نے اوّل سے آخر تک جھوٹ کہا ہے۔ بے شک حضرت ابوبکرؓ مجھ سے اور میرے باپ سے اور تجھ سے اور تیرے باپ سے بہتر تھے (حیات الصحابہ صفحہ ۵۴۴ ج ۲ اردو)

حضرت علی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما

ابو زنا د رضی اللہ عنہٗ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے پوچھا کہ مہاجرین اور انصار کو کیا ہوا کہ انھوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہٗ کو آگے کر دیا حالانکہ آپ ان کی بہ نسبت مناقب میں زیادہ کامل ہیں. اور اسلام لانے اور صلح جوئی میں ان سے پیش پیش اور سبقت لے جانے والے اعمال میں ان سے آگے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا اگر تو قریشی ہے تو اللہ سے استعاذہ کر (یعنی اس بات کے کہنے سے اللہ کی پناہ پکڑ) اس شخص نے کہا بہت اچھا، حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا اگر مومن اللہ کی پناہ میں نہ ہوتا تو میں تجھ کو قتل کر دیتا۔ اور اگر تو زندہ رہ گیا تو میری جانب سے تیرے پاس وہ گھبراہٹ آئے گی جو تیرا چاروں طرف سے محاصرہ کرلے گی. تجھ پر بڑا افسوس ہے. حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہٗ چار باتوں میں مجھ سے سبقت لے گئے. امام بننے میں مجھ سے سبقت لے گئے اور امام بنائے جانے میں، اور ہجرت کے وقت غار کے واقعہ میں بھی مجھ پر سبقت لے گئے. اور اسلام کی اشاعت میں مجھ پر سبقت لے گئے. تجھ پر بڑا افسوس ہے. اللہ پاک نے تمام لوگوں کی مذمت کی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہٗ کی تعریف فرمائی. اور فرمایا اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ؕ

(سورہ توبہ رکوع ۶)

ترجمہ:۔ اگر تم لوگ ان کی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) مدد نہ کروگے

تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کہ آپ کو کافروں نے جلا وطن کر دیا تھا جب کہ دو آدمیوں میں ایک آپ تھے جس وقت کہ دونوں غار میں تھے جبکہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم (کچھ) غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے. سو اللہ تعالیٰ نے آپ (کے قلب) پر اپنی تسلی نازل فرمائی اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات (اور تدبیر) نیچی کر دی (کہ وہ ناکام رہے) اور اللہ ہی کا بول بالا رہا اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے) (حیات الصحابہ صفحہ ۵۴۴ ج ۲)

حضرت عمر فاروق اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما

شیخ ابن تیمیہ رح نے لکھا ہے کہ ان دونوں حضرات کے درمیان سو مختلف فیہ مسائل تھے اور ان میں سے چار کا ذکر بھی کیا ہے[1]. ان اختلافات کے باوجود ان دونوں حضرات کی باہمی محبت و یگانگت اور عزت و احترام میں کوئی کمی نہیں آئی.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک روز دو آدمی آئے. ان میں سے ایک نے حضرت عمر رض اور دوسرے نے کسی دوسرے صحابی سے قرآن حکیم پڑھا تھا. پہلے شخص نے آپ سے کہا کہ مجھے عمر بن خطاب نے پڑھایا ہے. یہ سُنکر حضرت ابن مسعود رض رو پڑے. ان کا دامن آنسوؤں سے تر ہو گیا اور فرمایا حضرت عمر رض نے تمہیں جس طرح پڑھایا ہے اسی طرح پڑھ کر مجھے سُناؤ. وہ اسلام کا ایک مضبوط قلعہ تھے جس میں داخل ہو کر کوئی نکل نہیں سکتا تھا. آپ کے انتقال سے وہ قلعہ ٹوٹ کر بکھر گیا[2]

---

[1] اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب بحوالہ اعلام الموقعین صفحہ ۲۱۸ ج ۲.

[2] الاحکام ص ۶۱ ج ۶.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ایک روز تشریف لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ آپ کو آتے ہوئے دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا علم و تفقہ سے بھری ہوئی شخصیت۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ علم سے ایسے بھرے ہوئے کہ میں اہلِ قادسیہ پر انھیں ترجیح دیتا ہوں۔[1]

بعض مسائل میں اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کی تعظیم و توقیر محبت و عظمت کا یہ حال تھا۔

حضرت ابن عباس اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما

حضرت ابن عباس اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما میں بعض مسائل میں اختلاف تھا اور سخت اختلاف تھا لیکن اس کے باوجود ان کا حسنِ کردار یہ تھا۔

ایک بار حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، کو ابن عباس رضی اللہ عنہ، نے تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو ان کی سواری کی رکاب تھام لی اور ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ حضرت زیدرضؓ نے فرمایا:۔

"اے فرزندِ عم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ چھوڑ کر ہٹ جائیں اور ایسا نہ کریں"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا:۔

"ہمیں یہی سکھایا گیا ہے کہ اپنے علماء اور بڑوں کے ساتھ ایسا ہی کریں"

اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ، نے فرمایا:۔ "آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں"

ابن عباسؓ نے ہاتھ آگے کیا جسے حضرت زیدؓ نے فوراً چوم لیا اور فرمایا:۔

"ہم کو اہلِ بیت نبی کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم اور تعلیم دی گئی ہے"[2]

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۶۱ ج ۴ و حیات الصحابہ ص ۹۱ ج ۳ [2] کنز العمال ص ۳۷ ج ۷ و حیات الصحابہ ص ۳ ج ۳ بحوالہ اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب۔

حضرت زید رضؓ کا انتقال ہوا تو حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا "علم اس طرح رخصت ہوتا ہے"[1] اور ایک روایت میں ہے "علم کا جانا اس طرح ہوتا ہے، آج علم کا بہت زیادہ حصہ دفن ہوگیا"[2]

حضرت عمر رضؓ کا اپنے قاتل کے ساتھ حُسنِ سلوک

ابو لؤلؤة جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے نصرانی غلام تھا حضرت عمر رضؓ کی زندگی ہی میں ان کو اشارہ سے قتل کی دھمکی دی تھی، حتیٰ کہ کچھ عرصے کے بعد قتل ہی کردیا۔ حضرت عمرؓ نے خود فرمایا کہ اس نے اس وقت مجھے قتل کی دھمکی دی ہے لیکن اس کے باوجود کیا کوئی انتقام اس سے لیا بلکہ اس کے بالمقابل اس کے ساتھ احسان کا ارادہ تھا جو کتب احادیث اور تاریخ میں مشہور ہے۔ اور اس کی عداوت کا یہ حال تھا کہ جب نہاوند قیدی پکڑ کر لائے گئے تو ایک ایک کے سر پر ہاتھ پھیرتا تھا اور کہتا تھا کہ اَکَلَ عُمَرُ کَبِدِیْ عمر نے میرا جگر کھالیا۔ (اشاعۃ)

حضرت علی رضؓ کا اپنے قاتل کیساتھ سلوک

ابن ملجم حضرت علی رضؓ کا قاتل ایک مرتبہ کسی اپنی حاجت کو لے کر حضرت علی رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی حاجت پوری فرمادی، اور ارشاد فرمایا کہ یہ میرا قاتل ہے۔ کسی نے عرض کیا اس کو آپ قتل کیوں نہیں کرادیتے آپ نے فرمایا فَمَنْ یَقْتُلُنِیْ پھر مجھے کون قتل کرے گا۔ (اشاعۃ) ایک روایت میں ہے کہ ابھی تو اس نے قتل نہیں کیا (تو پہلے سے قصاص کیسے ہوسکتا ہے) جب اس شقی

---

[1] اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب۔ بحوالہ اعلام الموقعین ص۱۸ ج ۱

[2] اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب۔ بحوالہ السنن البیہقی ج۶ ص۲۱۱ والمحصول ص۷۷ ج۲ ق۲

نے آپ پر حملہ کر دیا اور پکڑا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ابھی قتل نہ کرنا قید میں رکھنا (وَاَطِیْبُوْا طَعَامَہٗ وَاَلِیْنُوْا فِرَاشَہٗ) اور کھانے کو اچھا دینا اور بستر نرم دینا۔ اگر میں اس حملہ سے مر گیا تو قصاص میں قتل کر دینا۔ اور اچھا ہو گیا تو میں اپنے معاملہ کا مختار ہوں چاہے معاف کردوں یا بدلہ لوں (خمیس) الاعتدال ص۲۳۵

دشمنوں کے ساتھ ان پاک نفوس کا جو برتاؤ تھا وہ ہمارا دوستوں سے بھی نہیں پھر اُمید باندھے بیٹھے ہیں کہ اسلام اسلام کا نام زبان پر رٹیں اور ثمرات وہی حاصل ہوں جو ان کو حاصل تھے (فالی اللہ المشتکیٰ)۔ الاعتدال۔

حضرت حسن رضؓ کا اپنے قاتل کے ساتھ سلوک

حضرت حسن رضی اللہ عنہٗ کو جب زہر پلایا گیا اور جب وصال ہونے لگا تو لوگوں نے دریافت کیا آپ کو کچھ معلوم ہے کہ کس نے زہر دیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا اللہ میں ہرگز نہ بتاؤں گا کہ کس نے پلایا ہے۔ اگر وہی ہے جس کو میں سمجھتا ہوں تو اللہ جلّ شانہٗ کا انتقام بہت کافی ہے۔ اور اگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کسی بے گناہ کو مارا جائے۔ (خمیس)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہٗ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہٗ پر زہر کے اثر کا غلبہ ہوا تو اپنے بھائی حضرت حسینؓ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور اس کی اجازت منگائی کہ میں ان کے گھر میں اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے باوجود اس ساری لڑائی کے بخوشی اس کو قبول فرمایا۔ اس کے بعد حضرت حسن رضؓ نے حضرت حسین رضؓ سے فرمایا کہ شاید میری زندگی میں میری شرم و لحاظ کی وجہ سے اجازت دیدی ہو۔ میرے انتقال کے بعد دوبارہ اجازت لے لینا۔ اگر وہ بخوشی اجازت دیدیں تو وہاں دفن

کردینا ورنہ عام قبرستان میں دفن کردینا. حضرت حسین رضؓ نے بھائیؓ کے انتقال کے بعد دوبارہ اجازت چاہی تو حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا:-

(نعم وکرامۃ) ہاں ہاں بڑے اکرام کے ساتھ یہ ہے مسلمانوں کے اسلاف کی لڑائی اور آپس کی مخالفت.

حضرت سعید بن العاصؓ سے نمازِ جنازہ پڑھوانا

اس کے بعد کا بھی حال سُنو کہ اُمراءِ بنو اُمیہ نے اس وجہ سے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کو وہاں دفن نہیں ہونے دیا تھا، مزاحمت کی اور کہا کہ جب حضرت عثمان رضؓ کو وہاں دفن نہیں ہونے دیا تو حسن رضؓ بھی وہاں دفن نہیں ہو سکتے. لیکن اس کے باوجود حضرت حسین رضی اللہ عنہ، نے جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے سعید بن العاصؓ امیرِ مدینہ کو بڑھایا اور فرمایا کہ یہی سُنّت ہے. (تلخیص الاعتدال)

پاسبان حق

فروعی مسائل کے اختلاف میں علامہ انور شاہ صاحبؒ کی رائے

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا ایک اہم واقعہ نقل فرمایا ہے جو درج ذیل ہے:۔

ایک اہم واقعہ آپ کے گوش گذار کرتا ہوں جو اہم بھی ہے اور عبرت خیز بھی۔

قادیان میں ہر سال ہمارا جلسہ ہوا کرتا تھا اور سیّدی حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ صاحبؒ بھی اس میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ ایک سال اسی جلسہ میں تشریف لائے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ ایک صبح نماز فجر کے وقت اندھیرے میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت سر پکڑے ہوئے بہت مغموم بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا حضرت کیسا مزاج ہے؟ کہا ہاں! ٹھیک ہی ہے۔ میاں مزاج کیا پوچھتے ہو، عمر ضائع کردی۔ میں نے عرض کیا حضرت! آپ کی ساری عمر علم کی خدمت میں، دین کی اشاعت میں گذری ہے، ہزاروں آپ کے شاگرد علماء ہیں مشاہیر ہیں جو آپ سے مستفید ہوئے اور خدمتِ دین میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی تو پھر کس کی عمر کام میں لگی۔ فرمایا میں تمہیں صحیح کہتا ہوں، عمر ضائع کردی۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت بات کیا ہے؟ فرمایا ہماری عمر کا، ہماری تقریروں کا، ہماری ساری کدو کاوش کا یہ خلاصہ رہا ہے کہ دوسرے مسلکوں پر حنفیت کی ترجیح قائم کردیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے مسائل کے دلائل تلاش کریں۔ یہ رہا ہے محور ہماری کوششوں کا، تقریروں کا اور علمی زندگی کا اب غور کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی۔ ابو حنیفہؒ ہماری ترجیح کے محتاج ہیں کہ ہم ان پر کوئی احسان کریں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام دیا ہے وہ مقام لوگوں سے خود اپنا لوہا منوالے گا، وہ تو ہمارے محتاج نہیں۔

اور امام شافعی رہ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبل رہ اور دوسرے مسالک کے فقہاء جن کے مقابلہ میں ہم یہ ترجیح قائم کرتے آئے ہیں، کیا حاصل ہے اس کا؟ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم زیادہ سے زیادہ اپنے مسلک کو "صواب محتمل الخطاء" (درست مسلک جس میں خطاء کا احتمال موجود ہے) ثابت کردیں اور دوسرے کے مسلک کو "خطاء محتمل الصواب"، (غلط مسلک جس کے حق ہونے کا احتمال موجود ہے) کہیں اس سے آگے کوئی نتیجہ نہیں۔ ان تمام بحثوں، تدقیقات اور تحقیقات کا جن میں ہم مصروف ہیں۔ پھر فرمایا۔ ارے میاں اس کا تو کہیں حشر میں بھی راز نہیں کھُلے گا کہ کونسا مسلک صواب تھا اور کونسا خطاء۔ اجتہادی مسائل میں صرف یہی نہیں کہ دنیا میں ان کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ دنیا میں بھی ہم تمام تر تحقیق و کاوش کے بعد یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی صحیح، یا یہ کہ یہ صحیح ہے۔ لیکن احتمال موجود ہو کہ یہ خطاء ہو اور وہ خطاء ہے۔ اس احتمال کے ساتھ کہ صواب ہو۔ دُنیا میں تو یہ ہے ہی۔ قبر میں بھی منکر نکیر نہیں پوچھیں گے کہ رفعِ یدین حق تھا یا ترکِ رفعِ یدین حق تھا؟ آمین بالجہر حق تھی یا بالسر حق تھی؟ برزخ میں بھی اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور قبر میں بھی یہ سوال نہیں ہوگا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ تھے:

اللہ تعالیٰ شافعی رہ کو رسوا کرے گا نہ ابو حنیفہ رہ نہ مالکؒ کو نہ احمد بن حنبلؒ کو، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے علم کا انعام دیا ہے جن کے ساتھ اپنی مخلوق کے بہت بڑے حصے کو لگا دیا ہے جنھوں نے نورِ ہدایت چار سو پھیلایا ہے جن کی زندگیاں سُنّت کا نور پھیلانے میں گذریں، اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو رسوا نہیں کریگا کہ وہاں میدانِ محشر میں کھڑا کرکے یہ معلوم کرے کہ ابو حنیفہ رہ نے صحیح کہا تھا یا شافعی رہ نے غلط کہا تھا یا اس کے برعکس یہ نہیں ہوگا۔ تو جس چیز کو نہ دنیا میں کہیں نکھرنا ہے نہ برزخ میں نہ محشر میں۔ اسی کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کردی

اپنی قوت صرف کردی اور جو صحیح اسلام کی دعوت تھی. مجمع علیہ اور سبھی کے مابین جو مسائل متفق تھے اور دین کی جو ضروریات سب ہی کے نزدیک اہم تھیں، جن کی دعوت انبیاء کرام علیہم السلام لے کر آئے تھے جن کی دعوت کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا اور وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی۔ آج یہ دعوت تو نہیں دی جارہی ہے. یہ ضروریاتِ دین تو لوگوں کی نگاہوں میں اوجھل ہورہی ہیں اور اپنے داغیار ان کے چہرے کو مسخ کررہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہیئے تھا وہ پھیل رہے ہیں، گمراہی پھیل رہی ہے، الحاد آرہا ہے، شرک و بُت پرستی چلی آرہی ہے. حرام و حلال کا امتیاز اُٹھ رہا ہے لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فرعی و فروعی بحثوں میں۔[1] حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا یوں غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کررہا ہوں کہ عمر ضائع کردی. انتہی۔ (وحدتِ اُمّت ص۱۵)

[1] افسوس کہ بعض غیر مقلدین نے اپنا مشغلہ ہی یہ بنالیا کہ سادہ لوح مسلمان عوام کے پاس جاکر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ پر حدیث کے خلاف کرنے کا الزام لگاتے ہیں اور ان کو بُرا کہتے ہیں اور اس طرح اُمّت میں اختلاف و انتشار پیدا کرتے ہیں اور اس کو بڑی دینی خدمت سمجھتے ہیں. خدائے پاک ان کو سمجھ دے کہ اس پر قوت صرف کرنے کے بجائے اُمّت میں جو بُرائیاں پھیل رہی ہیں، ہر چہار جانب سے جو اسلام پر حملے کئے جارہے ہیں ان کے انسداد پر اپنی محنت و قوت صرف کریں۔

افسوس کہ آج کم نہیں بہت سے حضرات انھیں فروعی مختلف فیہ مسائل میں اُلجھے ہوئے ہیں اور اسی پر اپنی تمام تر قوتیں صرف کررہے ہیں اور ہر ایک اپنے مخالف فریق کو گمراہ قرار دیکر امت میں مزید اختلاف و انتشار کا باعث بن رہا ہے اور ایک دوسرے کے قریب آنے کے بجائے اور زیادہ دوری ہوتی جارہی ہے. اگر ہر طبقہ جس مسلک کو حق سمجھتا ہے دیانتداری کے ساتھ اس پر عمل کرے اور دوسرے طبقہ کے پیچھے پڑنے کے بجائے اشاعتِ دین و سُنّت اور دعوتِ اسلام پر قوت صرف کریں. شرک و بُت پرستی اور کفر و الحاد جو ہر چہار جانب سے حملہ آور ہورہا ہے اس کے دفاع پر قوت صرف کریں تو امت کا کتنا فائدہ ہو. اگر ایک طبقہ براہِ راست حدیث پاک پر دیانتداری کے ساتھ عمل کرتا ہے اور اس میں اتنی استعداد و صلاحیت بھی ہے کہ حدیث پاک کے صحیح مفہوم کو سمجھے اور ناسخ و منسوخ کو جانے تو اس کے لئے اس کی گنجائش ہے مگر ائمہ مجتہدین کے خلاف بدگمانی اور بدزبانی کرکے اُمّت میں انتشار تو نہ پھیلائیں اس کی تو شرعاً اجازت نہیں۔۔۔

ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کا طرزِ عمل

تعبیر کتاب و سُنّت کے ماتحت غیر منصوص مسائل کے استخراج و استنباط کے سلسلہ میں جو ائمۂ مجتہدین کے درمیان اختلافِ رائے ہوا کہ ایک ایک چیز کو حلال کہتا ہے، ایک حرام، ایک جائز کہتا ہے، ایک ناجائز۔ ایک چیز کو ایک فرض وواجب کہتا ہے دوسرا ناجائز۔ مگر اس کے باوجود اس پوری تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں کہ اس نے ان کے مابین جنگ و جدال کی صورت اختیار کی ہو، باہمی اختلافِ مسائل کے باوجود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا اور تمام برادرانہ تعلقات قائم رہنا اس پوری تاریخ کا اعلیٰ شاہکار ہے بلکہ ایک دوسرے کی تعریف و توصیف اور احترام و تعظیم سے ان کے حالات و تذکرے لبریز ہیں۔

حنفیہ اور شافعیہ کا اختلاف مشہور و معروف ہے اور سیکڑوں ہزاروں مسئلوں میں اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ کا ارشاد لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ جو فقیہ بننا چاہے اس کو چاہیئے امام ابو حنیفہ رہ کے شاگردوں کو چمٹ جائے۔ میں خود امام محمد رہ کی کتابوں سے فقیہ بنا ہوں۔ (دُرِ مختار)

امام اعظم رہ کا ارشاد امام اعظم رہ نے اپنے شاگردوں سے خود فرمایا کہ جہاں کہیں میرے قول کے خلاف کوئی دلیل مل جائے اس کو اختیار کرلو۔ (الاعتدال ۲۰۵)

امام شافعیؒ کا حسنِ ادب حضرت امام شافعی رہ کے نزدیک صبح کی نماز

میں قنوت کا پڑھنا سُنّت ہے۔ ایک مرتبہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر حاضر ہوئے اور صبح کی نماز وہاں پڑھی اور دُعاءِ قنوت نہیں پڑھی۔ بعض روایات میں ہے کہ بسم اللہ بھی آواز سے نہیں پڑھی (حالانکہ وہ بھی ان کے نزدیک سُنّت ہے) کسی نے استفسار کیا تو فرمایا۔ اس قبر والے کے ادب نے روک دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ یوں فرمایا۔ میں ان کی بارگاہ میں ہوں کیسے ان کی مخالفت کرسکتا ہوں؟ اور یہ بھی فرمایا کبھی ہم اہلِ عراق کا مسلک اختیار کر لیتے ہیں۔

(اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ ص۳۳۵)

اشکال اور جواب

بعض لوگ اس قصہ پر بہت شور کرتے ہیں کہتے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی کی وجہ سے سُنّت پر عمل چھوڑ دیا جاوے۔ امام شافعی رح کی شان اس سے ارفع ہے کہ ایک مجتہد کی قبر کی وجہ سے سُنّت کو چھوڑ دیں۔ حالانکہ اس کا تعلّق سمجھ سے ہے۔ امام اعظم رح کے ادب سے سُنّت کو نہیں چھوڑا بلکہ ان کے ادب سے ان کی تحقیق کو اپنی تحقیق پر مقدم سمجھا کہ ان کے نزدیک یہ چیزیں سُنّت نہیں ہیں بلکہ سُنّت قنوت کا نہ پڑھنا ہے۔ اور بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا۔ ایک شخص اپنی تحقیق سے کسی چیز کو سُنّت سمجھنے کے باوجود دوسرے محقق عالم کی تحقیق پر عمل کرے تو کیا حرج ہے۔ (الاعتدال ص۲۰)

امام شافعی رح کا امام ابو حنیفہ رح کے وسیلہ سے برکت حاصل کرنا

خطیب بغدادی اور موفق نے علی بن میمون (جو امام شافعی رح کے اجل تلامذہ میں سے ہیں) سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے خود اپنے کانوں سے امام شافعی رح کو یہ کہتے ہوئے سُنا:- "میں ابو حنیفہ رح کے وسیلہ سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ ہر روز ان کی قبر کی زیارت کو جاتا ہوں۔ جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کے ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں تو

دُعا کے بعد مراد بر آنے میں دیر نہیں لگتی۔" (امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ کے حیرت انگیز واقعات ص۱۱۸)

امام احمد بن حنبل رح کے یہاں مخالف مسلک کا احترام

امام احمد بن حنبل کے یہاں نکسیر پھوٹنے اور حجامت (پچھنے) لگوانے سے وضو ضروری ہو جاتا ہے۔ ان سے ایک بار پوچھا گیا کہ امام کے بدن سے خون نکلا اور اس نے وضو نہیں کیا۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جا سکتی ہے؟

آپ نے جواب دیا:۔ "امام مالک رح اور سعید بن مسیب رح کے پیچھے میں کیسے نماز نہ پڑھوں"۔ ؎۱

امام مالک رح کا مؤطا پر لازمی عمل کرانے کی مخالفت کرنا

ائمہ میں امام مالک اہلِ مدینہ کی روایت کردہ احادیث کے سلسلہ میں سب سے زیادہ ثقہ اور صحیح الاسناد سمجھے جاتے تھے۔ حضرت عمر رض کے فیصلوں اور عبد اللہ بن عمر رض و عائشہ صدیقہ رض و فقہاءِ سبعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال کے سب سے بڑے عالم بھی تھے۔ آپ کے ذریعہ اور آپ ہی جیسے دوسرے ائمہ سے علم روایت و فتویٰ کی بنیاد مضبوط ہوئی۔ آپ نے حدیث و افتاء کی بیش بہا خدمت کی اور مؤطا جیسی گرانقدر کتاب تالیف فرمائی۔ جس میں اہلِ حجاز کی قوی احادیث اور مستند اقوالِ صحابہ و فتاویٰ تابعین رح جمع کر دیئے اور اس کے بہترین فقہی ابواب قائم فرمائے۔ یہ مؤطا آپ کی چالیس سالہ جانفشانیوں کا ثمرہ ہے۔ بیشتر معاصر علماءِ حجاز نے بھی اس کی تائید و موافقت فرمائی۔ اس کے باوجود منصور نے جب اس کے چند نسخے کرا کے دوسرے شہروں اور ملکوں میں

؎۱ اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب ص۱۰۹

بھیجے کو تیار ہوں۔ تاکہ لوگ اس فقہ پر عمل کریں اور پیدا شدہ اختلافات ختم ہو جائیں تو سب سے پہلے آپ نے اس خیال کی مخالفت فرمائی اور فرمایا۔ امیر المومنین آپ ایسا نہ کریں لوگوں تک بہت سی باتیں اور احادیث و روایات پہونچ چکی ہیں اور ہر جگہ کے لوگ ان میں سے کچھ کو اپنا چکے ہیں جس سے خود ہی اختلاف رونما ہو چکا ہے اور اب اس قدم سے مزید اختلافات پیدا ہو جائیں گے اس لئے انھوں نے اپنے لئے جو اختیار کر لیا ہے اسے انہیں پر چھوڑ دیں۔ خلیفہ منصور نے یہ سنکر کہا:

"بخدا اگر آپ کو اللہ اور توفیق بخشے"[۱]

یہ امام مالک کی عالی القدری ہے کہ بغیر رضامندی کے اس کتاب پر دعوتِ عمل کا قدم بھی نہیں اٹھنے دیا جس میں انہوں نے اپنی سنی ہوئی سب سے اچھی احادیث اور پختہ و قوی علم ودیعت کر دیا تھا جس پر اہل مدینہ اور بہت سے معاصر علماء کا بھی اتفاق تھا۔ (ترتیب المدارک)

مکتوب لیث بن سعدؒ بنام امام مالکؒ

غالباً ادب اختلاف کی سب سے اچھی اور بہترین مثال وہ مکتوب ہے جسے فقیہ مصر امام لیث بن سعدؒ نے امام مالکؒ کے نام بھیجا۔ کمالِ ادب کے ساتھ اس میں آپ نے ان سب مسائل کا ذکر کیا ہے جن میں ان دونوں حضرات کا اختلاف تھا۔ یہ مکتوب کافی طویل ہے اس لئے اس کا صرف انتخاب یہاں پیش کیا جا رہا ہے، جس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس اُمت کے اسلاف اور علماء و فقہاء نے کن آدابِ اختلاف کو سامنے رکھا۔ پیش ہے ذیل میں حضرت لیث بن سعدؒ فرماتے ہیں:-

"آپ پر سلامتی ہو، اس اللہ کی حمد و ثنا جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ حمد و صلوٰۃ

[۱] اختلاف فی الاصول والادب بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۳۵

کے بعد دُعا ہے کہ اللہ ہمیں اور آپ کو اپنی عافیت میں رکھے. اور دُنیا و آخرت میں انجام بخیر فرمائے. آپ کا مکتوب ملا جس میں آپ نے صحتِ احوال وظروف کا ذکر کیا ہے. اللہ آپ کو ہمیشہ اسی طرح رکھے اور اپنے فضل و احسان سے مزید حمایت ونصرت عطا فرمائے"

اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں:-

"میرے کچھ ایسے فتاویٰ کا آپ کو علم ہوا ہے جس کے خلاف آپ کے یہاں لوگوں کا عمل ہے. اور یہ کہ فتاویٰ میں اپنے اوپر اعتماد کرنے سے مجھے ڈرنا چاہیئے. سبھی لوگ اہلِ مدینہ کے تابع ہیں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت ہوئی اور جہاں نزولِ قرآن ہوا. آپ نے جو کچھ لکھا درست اور بجا ہے. انشاء اللہ. میرے اوپر آپ کی تحریر کا وہی اثر ہوا جو آپ چاہتے ہیں. میں شاذ فتاویٰ کی ناپسندیدگی، گذشتہ علماءِ مدینہ کی افضلیت تسلیم کرنے اور ان کے متفقہ فتاویٰ قبول کرنے میں کسی عالم کو اپنے سے زیادہ نہیں پاتا جس پر اللہ رب العالمین کا شکر ہے جس کا کوئی شریک نہیں"۔

پھر امام لیث بن سعدؒ اپنے اور امام مالکؒ کے درمیان عمل اہلِ مدینہ کی حجیت کے وجوہِ اختلاف بیان کرتے ہیں اور اس کی وضاحت کرتے ہیں:

"بہت سے اسلافِ کرام جنھوں نے درسگاہِ نبوت میں کتاب اللہ اور سُنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پائی. وہ جہاد کرتے ہوئے زمین کے شرق وغرب میں پھیل گئے. تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں میں بھی بہت سی چیزوں میں اختلاف ہے. جیسے ربیعہ ابن ابی عبدالرحمٰن، ان کے بعض مآخذ کا ذکر کرنے کے بعد لکھا: بحمد اللہ اس کے باوجود ربیعہ کے یہاں بڑی بھلائی، اصیل عقل، بلیغ زبان، واضح فضیلت، اسلام کا اچھا راستہ، اپنے بھائیوں کے لئے عام طور پر اور ہمارے لئے خاص طور پر سچی محبت ہے. اللہ انھیں رحمت ومغفرت سے نوازے. اور ان کے

اعمال کی جزائے خیر دے "

اس کے بعد اپنے اور امام مالکؒ کے درمیان کئی اختلافی مسائل کی مثالیں دیں، جیسے الجمع لیلۃ المطر، القضاء بشاہد ویمین، مؤخر الصداق لایقبض الآعند الفراق، تقدیم الصّلوٰۃ علی الخطبۃ فی الاستسقاء وغیرہ۔

آخر میں لکھتے ہیں:۔

"اس طرح کی بہت سی دوسری چیزوں کا میں نے ذکر نہیں کیا۔ اللہ آپ کو خیر و صلاح عطا فرمائے، زیادہ دنوں باقی رکھے، کیونکہ اسی میں لوگوں کی بھلائی ہے۔ اور آپ کے چلے جانے سے مسلمانوں کا بڑا نقصان ہے۔ دوری کے باوجود آپکے مقام و مرتبہ سے آشنا ہوں۔ آپ کے سلسلہ میں میری یہ رائے اور یہ قدر و منزلت ہے۔ اپنے اور اہل و عیال کے حالات سے یا کوئی ضرورت ہو تو مجھے باخبر فرماتے رہیں، مجھے مسرت ہوگی۔ اللہ مجھے اور آپ کو اپنی عافیت میں رکھے۔ فالحمد للہ، اس سے دعا ہے کہ اس نے ہم سب کو جو نعمت دے رکھی ہے اس کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ والسّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"[1]

امام اعظمؒ اور امام مالکؒ

مسالکِ ائمہ کا جو ہم نے جائزہ لیا ہے اور ہر ایک کے اصول و ضوابط میں جو فرق ہے اس میں امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے درمیان کافی اختلاف ہے اور دونوں میں عمر کا بھی تفاوت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ سے پندرہ برس بڑے ہیں اسکے باوجود ایک دوسرے کے احترام میں کوئی چیز مانع نہ ہوسکی۔ اور فقہ میں

---

[1] اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب۔ بحوالہ اعلام الموقعین ص۸۳ تا ۸۸ ج ۳ والفکر السامی ص ۳۷۶ تا ۳۷۷ ج ۱۔

اختلافِ مناہج ہونے ہوئے بھی ادب کا پہلو ہی غالب رہا۔ قاضی عیاضؒ المدارک میں فرماتے ہیں:۔

"امام لیث بن سعد نے کہا ایک روز میں نے مدینہ طیبہ میں امام مالکؒ سے ملاقات کی اور کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں آپ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: ابوحنیفہ سے گفتگو کر کے میں پسینہ پسینہ ہوگیا۔ اے مصری! وہ واقعی فقیہ ہیں۔"

امام لیث مصری نے کہا:۔

"اس کے بعد میں نے ابوحنیفہ رح سے ملاقات کر کے کہا اس شخص (امام مالکؒ) نے آپ کے بارے میں کتنی اچھی بات کہی۔ تو آپ نے فرمایا: صحیح جواب اور بھرپور تنقید میں ان سے تیز خاطر آدمی میں نے نہیں دیکھا"[1]

اسماعیل بن فدیک کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ کو دیکھا کہ وہ حضرت امام اعظم رح کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے ہیں اور دونوں اکٹھے چل رہے ہیں اور باہمی گفتگو بھی جاری ہے حتیٰ کہ جب دونوں مسجد کے دروازہ پر پہونچ گئے تو میں نے دیکھا کہ امام مالکؒ نے امام اعظم رح کا احترام کرتے ہوئے انھیں مسجد میں داخل ہوتے وقت آگے کیا اور خود پیچھے داخل ہوئے۔ (امام اعظم ابوحنیفہ کے حیرت انگیز واقعات ص۲۵۳)

امام مالکؒ اور امام ابن عُیینہؒ

سفیان ابن ابی عُیینہؒ، امام مالکؒ کے ہمعصر اور ان کے ہمسر تھے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں۔ مالک اور ابن عُیینہ دونوں معاصر ہیں۔ اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو علمِ حجاز

[1] اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب۔ بحوالہ الانتقاء۔

رُخصت ہو جاتا۔

اس کے باوجود روایت ہے کہ ابن عُیَینہ نے ایک بار ایک حدیث ذکر کی تو اُن سے کہا گیا کہ اس حدیث میں امام مالکؒ آپ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ انھوں نے کہا: "مالک سے مجھے ملا رہے ہیں کہاں میں اور کہاں وہ؟ دونوں کا کیا مقابلہ؟"

سفیان ابنِ عُیَینہ رح سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

"قریب ہے کہ لوگ طلبِ علم میں سفر کریں گے تو عالمِ مدینہ سے بڑا کوئی عالم نہ پائیں گے۔ سُفیان سے پوچھا گیا وہ کون عالم ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: وہ مالک ابن انس ہیں۔ اور کہتے تھے ان کے پاس صحیح احادیث ہی پہونچتیں، ثقہ راویوں سے وہ حدیثیں لیتے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ مدینہ میں ان کے بعد علمی ویرانی چھا جائیگی۔"[۱]

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ

دونوں حضرات امام ہیں اور فقہی مسائل میں دونوں کے درمیان کافی اختلاف ہے۔

اس کے باوجود حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"مالک ابن انسؒ میرے اُستاد ہیں۔ اُن سے میں نے علم حاصل کیا۔ علماء کا جب ذکر کیا جائے تو وہ ستارے ہیں۔ میرے نزدیک ان سے زیادہ کوئی قابلِ اطمینان نہیں۔"

اور یہ بھی فرماتے ہیں:۔

"جب امام مالک رح کے پاس سے حدیث آئے تو اُسے مضبوطی سے تھام لو۔ ان کو جب حدیث میں شک ہوتا تو اسے مکمل چھوڑ دیتے۔"[۲]

---

[۱] اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب بحوالہ الانتقاد ص۱۲ [۲] ایضاً۔

امامِ اعظمؒ کے بارے میں محدثین کی رائیں

شعبہ بن حجاج کا ارشاد

حضرت شعبہ بن حجاج علمِ حدیث میں امیر المومنین تھے مگر امام ابو حنیفہ رح کی بہت عزت و تکریم کرتے تھے اور ان کے مقام و مرتبہ کے مدّاح تھے۔ دونوں حضرات میں محبت و مودّت تھی اور مراسلت بھی۔ وہ امام ابو حنیفہ کی تائید و توثیق کرتے اور ان سے حدیث بیان کرنے کی درخواست کیا کرتے تھے۔ اور ان کو جب امام ابو حنیفہ رح کے انتقال کی خبر پہونچی تو فرمایا:

"آپ (امام ابو حنیفہ رح) کے ساتھ فقہِ کوفہ بھی رخصت ہو گیا۔ انھیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں سے نوازے"[1]

امامِ اعظمؒ کے بارے میں ہمعصر محدّثین کے اقوال

قول احمد مکّی خوارزمی

احمد مکّی خوارزمیؒ فرماتے ہیں:۔

اَیَا جَبَلَیْ نُعْمَانَ اِنَّ حَصَاکُمَا لَیُحْصیٰ وَلَا یُحْصٰی فَضَائِلُ نُعْمَانَ

اے دونوں پہاڑ نعمان بیشک تمہاری کنکریاں شمار کی جا سکتی ہیں لیکن نعمان بن ثابت (امام اعظمؒ) کے فضائل شمار نہیں کئے جا سکتے۔

قولِ شدّاد بن حکیم

شدّاد بن حکیم رح فرماتے تھے: "میں نے ابو حنیفہ رح سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا"

[1] حوالہ بالا

قولِ مکی ابن ابراہیم رح
مکیؒ ابن ابراہیم رہ فرماتے تھے "ابو حنیفہؒ اپنے اہلِ زمانہ میں سب سے زیادہ عالم تھے۔"

قولِ ابن جریج رح
ابن جریج رہ کو امام ابو حنیفہ رہ کی وفات کی خبر پہونچی تو انھوں نے اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا "اس شخص کے فوت ہونے سے علم کا بہت بڑا حصّہ جاتا رہا۔"

قولِ عبداللہ بن داؤد
عبداللہ بن داؤد نے کہا: "جب کوئی آثار یا حدیث کا قصد کرے تو سفیان ہیں۔ اور آثار یا حدیث کے دقائق یا موشگافیوں کو معلوم کرنا ہو تو ابو حنیفہ رہ ہیں"۔ عبداللہ بن داؤد سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے:

"اہلِ اسلام پر اپنی نماز میں ابو حنیفہ رہ کے لئے دُعا کرنا واجب ہے کیونکہ انھوں نے لوگوں کے واسطے سنن اور آثار محفوظ کر دیا ہے۔"

قولِ امام احمد ابن حنبل رح
امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: ابو حنیفہ رہ علم، تقویٰ، زہد اور اختیارِ آخرت میں اس مقام پر تھے جہاں کوئی نہیں پہونچا۔

قولِ عبداللہ بن مبارک رح
عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا: "بجز امام ابو حنیفہ رہ کے کوئی زیادہ حقدار نہیں کہ اس کا اقتدار کیا جائے۔ کیونکہ وہ امام متقی و پرہیز گار اور عالم فقیہ تھے۔ علم کو انھوں نے ایسا کھولا کہ کوئی نہیں کھول سکا۔

قولِ خلف ابنِ ایوبؒ
خلف بن ایوبؒ سے منقول ہے۔ انھوں نے فرمایا: خدا تعالی سے علم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو پہونچا اور ان سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اور ان سے تابعین کو اور

تابعین رہ سے ابو حنیفہ رہ کو۔ پس جو چاہے راضی رہے یا غصہ ہو۔"

قولِ سفیان ثوریؒ

سفیان ثوریؒ فرماتے تھے کہ "جیسے باز کے سامنے چڑیوں کی حالت ہوتی ہے ویسی ہی ابو حنیفہ رہ کے سامنے ہماری حالت تھی اور بلاشبہ ابو حنیفہ رہ علماء کے سردار ہیں۔"

قولِ سلیمانؒ

سلیمانؒ سے منقول ہے کہ حدیث لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَظْھَرَ الْعِلْمُ (قیامت نہیں قائم ہوگی حتیٰ کہ علم ظاہر ہوجائے) کی تفسیر میں انھوں نے فرمایا ہے کہ یہاں علم سے امام ابو حنیفہ رہ کا علم مراد ہے۔

قولِ امام شعرانی مالکیؒ

امام شعرانی مالکی رہ نے میزان کبریٰ میں لکھا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رہ کی کثرت علم و ورع وعبادت و دقت مدارک و استنباط پر سلف و خلف نے اجماع کیا ہے۔

قولِ ابراہیم بن عکرمہ مخزومیؒ

ابراہیم بن عکرمہ مخزومی رہ سے مروی ہے وہ فرماتے تھے، میں نے اپنی تمام عمر میں کوئی عالم امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ پرہیزگار، زیادہ زاہد، زیادہ عبادت گذار، زیادہ علم والا نہیں دیکھا۔

قولِ شقیق بلخیؒ

شقیق بلخی رہ نے فرمایا: امام ابو حنیفہ رہ لوگوں میں سب سے زیادہ علم والے، سب سے زیادہ پرہیزگار، سب سے زیادہ عبادت گذار، سب سے زیادہ کریم النفس اور دین میں بڑی احتیاط کرنیوالے تھے

قولِ عبداللہ بن مبارکؒ

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: "میں نے کوفہ میں داخل ہوکر وہاں کے لوگوں سے سوال کیا: تمہارے شہر میں کون شخص سب سے زیادہ علم والا ہے۔ سب نے کہا۔ امام ابو حنیفہؒ

پھر میں نے پوچھا سب سے زیادہ پرہیز گار کون شخص ہے. سب نے کہا امام ابو حنیفہ رح.
پھر میں نے پوچھا سب سے زیادہ زاہد کون ہے؟ سب نے کہا امام ابو حنیفہ رح پھر میں نے
پوچھا سب سے زیادہ عابد اور علم کا شغل رکھنے والا کون ہے؟ سب نے کہا امام ابو حنیفہ
پس اخلاقِ حسنہ و محمودہ میں سے میں نے کوئی صفت نہیں پوچھی مگر سب نے یہی کہا کہ
بجز امام ابو حنیفہ رح کے ہم کسی کو نہیں جانتے کہ اس وصف کے ساتھ پیدا ہوا.

قولِ امام شافعی رح

امام شافعی رح سے منقول ہے انھوں نے فرمایا. لوگ فقہ میں ابو حنیفہ رح کے عیال ہیں. کیونکہ میں نے ان سے زیادہ کوئی فقیہ نہیں دیکھا. اور امام شافعی رح سے یہ بھی مروی ہے کہ جو شخص ابو حنیفہ رح کی کتابوں کو نہ دیکھے وہ نہ تو علم میں متبحر ہوگا اور نہ فقیہ ہوگا.

قولِ امام وکیع رح

امام وکیع رح نے فرمایا: "میں نے کسی ایسے شخص سے جو ابو حنیفہ رح سے زیادہ افقہ اور اچھی نماز پڑھنے والا ہو ملاقات نہیں کی.

قولِ یحییٰ سعید القطّان

یحییٰ ابن معین رح فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ سعید القطّان کو فرماتے سُنا: "ہم جھوٹ نہیں بولتے ہم نے ابو حنیفہ رح سے کوئی احسن رائے نہیں دیکھا. ہم اکثر ابو حنیفہ رح کے اقوال پر عمل کرتے ہیں.

قولِ یحییٰ بن معین رح

یحییٰ بن معین رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک قرائتوں میں ہمزہ کی قرأت اور فقہ میں امام ابو حنیفہ رح کا فقہ عمدہ ہے.

قولِ محمّد بن بشر رح

نافع الکبیر میں خطیب بغدادی سے نقل کرکے لکھا ہے کہ محمد بن بشر رح کہتے ہیں کہ میں ابو حنیفہ اور سُفیان ثوری

کے پاس جایا کرتا تھا. پس جب ابو حنیفہ کے پاس آتا اور وہ مجھ سے پوچھتے کہاں سے آیا ہے تو میں کہتا کہ سفیان کے پاس سے آیا ہوں. وہ فرماتے. تو ایسے شخص کے پاس سے آیا ہے کہ اگر علقمہ اور اسود موجود ہوتے تو اس کے ضرور محتاج ہوتے اور جب میں سفیان کے پاس آتا اور وہ مجھ سے پوچھتے کہ کہاں سے آیا ہے تو میں کہتا کہ ابو حنیفہ کے پاس سے آیا ہوں. وہ فرماتے تو افقہ اہل ارض کے پاس سے آیا ہے.

قولِ سہل بن عبداللہ تستری رح

سہل بن عبداللہ تستری رح سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی اُمت میں امام ابو حنیفہ رح جیسا کوئی شخص عزیز العلم، ثاقب الفہم قائم بالصدق اور عارف بالحق ہوتا تو ان کی اُمت یہودی و نصرانی نہ ہوتی.

قول مسعر بن کدام رح

مسعر بن کدام رح جن سے صحاحِ ستہ میں روایتیں لی گئی ہیں اور جو سفیان ثوری و سفیان بن عُیینہ رح کے استاذ ہیں، فرماتے ہیں " جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان امام ابو حنیفہ رح کو وسیلہ کرلے اور ان کے مذہب پر چلا چلے، میں امید کرتا ہوں کہ اس کو کچھ خوف نہ ہوگا." اور یہ بھی فرمایا :-

حَسْبِیْ مِنَ الْخَیْرَاتِ مَا اَعْدَدْتُہٗ ۔۔۔ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فِیْ رِضَی الرَّحْمٰنِ

دِیْنُ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْوَرٰی ۔۔۔ ثُمَّ اعْتِقَادِیْ مَذْھَبُ النُّعْمَانِ

کافی ہیں مجھ کو وہ نیکیاں قیامت کے روز جو میں نے خدا کی رضا مندی کے لئے تیار کر رکھی ہیں. یعنی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین جو مخلوق میں سب سے بہتر ہیں. پھر اس کے بعد میرا اعتقاد مذہب ابو حنیفہ نعمان کا ہے.

قولِ علی بن عاصم رح

ابن حجر مکّی رح نے نقل کیا ہے کہ علی بن عاصم رح نے فرمایا ہے کہ اگر ابو حنیفہ رح کی عقل کو نصف

اہلِ ارض کی عقل کے ساتھ وزن کیا جائے تو البتہ ان پر غالب آجائے۔

قولِ یزید بن ہارونؒ

یزید بن ہارون رہ فرماتے ہیں :۔ " میں نے ہزار شیوخ سے پڑھا اور علم حاصل کیا۔ لیکن قسم بخدا میں نے ابوحنیفہ رہ سے زیادہ پرہیزگار اور ان سے زیادہ حفظ والا اور ان سے زیادہ عقل والا نہیں دیکھا۔

قولِ امام شافعیؒ

خیرات الحسان میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ رہ سے زیادہ عقیل کوئی آدمی پیدا نہیں ہوا۔

قولِ امام مالکؒ

تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے ,, ایک دفعہ امام مالکؒ سے امام شافعیؒ نے امام ابوحنیفہ رہ کا حال پوچھا :۔ انھوں نے فرمایا، وہ ایسے شخص ہیں کہ اگر تم ان سے اس ستون کی نسبت بات چیت کرو اور وہ چاہیں کہ اس کو سونے کا ثابت کریں تو البتہ وہ دلائل سے ثابت کر دیں گے۔

اشعار عبداللہ بن مبارک فی مدح ابی حنیفة

لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَيْهَا ... إِمَامُ الْمُسْلِمِيْنَ أَبُوْحَنِيْفَةَ
بِآثَارٍ وَفِقْهٍ فِيْ حَدِيْثٍ ... كَآيَاتِ الزَّبُوْرِ عَلٰى صَحِيْفَةٍ
فَمَا فِي الْمَشْرِقَيْنِ لَهٗ نَظِيْرٌ ... وَلَا فِي الْمَغْرِبَيْنِ وَلَا بِكُوْفَةٍ
يَبِيْتُ مُشَمِّرًا سَهِرَ اللَّيَالِيْ ... وَصَامَ نَهَارَهٗ لِلّٰهِ خِيْفَةً
فَمَنْ كَأَبِيْ حَنِيْفَةَ فِيْ عُلَاهُ ... إِمَامٌ لِلْخَلِيْقَةِ وَالْخَلِيْفَةِ
رَأَيْتُ الْعَائِبِيْنَ لَهٗ سَفَاهًا ... خِلَافَ الْحَقِّ مَعْ حُجَجٍ ضَعِيْفَةٍ

Scanned by CamScanner

وَكَيْفَ يَحِلُّ أَنْ يُؤْذِيَ فَقِيْهٌ لَهُ فِي الْأَرْضِ آثَارٌ شَرِيْفَةْ
فَقَدْ قَالَ ابْنُ إِدْرِيْسَ مَقَالًا صَحِيْحُ النَّقْلِ فِي حُكْمٍ لَطِيْفَةْ
بِأَنَّ النَّاسَ فِي فِقْهٍ عِيَالٌ عَلَى فِقْهِ الْإِمَامِ أَبِي حَنِيْفَةْ
فَلَعْنَةُ رَبِّنَا أَعْدَادَ رَمْلٍ عَلَى مَنْ رَدَّ قَوْلَ أَبِي حَنِيْفَةْ

یہ تمام اقوال حدائق الحنفیہ سے نقل کئے گئے ہیں۔ حدائق الحنفیہ میں ان اقوال کے حوالے موجود ہیں۔ اختصار کی وجہ سے یہاں ترک کر دیا گیا۔

تنبیہ:۔ ائمہ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے ان اقوال سے وہ غیر مقلدین عبرت حاصل کریں۔ اردو کے دو رسائل دیکھ کر مجتہد بن بیٹھے ہیں اور ہمچو دیگرے نیست کا نعرہ بلند کرنے لگے ہیں۔ اور اسلام کی اس عظیم شخصیت کو ہدف ملامت بناتے ہیں جن کی مدح و توصیف میں اکابر محدثین اپنے فضل وکمال کے باوجود رطب اللسان ہیں، وہ ان اقوال میں غور کریں اور اپنے انجام کی فکر کریں۔ اللہ پاک صحیح فہم اور عقل سلیم عطا فرمائے اور ہر قسم کی گمراہی و ضلالت سے حفاظت فرمائے۔

یہ اقوال ان ائمہ حدیث کے ہیں جو مسلک امام ابو حنیفہ رح کی بہت سی باتوں کے خلاف ہیں۔ پھر بھی ان حضرات نے آپ کی تعریف و توصیف کی اور آپ کے اندر پائی جانے والی خوبیوں کا ذکر کرتے رہنے۔ کیونکہ انھیں یہ یقین تھا کہ ان اختلافات کا سبب نفسانیت ہے اور نہ تفوق و برتری کی خواہش۔ بلکہ سبھی کا مقصود حق کی تلاش و جستجو ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سبھی ائمہ کرام پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

یہ ادب جمیل اور اخلاق فاضلہ نہ ہوتے تو بہت سے علماء سلف کا فقہ منتشر اور ناپید ہو جاتا۔ ایک دوسرے کا دفاع وہ اسی لئے کرتے تھے کہ

اس اُمّت کے فقہ کی حفاظت کا یہی طریقہ ہے۔ اور اسی فقہ کے سائے میں اس کی زندگی کو صحیح ہدایت و استقامت ملتی رہے گی۔

امام شافعیؒ کے بارے میں بعض علماء کی رائیں

ابنِ عُیینہؒ کا ارشاد

امام ابنِ عیینہ رہ اپنی جلالتِ شان کے باوجود تفسیر و فتویٰ کے سلسلہ میں امام شافعی رہ کی طرف رجوع کرتے اور آپ کے بارے میں اکثر کہا کرتے " یہ اپنے وقت کا سب سے بہتر نوجوان ہے " اور آپ کی وفات کی خبر پاکر کہا:۔

" اگر محمد بن ادریس کا انتقال ہوگیا ہے تو اپنے زمانہ کا سب سے بہتر شخص اس دُنیا سے رُخصت ہوگیا۔ "

یحییٰ بن سعید قطان کا ارشاد

یحییٰ ابن سعید قطان فرماتے ہیں:۔ " میں اپنی نماز میں بھی امام شافعیؒ کے لیے دُعا کیا کرتا ہوں۔ "

عبداللہ بن حکم کا ارشاد

عبداللہ بن حکم اور ان کے لڑکے مسلکِ امام مالکؒ کے پیرو تھے لیکن انھوں نے اپنے لڑکے محمد کو وصیت کی کہ امام شافعی رہ کی خدمت میں لگے رہیں۔ انھوں نے فرمایا۔ اس شیخ (امام شافعیؒ) کے ساتھ لگے رہو، ان سے بڑا عالمِ اصول (یا اصولِ فقہ) میں نے نہیں دیکھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے باپ کی نصیحت پر عمل بھی کیا۔ انھوں نے خود کہا۔ اگر امام شافعیؒ نہ ہوتے تو میں بھی نہ جانتا کہ کیسے کسی کا جواب دیا جائے۔ سب کچھ میں نے انھیں سے سیکھا اور جانا۔ انھوں نے ہی

مجھے قیاس سکھایا۔ اللہ اُن پر رحم فرمائے۔ وہ صاحب حدیث و سُنّت تھے، فضل و خیر کے جامع تھے۔ ان کی زبان فصیح اور عقل محکم اور ہمہ گیر تھی ؎۱

امام احمد بن حنبل رح اور امام شافعی رح

عبداللہ بن امام احمد نے ایک روز کہا والدِ محترم! شافعی کون شخص ہیں؟ میں دیکھتا ہوں کہ آپ ان کے لئے بہت دُعائیں کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا۔ بیٹے! شافعی پر اللہ کی رحمتیں ہوں وہ اس دنیا کے لئے آفتاب اور انسانوں کے لئے باعث خیر و برکت تھے۔ کیا ان دونوں چیزوں کا عوض اور وارث ہو سکتا ہے۔

اور ایک روز صالح بن امام احمد رح نے کہا: یحییٰ بن معین نے اپنی ایک ملاقات میں مجھ سے کہا۔ کیا آپ کے والد شرماتے نہیں وہ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا کیا بات ہے؟ تب انھوں نے کہا: میں نے انھیں شافعی کے ساتھ دیکھا کہ وہ سوار ہیں اور یہ ان کی سواری کی لگام پکڑے ہوئے پیدل چل رہے ہیں۔ یہ بات سُنکر میں نے والد صاحب سے پوچھا۔ تو انھوں نے فرمایا، ان سے جب ملاقات ہو تو کہنا۔ میرے باپ کہہ رہے تھے اگر فقہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو آؤ اور دوسری طرف سے ان کی رکاب تھام لو ؎۲

ابو حمید ابن احمد البصری نے کہا: میں احمد بن حنبل سے ایک مسئلہ پر مذاکرہ کر رہا تھا۔ ایک شخص نے آپ سے کہا اے ابو عبداللہ! اس میں حدیث صحیح نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگرچہ اس میں حدیث صحیح نہیں مگر امام شافعی رح اس سلسلہ میں یہی کہتے ہیں۔ اور اس میں آپ کی حجت سب سے قوی ہے۔ احمد نے کہا، میں نے شافعی سے پوچھا کہ فلاں فلاں مسئلہ میں آپ کیا کہتے ہیں۔ انھوں نے ان کے جوابات دیئے۔ میں نے کہا اس کا ماخذ کیا ہے؟ کوئی آیت یا حدیث ہے؟ کہا ہاں!

؎۱ حوالہ بالا ؎۲ ایضاً۔

پھر ایک حدیث دکھائی [1]

امام احمد رہ کہتے تھے جب مجھ سے کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جاتا جس میں کسی حدیث کا مجھے علم نہ ہوتا تو کہدیتا شافعیؒ یہ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ قریش کے امام عالم ہیں [2]

داؤد بن علی اصبہانی کہتے ہیں۔ میں نے اسحٰق بن راہویہ کو یہ کہتے سُنا مجھ سے مکہ مکرمہ میں احمد بن حنبل ملے اور کہا۔ آئیے میں آپ کو ایک ایسا آدمی دکھاؤں کہ آپ کی آنکھوں نے ایسا آدمی نہ دیکھا ہوگا۔ اس کے بعد انھوں نے امام شافعی کو دکھایا۔

امام شافعیؒ کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کی یہ رائے تھی اور اگر شاگرد اپنے استاد کا گرویدہ اور اس کے فضل وکمال کا معترف ومدّاح ہو تو کوئی جائے تعجب نہیں۔ لیکن اس نسبتِ تلمذ کے باوجود خود امام شافعی امام احمد کی فضیلت اور علمِ سُنّت کا اعتراف کرتے تھے اور ان کو مخاطب کرتے ہوئے ایک بار فرمایا تم لوگ حدیث ورجال کے مجھ سے بڑے عالم ہو۔ حدیث جب صحیح ہو تو مجھے بتاؤ خواہ وہ کوفی ہو، بصری ہو، شامی ہو۔ اگر صحیح ہوگی تو میں اختیار کروں گا [3]"

امام شافعی رہ جب امام احمد رہ سے روایت بیان کرتے تو تعظیماً ان کا نام نہ لیتے بلکہ کہتے حَدَّثَنَا الثِّقَةُ مِنْ اَصْحَابِنَا وَاَنْبَأَنَا الثِّقَةُ وَاَخْبَرَنَا الثِّقَةُ [4]

اس سرسری جائزہ اور طائرانہ نظر ہی سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلاف کس ادبِ عالی اور اخلاقِ فاضلہ کے حامل تھے جن پر اختلافِ اجتہاد کا کوئی مضر اثر نہیں ہوا کرتا تھا۔

یہ گرانقدر آداب ان شخصیتوں کے ہیں جنھوں نے درسگاہِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم)

---

[1] آداب الشافعی ومناقبہ ص۸۶ و ۸۷ [2] حاشیہ آداب الشافعی ومناقبہ ص۸۶۔
[3] الانتقار ص۷۵ [4] مناقب الامام احمد بن الجوزی ص۱۱۶۔

گھے منسلک ہوکر تکمیلِ علوم کی۔ اس لئے نفسانیت ان پر کہیں غلبہ نہ پا سکی۔ ان ائمہ کرام کے بلند کردار، لطیف علمی مباحث، جن پر ادب رفیع اور اسلامی اخلاق کا سایہ فگن رہا۔ ان کے بے شمار نمونوں سے طبقات وتراجم، فضائل ومناقب اور تاریخ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔

آج جبکہ ہمارے سبھی مسائل ومعاملات اختلاف وانتشار کا شکار ہیں ایسے نازک دور میں ہمیں سکونِ قلب کے لئے اسی شجر سایہ دار کا سہارا لینا چاہیئے۔ اور انھیں مبارک آداب واخلاق سے اپنے آپ کو آراستہ کرلینا چاہیئے جنھیں اسلافِ کرام ہمارے لئے چھوڑ گئے۔ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے سنجیدہ کوشش کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے" [لہ]

سیّد احمد شہیدؒ

تکبیرِ اولیٰ فوت ہونے پر تنبیہ

حضرت سیدا حمد شہید صاحب قدس سرہٗ نے شادی کی۔ نماز میں کچھ دیر سے تشریف آوری ہوئی۔ مولانا عبدالحیؒ صاحب نے سکوت کیا کہ شاید نئی شادی کی وجہ سے تاخیر ہوگئی ہو، اتفاقیہ کچھ دیر ہوگئی ہو۔ اگلے دن پھر ویسا ہی ہوا کہ سیّد صاحب کو اتنی دیر ہوگئی کہ تکبیرِ اولیٰ ہوچکی تھی۔ مولوی عبدالحیؒ صاحب نے سلام پھیرنے کے بعد کہا، عبادتِ الٰہی ہوگی یا شادی کی عشرت۔ سید صاحب چپ ہورہے اور اپنی غلطی کا اقرار کرلیا اور پھر نماز میں اپنے معمولی طریق پر تشریف لانے لگے۔

(آپ بیتی ۶ ص۲۹۴ بحوالہ تذکرۃ الرشید ص۲۷۲)

لہ اسلام میں اختلاف کے اصول وآداب ص۱۲۴۔

لفظ مردود کہنے پر تنبیہ

ایک دفعہ ایک خادم کی سخت غلطی پر مردود کا لفظ نکل گیا۔ خدام حضرت کی زبان سے عادت کے خلاف یہ لفظ سُنکر متحیر رہ گئے اور حضرت سے عرض کیا۔ آج حضرت کی زبان سے مردود کا لفظ نکل گیا۔ یہ لفظ کسی مسلمان کو کہنا کیسا ہے؟

آپ نے اس سوال کو سُنکر دیر تک سکوت فرمایا اور کہا کہ یہ بات کسی مسلمان کو نہیں کہنا چاہیئے۔ یہ کلمہ میری زبان سے بے اختیاری میں بے ساختہ نکل گیا اور بڑا قصور ہوا اور تم بھائیوں نے خوب کیا جو اس قصور سے مجھ کو آگاہ کیا۔ اور پھر ان صاحب کو بلا کر سب کے سامنے معافی مانگی۔ ان کو اپنے پاس بٹھا کر فرمایا " حاجی صاحب! ہم تمہارے قصور مند ہیں۔ اس وقت غصہ میں بے اختیار ہماری زبان سے مردود کا جو لفظ نکل گیا، ہماری یہ خطا للہ معاف کردو اور ہم سے مصافحہ کرلو (آپ بیتی ۶ صـ ۲۹۵ بحوالہ سیرت سید احمد شہید ۲ صـ ۵۰۵)

شرک فی النبوۃ

افاضات یومیہ میں حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولانا شہید صاحبؒ اور حضرت سید صاحبؒ میں ایک مسئلہ پر طویل گفتگو ہوئی۔ بالآخر مولانا شہید صاحبؒ نے معافی چاہی اور عرض کیا کہ مجھ کو آپ کی بات بلا چون وچرا مان لینا چاہیئے تھا۔ اس پر سید صاحبؒ نے فرمایا کہ توبہ کرو۔ یہ تو نبی کا مرتبہ ہے کہ اس کی بات کو بلا چون وچرا مان لیا جائے اور یہ بھی شرک فی النبوت ہے۔ مولانا شہیدؒ فرماتے ہیں کہ اس ارشاد سے مجھے شرک فی النبوت کے متعلق ایک باب عظیم علم کا مفتوح ہوا... (آپ بیتی ۶ صـ ۳۱ بحوالہ افاضات ۱/۴ صـ ۹۱)

مگر افسوس آج ہر شخص اسی کا خواہشمند ہوتا ہے کہ میری بات بلا چون وچرا تسلیم کی جائے اور کوئی مخالفت نہ کرے۔

مولانا اسمٰعیل شہیدؒ

میلہ میں جانے پر تنبیہ

ایک مرتبہ حضرت مولانا اسماعیل شہید نوّر اللہ مرقدہٗ ہندوؤں کے کسی میلہ میں گئے۔ سید صاحب اس زمانے میں ان سے پڑھتے تھے، وہ بھی ان کے ساتھ گئے۔ جب یہ دونوں میلے میں پہونچے تو سیّد صاحب پر ایک جوش سوار ہوا اور نہایت غصہ آیا اور تیز لہجے میں مولانا شہید رحمہ سے فرمایا۔ آپ نے کس لئے پڑھا تھا، کیا سواد کفار بڑھانے کے لئے آپ کو معلوم ہے کہ آپ اس وقت کہاں ہیں۔ آپ غور فرمائیں کہ ایک عالم اور شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب کا بھتیجا کفار کے میلہ کی رونق بڑھائے کس قدر شرم کی بات ہے۔ مولانا پر اس کا خاص اثر ہوا۔ اور انھوں نے فرمایا کہ سیّد صاحب آپ نہایت بجا فرماتے ہیں، واقعی یہ میری غلطی ہے اور یہ فرما کر فوراً لوٹ آئے اور پھر کبھی کسی میلہ میں نہیں گئے۔ حضرت حکیم الامّتؒ اس کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ شاگرد کی نصیحت کو تیز لہجہ میں قبول کرلینا اور عمل کرنا کس قدر مجاہدہ عظیم ہے۔

(آپ بیتی ۶ ص ۳۰ بحوالہ ارواح ص ۹۰)

شاہ محمّد اسحاق صاحب محدّث دہلویؒ

استاذ الکل حضرت شاہ اسحاق صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے ایک شاگرد اجمیر میں رہا کرتے تھے اور وہاں مواعظ کے ذریعہ اشاعتِ دین کرتے تھے۔ انھوں نے حدیث لاتشدُّ الرِّحال کا وعظ کہنا شروع کیا اور لوگوں پر اثر بھی ہوا۔ اتفاق سے شاہ اسحاق صاحب کا اس زمانہ میں قصد ہجرت ہوگیا۔

جب شاہ صاحبؒ کے قصد کی ان کو اطلاع ہوئی تو انھوں نے شاہ صاحب کو لکھا کہ جناب عازمِ سفرِ ہجرت ہوں تو اجمیر تشریف نہ لادیں کیونکہ میں حدیث لَاتُشَدُّ الرِّحَالُ کا وعظ کہہ رہا ہوں۔ اور لوگ راہ پر آچلے ہیں۔ آپ کی تشریف آوری سے جو کچھ اثر ہوا ہے اس کے عتر بود ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ شاہ صاحبؒ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں اجمیر کے قصد سے نہ آؤں گا۔ لیکن چونکہ اجمیر راستہ میں پڑے گا اور خواجہ صاحبؒ ہمارے مشائخ میں ہیں۔ اس لئے مجھ سے نہ ہوسکے گا کہ میں بلا حاضر ہوئے بالا بالا چلا جاؤں۔ جب میں آؤں تم وعظ کہنا اور وعظ میں بیان کرنا کہ اسحاق نے غلطی کی جو وہ اجمیر آیا۔ اس کا فعل حجت نہیں اور میرے سامنے کہنا اور یہ خیال نہ کرنا کہ شاید مجھے ناگوار ہو مجھے ہرگز ناگوار نہ ہوگا اور میں اقرار کرلوں گا کہ واقعی میری غلطی ہے اس سے وہ ضرر دفع ہوجائے گا جس کا تم کو اندیشہ ہے۔ اور شاہ صاحبؒ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ یہ مجاور اور قبر پرست ہمارے رقیب ہیں۔ رقیبوں کے ڈر سے محبوب کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔ (آپ بیتی ج ۶ ص ۱۰۳ بحوالہ ارواح ص ۱۱۱)

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ

ارواحِ ثلٰثہ میں نقل کیا گیا ہے کہ مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کہا کرتے تھے کہ مجھ سے مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ مولوی یحییٰ! احمد رضا خاں مدت سے میرا رد کر رہا ہے، ذرا اس کی تصنیف ہمیں بھی تو سنادو۔ میں نے عرض کیا حضرت مجھ سے تو نہیں ہوسکے گا۔ حضرت نے فرمایا، کیوں؟ میں نے عرض کیا حضرت! ان میں تو گالیاں ہیں۔ حضرت نے فرمایا، اجی دور کی گالیوں کا کیا ہے، پڑی گالیاں ہوں تم سناؤ آخر اس کے دلائل تو دیکھیں شاید کوئی معقول بات ہی لکھی ہو۔

تو ہم رجوع کرلیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے تو نہیں ہو سکتا۔ حضرت حکیم الامتؒ اس کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ اللہ اکبر یہ ہے حق پرستی کہ اعداء کے طلب و اتباع کے غلبہ میں دشمن کی بیہودگی سے بھی متأثر متغیر نہ ہوں۔ اور مولانا یحییٰ کا یہ کہنا کہ مجھ سے تو نہیں ہو سکتا۔ ھو کقول علی رضؓ لا امحوک۔

(آپ بیتی ۶ ص ۳۱ بحوالہ ارواح ثلاثہ)

مولود شریف میں شرکت سے انکار

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے افاضات یومیہ میں نقل کیا گیا ہے کہ میں نے اپنے ابتدائی اُستاد مولانا فتح محمد صاحب سے سُنا ہے کہ ایک بار جبکہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں بمقام مکہ معظمہ حاضر تھے۔ حضرت حاجی صاحب کے پاس مولود شریف کا بلاوا آیا۔ حضرت نے مولانا سے پوچھا مولوی صاحب چلو گے مولانا نے فرمایا کہ نا حضرت میں نہیں جاتا۔ کیونکہ میں ہندوستان میں لوگوں کو منع کیا کرتا ہوں۔ اگر میں یہاں شریک ہو گیا تو وہاں کے لوگ کہیں گے وہاں بھلے شریک ہو گئے تھے۔ حاجی صاحب نے بجائے بُرا ماننے کے مولانا کے اس انکار کی بہت تحسین فرمائی اور فرمایا میں تمہارے جانے سے اتنا خوش نہ ہوتا جتنا تمہارے نہ جانے سے خوش ہوں۔ اب دیکھئے پیر سے زیادہ کون محبوب و معظم ہو گا۔ مگر دین کی حفاظت ان کے اتباع سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ اس لئے دونوں کے ظاہری تعارض کے وقت اسی کو ترجیح دی۔ واقعی حفاظتِ دین بڑی نازک خدمت ہے۔ سارے پہلوؤں پر نظر رکھنی پڑتی ہے کہ نہ چھوٹوں کو نقصان پہونچے نہ بڑوں کے ساتھ جو عقیدت ہونی چاہیئے اس میں فرق آئے۔

مولانا نصیر الدین رحؒ کا اپنے شیخ سے اختلاف

مولانا نصیر الدین صاحب چراغ کو اپنے شیخ حضرت سلطان جی رحمۃ سے مسئلہ سماع میں اختلاف تھا۔ مزامیر کے ساتھ تو وہ بھی نہ سنتے تھے۔ لیکن مولانا نصیر الدین صاحب بلا مزامیر سننے کو بھی خلاف سنت سمجھتے تھے۔ کسی نے کہا کہ سلطان جی تو سماع سنتے تھے۔ مولانا نے جواب دیا کہ فعل پیراں سنت نباشد (پیروں کا فعل سنت نہیں ہوتا) ان کا یہ قول سلطان جی سے نقل کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ نصیر الدین راست می گوید (نصیر الدین صحیح کہتا ہے) سبحان اللہ یہ حضرات تھے دین کے سچے خادم اور سچے عاشق،،

؎ وزیرے چنیں شہر یارے چناں

حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد

حاجی محمد علی انبہٹوی نے حج سے واپس آکر یہ مشہور کیا کہ حضرت حاجی صاحب نے مجھ کو سماع کی اجازت دے دی ہے۔ کسی نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی۔ مولانا نے سنکر فرمایا کہ وہ غلط کہتے ہیں۔ اور اگر وہ صحیح کہتے ہیں تو حاجی صاحب غلط کہتے ہیں۔ ایسے مسائل میں خود حاجی صاحب کے ذمہ ہے کہ وہ ہم سے پوچھ کر عمل کریں۔ البتہ اصلاح نفس کے مسائل میں ہمارے ذمہ ہے حضرت حاجی صاحب کا اتباع۔ اس ارشاد پر عوام میں بڑا چرچا ہوا۔ مگر اُس مفسدہ کا جو، ان صاحب کی روایت سے ہوتا بالکل انسداد ہو گیا۔ تو مولانا نے حفاظتِ دین کے مقابلہ میں اپنی بدنامی کی بھی کچھ پرواہ نہ کی۔ لوگوں نے حضرت حاجی صاحب تک یہ شکایتیں پہونچائیں مگر وہاں بھلا کیا اثر ہوتا، گو اوروں کو شکایت ہوئی مگر حضرت پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ (آپ بیتی ۶ ص ۳۰۳ بحوالہ افاضات)

مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ

مولوی احمد حسن سنبھلیؒ سے مکالمہ

حضرت اقدس سہارنپوری قدس سرہٗ کے متعلق تذکرۃ الخلیل میں لکھا ہے کہ بایں تفقہؒ (حضرت کے تفقہ کے چند واقعات ذکر کیے ہیں) آپ کو اپنے کسی کمال پر ناز نہ تھا اور نہ ضد تھی۔ ایک بار آپ تھانہ بھون گئے اور فساد صلوٰۃ بمحاذاۃ النساء کے مسئلہ میں مولوی احمد حسن سنبھلیؒ کا حضرت سے مکالمہ ہوا۔ حضرت تو حنفیہ کے قول کو قوی فرمارہے تھے اور مولوی احمد حسن ضعیف۔ حضرت نے فرمایا تم پہلے میری تقریر سُن لو۔ پھر جو کہنا ہے وہ کہنا۔ مگر مولوی صاحب نے درمیان میں آپ کا کلام قطع کرنا شروع کر دیا۔ حضرت کو تکدر ہوا اور لہجہ میں تیزی آگئی۔ مولوی احمد حسن بھی تیزی پر آگئے۔ تب آپ نے تحمل کیا اور خاموش ہو گئے۔ جب آپ ریل پر آنے لگے تو آپ نے خود ابتداء بالسلام کی، اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا کر فرمایا۔ اگر مجھ سے کچھ گستاخی آپ کی شان میں ہو گئی ہو تو معاف فرما دیں۔ ان بندۂ خدا نے اس پر بھی کوئی معذرت نہیں کی (آپ بیتی ۲/۶ ص۳۰ بحوالہ تذکرۃ الخلیل ص۲۹۷)

تذکرۃ الخلیل میں تو یہ قصہ اتنا ہی نقل کیا ہے لیکن حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کو اس واقعہ سے بہت قلق ہوا اور مولوی احمد حسن کو تنبیہ بھی کی کہ اکابر کے سامنے یوں گستاخانہ گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت تھانویؒ سے مکاتبت

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ خوانِ خلیل میں تحریر فرماتے ہیں

مسجد پیر محمد والی کی سمت جنوب میں جو سہ دری مسجد سے ملی ہوئی ہے اس پر سائبان ڈالا گیا تو مولانا نے اس کے متعلق از خود کچھ تحریر فرمایا جس کا یہاں سے جواب عرض کیا گیا۔ چند بار اس میں مکاتبت ہوئی جس میں کوئی اخیر فیصلہ نہیں ہوا۔ اس مکاتبت کا نام "مسئلۃ اہل الخلۃ فی مسئلۃ الظلۃ" ہے جو ترجیح الراجح کے حصہ دوم کے اخیر میں شائع ہوا ہے۔ اس میں مکتوب سوم کے شروع میں ایک عجیب دلربا جملہ ہے وَھِیَ ھٰذِہٖ۔

"گرامی نامہ موجب برکت ہوا کئی روز تک یہ خیال رہا کہ مسئلہ کے متعلق کچھ عرض کروں یا نہ کروں۔ مبادا تکرار موجب بار ہو بالآخر یہ خیال ہوا کہ اپنا خیال ایک دفعہ اور عرض کردوں الخ۔

ملاحظہ فرمایا جاوے اس جملہ میں رعایت حق و رعایت خاطر دونوں کو کس طرح جمع فرمایا گیا ہے۔ اس کا اثر احقر پر یہ ہوا کہ اس پر جو عرض کیا گیا باوجود یکہ اس کا جواب نہیں آیا مگر مجھ کو ایک تنبیہ میں اس لکھنے کی ضرورت ہوئی کہ اس جواب نہ آنے کو حجت نہ سمجھا جاوے الیٰ قولی۔ اس باب میں اہل علم سے مزید تحقیق کی جاوے۔ (خوان خلیل ص ۹ ج ۷)

حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ نے حسن العزیز میں حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کا ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے کہ حضرت شیخ الہند مراد آباد مدرسہ کے جلسہ میں تشریف لے گئے۔ لوگوں نے وعظ کے لئے اصرار کیا (مولانا وعظ سے بچتے تھے) عذر کیا کہ مجھے عادت نہیں۔ مگر لوگوں نے نہیں مانا۔ آخر مولانا کھڑے ہوئے اور حدیث "فَقِیْہٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ" پڑھی اور

اس کا ترجمہ یہ کیا کہ ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے وہاں ایک مشہور عالم تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہا یہ ترجمہ غلط ہے۔ اور جس کو ترجمہ بھی صحیح کرنا نہ آئے اس کو وعظ کہنا جائز نہیں۔ بس مولانا فوراً ہی بیٹھ گئے۔ اور کہا میں پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں ہے اور بعد میں مولانا ان کے پاس آئے اور پوچھا کیا غلطی ہوئی۔ کہا اشد کا ترجمہ اضر ہے نہ کہ اثقل مولانا نے کہا۔ حدیث کیفیت وحی میں بھی یہ لفظ ہے "وَیَاْتِیْنِیْ اَحْیَانًا کَصَلْصَلَۃِ الْجَرَسِ وَھُوَ اَشَدُّھَا عَلَیَّ"۔ وہاں اضر کا ترجمہ کیسے بنے گا۔ بس ان عالم صاحب کی یہ حالت کہ رنگ فق تھا اور سر سے پیر تک عرق میں ڈوبے ہوئے تھے

(آپ بیتی ۶ ص ۳۰۹ بحوالہ حسن العزیز ص ۲۴۳ ج ۴)

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کا طرزِ عمل

حضرت حکیم الامتؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مدت دراز سے مجھ پر عنایت فرماؤں کی طرف سے بیجا اعتراضوں کی بوچھاڑ ہے جس میں سے اکثر کا سبب تعصّب اور تحزّب ہے۔ جس کے جواب کی طرف احقر نے اس لئے التفات نہیں کیا کہ میں نے ان اعتراضوں کو قابلِ التفات نہیں سمجھا۔ نیز یہ بھی خیال ہوا کہ آج کل جواب دینا قاطع اعتراضات نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ مطوّل کلام ہو جاتا ہے، تو وقت بھی ضائع ہوا اور غایت بھی حاصل نہیں ہوئی۔ تیسرے مجھ کو اس سے زیادہ اہم کام اس کثرت سے رہا کئے کہ اس کام کے لئے مجھ کو وقت بھی نہیں مل سکتا تھا۔ چوتھے میں نے جہاں تک دل کو ٹٹولا۔ ایسے اعتراضوں کے جواب دینے میں نیت اچھی نہیں پائی۔ میں اہلِ خلوص کو کہتا نہیں مگر مجھ جیسے مغلوب النفس کی نیت تو زیادہ یہی ہوتی ہے کہ جواب نہ دینے میں معتقدین

کم ہو جائیں گے، شان میں فرق آجائے گا۔ جس کا حاصل ارضاءِ عوام ہے، سو طبعاً مجھ کو اس مقصود ارضاءِ عوام سے غیرت آتی ہے"۔ (آپ بیتی ۲ ص ۳۰۹ بحوالہ اخوانِ خلیل ص ۳۲)

اشرف السوانح میں حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ پر معترضین کی بھرمار، بوچھاڑ کے ذیل میں لکھا ہے کہ حضرت والا نے اپنے معترضین کے مقابلہ میں بھی کبھی رد کی کوشش نہیں فرمائی بلکہ ان کے اعتراضوں پر بھی بالخصوص جہاں مظنہ نیک نیتی کا تھا اس نیت سے نظر فرمائی کہ اگر ان اعتراضات میں کوئی امر واقعی قابلِ قبول ہو تو اس کو قبول کر کے اس پر عمل کیا جائے۔ (اشرف السوانح ص ۲۳ ج ۲)

اشرف السوانح میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ حضرت والا پر اگر کوئی کسی قسم کا اعتراض کرتا ہے تو اس سے اپنا تبریہ فرمانے کی ہرگز کوشش نہیں کرتے بلکہ اگر وہ اعتراض علمی رنگ کا ہوتا ہے اور قابلِ قبول ہوتا ہے تو اس کو قبول فرما کر اپنی تحقیقِ سابق سے بلا تامل رجوع فرما لیتے ہیں اور ترجیح الراجح میں اپنا رجوع شائع فرما دیتے ہیں۔ یہ معاملہ تو علمی رنگ کے اعتراضات کے ساتھ فرماتے ہیں۔ اور اگر اعتراض معاندانہ رنگ کا ہوتا ہے تو اس کی مطلق پرواہ نہیں فرماتے۔ چنانچہ اگر ایسا اعتراض بذریعہ جوابی خط کے موصول ہوتا ہے تو بجائے اپنا تبریہ فرمانے کے نہایت استغناء کا جواب تحریر فرما دیتے ہیں۔ اور ایسے عنوان سے کہ معترض پر ظاہر ہو جائے کہ اس کے اعتراض کو بالکل لغو اور غیر قابلِ التفات سمجھا گیا۔ مثلاً ایک شخص کو جس نے واہی تباہی اعتراضات لکھ کر بھیجے تھے، تحریر فرما دیا کہ مجھ میں اس سے زیادہ عیوب ہیں مگر مجھے تو اپنے عیوب کی اشاعت کی توفیق نہیں ہوئی تم ان کو مشتہر کر دو تاکہ لوگ دھوکہ میں نہ رہیں۔ اور اگر خط جوابی نہیں ہوتا تو اس کو پھاڑ کر ردی میں ڈال دیتے ہیں"۔

(آپ بیتی ص ۱۳ بحوالہ [illegible] السوانح ص ۱۵۳)

مولوی محمد رشیدؒ کی حق گوئی اور حُسنِ ادب

ایک سلسلہ میں فرمایا کہ مولوی محمد رشید مرحوم جنھوں نے مجھ سے پڑھا تھا، بڑے حق گو لیکن اس کے ساتھ بڑے باادب تھے۔ ایک بار میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا وہاں ریزگاری کی ضرورت پڑی۔ ایک صاحب کے پاس موجود تھی ان کو روپیہ دیکر میں نے ریزگاری لے لی۔ مولوی صاحب بھی اس وقت موجود تھے وہ آگے بڑھے اور مجھ سے پوچھا کہ یہ معاملہ کیا بیع میں تو داخل نہیں۔ مجھے فوراً تنبہ ہوا۔ میں نے کہا خیال نہیں رہا۔ یہ معاملہ تو واقعی بیع ہی میں داخل ہے جو مسجد میں جائز نہیں۔ پھر میں نے ان صاحب کو جن سے معاملہ ہوا تھا ریزگاری واپس کرکے کہا کہ میں اب اس معاملہ کو فسخ کرتا ہوں۔ پھر میں نے کہا مسجد سے باہر چلو، وہاں پھر اس معاملہ کو از سرِ نو کریں گے۔ چنانچہ مسجد سے باہر آکر اور روپیہ دے کر میں نے پھر ان سے ریزگاری لے لی۔ مولوی محمد رشید کی اس بات سے میرا جی بڑا خوش ہوا۔ کیونکہ ظاہر کرنا تو ضروری ہی تھا لیکن انھوں نے نہایت ادب سے ظاہر کیا۔ یہ پوچھا کہ کیا یہ بیع میں تو داخل نہیں۔

(افاضات ۹/۱ ص۳۵۳ آپ بیتی ۶/۱ ص۳۱۱)

مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہٗ امیرِ تبلیغ کا حُسنِ ادب

ایک شخص حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ کے سامنے حضرت قدس سرہٗ کی تعریف کر رہا تھا۔ مولانا محمد یوسفؒ بھی موجود تھے۔ مولانا محمد یوسف نے ایک کاغذ پر مٹی رکھی اور اس کو حضرت مولانا محمد الیاس قدس سرہٗ کی طرف کھسکا کر چپکے سے اٹھ کر چلے گئے، گویا حُسنِ ادب کے ساتھ اس پر تنبیہ کی کہ اپنی تعریف سُننا حدیث کے خلاف ہے کہ حدیثِ پاک میں مُنہ پر تعریف کرنے

والے کے لئے حکم ہے کہ اس کے چہرہ پر مٹی ڈالدی جائے۔

مولانا خلیل احمد صاحبؒ اور مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کا اختلاف رائے

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

میرے والد صاحب قدس سرہٗ اور میرے حضرت قدس سرہٗ کے درمیان میں متعدد مسائل میں اختلاف تھا، مگر چونکہ مجادلہ اور مخالفت نہیں تھی، اس لئے عوام تو عوام، خواص کو بھی اس کی ہوا نہیں لگتی تھی۔ ان میں سے ایک مسئلہ مثال کے طور پر لکھتا ہوں ـــ قربانی کے جانور میں دو تین شرکاء اگر ایک حصہ مشترک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرنا چاہیں بشرطیکہ خود ان کے حصے اپنے بھی اس جانور میں ہوں۔ یہ صورت میرے والد صاحب کے نزدیک جائز تھی اور میرے حضرت کے نزدیک ناجائز۔ میرے والد صاحب اوپر رہتے تھے اور حضرت قدس سرہٗ کا قیام نیچے رہتا تھا۔ قربانی کے زمانہ میں متعدد لوگوں کو میں نے دیکھا کہ وہ مسئلہ حضرت کے پاس پوچھنے آتے تو میرے حضرت یوں فرمادیا کرتے تھے کہ میرے نزدیک تو ناجائز ہے مولانا یحییٰ کے نزدیک جائز ہے۔ تو اوپر جاکر ان سے مسئلہ پوچھ لے، وہ تجھے اجازت دیدیں گے تو اس پر عمل کرلینا۔

اس کے بعد میرے نزدیک یہ صورت جائز ہے اور ہمارے مدرسہ کے مفتی سابق (مفتی سعید احمد صاحبؒ) اور سابق ناظم مولانا عبداللطیف صاحب قدس سرہٗ کے مسلک کے مطابق ناجائز بتاتے تھے اور ہر ایک کا فتویٰ ایک دوسرے کو معلوم تھا۔ میں نے ان دونوں حضرات سے گفتگو بھی کی، انھوں نے میری نہیں مانی۔ میں نے ان کی نہیں مانی مگر نہ کبھی اشتہار بازی ہوئی نہ جنگ وجدال ہوا (آپ بیتی نمبر ۳ صفحہ ۹)

حضرت سہارنپوری رحؒ اور حضرت شیخ رحؒ کا اختلاف رائے

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ اپنا واقعہ بھی بیان فرماتے ہیں۔ "خود میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت رحؒ کے اخیر رمضان المبارک میں شعبان کے چاند کی گڑبڑ سے یہ بحث شروع ہوئی کہ آج مطلع صاف ہے۔ تیس ۳۰ روزے پورے ہو جانے کے بعد اگر شام کو رویت نہ ہوئی تو کل روزہ رکھنا چاہیئے یا نہیں؟ حضرت کا ارشادِ مبارک تھا کہ شعبان کے چاند میں شہادت پر مدار تھا۔ بعض وجوہ سے شرعی حجت نہ تھی اس لئے روزہ ہے اور میرا ناقص خیال تھا کہ وہ شرعی حُجّت سے صحیح تھی اس لئے کل کا روزہ نہیں ہے۔ دن بھر بحث رہی شام کو چاند نظر نہ آیا۔ حضرت نے طے فرما دیا کہ میں روزہ رکھونگا میں نے عرض کیا میرے لئے کیا ارشاد ہے فرمایا کہ میرے اتباع کی ضرورت نہیں۔ سمجھ میں آگیا ہو تو روزہ رکھو ورنہ نہیں۔ بالآخر حضرت کا روزہ تھا میرا افطار۔ حضرت کے خُدّام میں اور بھی متعدد ایسے تھے جنھوں نے افطار کیا اور متعدد نے روزہ رکھا۔ حضرت نے ان سے دریافت بھی نہ فرمایا کہ تم نے افطار کیوں کیا۔ گو مجھے اب تک قلق ہے کہ میں نے اپنی سمجھ کو حضرت کی رائے کے مقابلہ میں کیوں قابلِ اعتنار سمجھا مگر حضرت نے ذرا بھی اشارۃً کنایۃً کچھ بھی نہیں فرمایا۔ بلکہ کچھ تصویب ہی فرمائی"۔ (الاعتدال صفحہ ۲۰)

حضرت مدنی رحؒ اور مولانا ظفر احمد صاحب رحؒ کا واقعہ

حضرت شیخ المشائخ مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

لیگ، کانگریس کے دور میں بھی یعنی تقسیم سے پہلے میرے حضرت مدنی شیخ الاسلام قدس سرہٗ تو کانگریس کی حمایت میں جتنے زوروں پر تھے سبھی کو

آج معلوم ہے، اور اس کے مقابل حضرت تھانوی قدس سرہٗ اس کی مخالفت اور حضرت کے اتباع میں مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی شیخ الاسلام پاکستان، لیگ کی حمایت میں حضرت مدنی سے کم نہیں تھے۔ منبروں پر، جلسوں میں اشتہارات میں ایک دوسرے کی تردید دونوں طرف سے جتنی شدت ہوتی تھی۔ وہ ابھی تک سب کو معلوم ہے۔ اور مقدر سے دونوں اکابر میرے مہمان ہوا کرتے تھے۔ لیکن مولانا ظفر احمد صاحب کی جب تشریف آوری ہوتی تھی تو دو تین دن قیام ہوتا تھا اور حضرت مدنی رحمہ کے حالات میں گذر چکا ہے کہ حضرت کی تشریف آوری منٹوں اور گھنٹوں کی ہوا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ اسی دَور میں مولانا ظفر احمد صاحب زاد مجدہم وزاد ظلہم تشریف فرما تھے، دو تین دن سے آئے ہوئے تھے۔ مدرسہ میں قیام تھا۔ میرے مہمان تھے۔ میں دارالطلبہ گیا ہوا تھا۔ ایک لڑکے نے مجھے جاکر اطلاع دی کہ حضرت مدنی قدس سرہٗ آئے ہیں۔ کچے گھر میں ہیں۔ میرے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی اور اب تک بھی جب اس منظر کا مجھے خیال آجاتا ہے اور اپنی اس وقت کی پریشانی یاد آتی ہے تو دُھرٹ دُھرٹی سی آجاتی ہے۔ میں دارالطلبہ سے بہت تیزی کے ساتھ مدرسہ قدیم آیا۔ اور مولانا ظفر احمد صاحب زاد مجدہم سے درخواست کی کہ حضرت مدنی تشریف لے آئے۔ مکان پر ہیں، حضرت کا قیام گھنٹہ آدھ گھنٹہ سے زیادہ نہیں ہوگا۔ آپ ابھی تکلیف نہ فرماویں۔ کھانے کے بعد حضرت کی تشریف بری کے بعد میں آپ کو بلالوں گا۔ مولانا ظفر احمد صاحب نے اللہ ان کو بہت ہی بلند درجے عطا فرمائے، یہ فرمایا کہ کیوں؟ میری حاضری سے کیا نقصان ہوگا۔ میں ابھی آؤں گا۔ میں نے بڑی خوشامد ومنت کی کہ اللہ کے واسطے ہرگز کرم نہ فرماویں۔ مگر جتنا میں نے خوشامد کی اتنا انھوں نے اصرار کیا کہ نہیں ابھی آؤں گا۔ حضرت میرے بڑے ہیں وہ کچھ ارشاد فرمائیں گے تو میں بالکل جواب

نہیں دوں گا۔ ان سے مایوس ہوکر میں کچے گھر میں حاضر ہوا۔ اور حضرت مدنی قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب کئی دن سے آئے ہوئے ہیں اور میرے مہمان ہیں۔ میں ان سے کہہ آیا ہوں کہ ابھی نہ آویں۔ حضرت کی تشریف بری کے بعد آپ کو بلاؤں گا۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا، کیوں میں ان سے کیا چھین لوں گا یا وہ مجھ سے کیا چھین لیں گے۔ میری گفتگو حضرت سے ہو رہی تھی کہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب کچے گھر میں پہونچ گئے۔ حضرت ان کو دیکھ کر بہت ہی مسرت سے اُٹھے۔ کھڑے ہوکر مصافحہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اچھا یہ ابوالدّیک صاحب بھی یہاں تشریف فرما ہیں۔ اس کی شرح یہ ہے کہ جب عزیز مولوی عمر احمد ابن مولانا ظفر احمد صاحب پیدا ہوئے تو ان کی تاریخ ولادت "مرغ محمد" تجویز کی گئی تھی۔ اس وقت سے حضرت مدنی قدس سرہٗ نے تفریحاً مولانا ظفر احمد صاحب کی کنیت ابوالدّیک تجویز کر رکھی تھی۔ اور اکثر ملاقات پر اسی لفظ سے مخاطبت ہوتی تھی۔ مولانا ظفر احمد صاحب نے دست بوسی کی اور میں پھر بھی ڈرتا ہی رہا۔ اور یارب سلّم سلّم پڑھتا رہا۔ جلدی سے دسترخوان بچھایا، دونوں اکابر نے آمنے سامنے بیٹھ کر کھانا نوش فرمایا۔ طرفین سے خیریت، اہل وعیال کے حالات وغیرہ امور ہوتے رہے۔ تقریباً پون گھنٹے بعد حضرت مدنی قدس سرہٗ تشریف لے گئے اور میری جان میں جان آئی اور کوئی سیاسی لفظ اس مجلس میں نہیں آیا۔ مولانا ظفر احمد صاحب نے ارشاد فرمایا کہ مٹھائی کھلاؤ۔ میں نے کہا ضرور مگر آپ سے زیادہ حضرت شیخ الاسلام ہیں۔ مجھے یہ فکر تھا کہ اگر ایک ڈانٹ پڑ گئی تو کیا ہوگا۔ مولانا نے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ مولانا اگر ڈانٹیں گے تو کچھ نہیں بولوں گا۔ مجھے مولانا کی بڑائی یا علوِّ شان سے کچھ انکار نہیں۔ میں مولانا کو ہر طرح اپنا بڑا سمجھتا ہوں۔ لیکن کیا کریں۔ ہم دیانۃً کانگریس کو مسلمانوں کے حق

میں نہایت مُضر سمجھتے ہیں. اس لئے اخبارات، اشتہارات اور منبروں کی تقریریں تردید پر مجبور ہیں. (آپ بیتی ۲۳ صفحہ ۹۶)

حضرت حکیم الامت رحؒ اور حضرت شیخ الاسلام رحؒ میں اختلافِ رائے

حضرت اقدس حکیم الامت اشرف العلماء مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ اور حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ کا اختلافِ رائے اور دونوں حضرات کا طرزِ عمل بھی قابلِ دید ہے.

حضرت حکیم الامت رحؒ لیگ کے سخت حامی تھے اور کانگریس کو اُمت کے لئے مضر سمجھتے تھے ———— اور حضرت شیخ الاسلام رحؒ کانگریس کی شرکت کو ہندوستانی مسلمانوں کے لئے مفید سمجھتے تھے اور اس کی پوری حمایت فرماتے تھے. اس شدتِ اختلافِ رائے کے باوجود ایک دوسرے کا کس درجہ احترام تھا.

سیدی حضرت مفتی صاحب زید مجدہم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے جو حضرات بیعت کی درخواست کرتے، حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ حضرت حکیم الامت رحؒ سے بیعت ہونے کا مشورہ دیتے اور فرماتے "ہماری جماعت کے بڑے حضرت تھانوی رحؒ ہیں اُن سے بیعت ہو جاؤ."

مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی رحؒ کی بیعت کا واقعہ

حضرت مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی رحؒ حضرت مدنی رحؒ سے ہی بیعت ہونا چاہتے تھے مگر حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ ان کو لے کر خود تھانہ بھون تشریف لائے اور بیعت کی درخواست کی. حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ کام تقسیم کر لیا جائے. اگر

مجھ سے بیعت ہوں تو اصلاحی تعلق آپ سے ہو۔ اور یا بیعت آپ فرمائیں اصلاحی تعلق مجھ سے ہو۔ آخر حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہوئے اور اصلاحی تعلق حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے رہا۔

مکتوب حضرت مدنی رحمہ بنام مولانا عبدالماجد صاحب رحمہ

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب رحمہ کے نام تحریر فرماتے ہیں:۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ ناکارہ تو حضرت مولانا (تھانوی) دامت برکاتہم کا نہایت معتقد اور انکی تعظیم واحترام کو نہایت ضروری سمجھتا ہے۔ ان کی قابلیت اور کمالات کے سامنے اتنی بھی نسبت نہیں رکھتا جو کہ طفل دبستان کو افلاطون سے ہو سکتی ہے۔ البتہ تحریک حاضرہ کے متعلق جو چیزیں وہاں سے شائع کرائی جاتی ہیں۔ اور جو کچھ وہاں کے متوسلین گاتے ہیں وہ نہایت دلخراش ہیں۔ میں مولانا کو اپنا مقتدیٰ اور اپنے اکابرین میں سمجھتا ہوں۔ ۱۵ر شوال ۱۳۵۲ھ

(مکتوبات شیخ الاسلام ص۱۴۳ ج ۱۔ تکملہ الاعتدال ص۲۳)

بیشک وہ مجدد تھے

ایک صاحب کے سوال پر ارشاد فرمایا "بیشک وہ (حضرت تھانوی رحمہ) مجدد تھے، انھوں نے ایسے وقت میں دین کی خدمت کی جبکہ دین کو بہت احتیاج تھی۔" (حیرت انگیز واقعات ص۱۶۲ بحوالہ تکملہ الاعتدال ص۲۴)

مکتوب حضرت مدنی رحمہ

ایک صاحب کے خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔ مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ معاذ اللہ مشرکانہ عقائد ہرگز نہیں رکھتے تھے۔ بہت بڑے موحّد، خدا پرست، تصوف میں ان کے قدم

بہت راسخ تھا۔ پیری مریدی بھی حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ صاحبؒ اور حضرت گنگوہی قدس سرہٗ العزیز کے حکم پر اوران کی اجازت سے کرتے تھے۔ علم ظاہر میں بھی ان کا قدم راسخ تھا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو میں نہ صرف صحیح مسلمان ہونے کا معتقد ہوں، بلکہ ان کو بہت بڑا عالم باعمل اور صوفی کامل جانتا ہوں، ہاں ان کی رائے دربارۂ تحریکِ آزادیٔ ہند غلط سمجھتا ہوں۔ اس بارے میں میرا یقین کامل ہے کہ میرے اور حضرت تھانویؒ کے اُستاد حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ العزیز کی رائے نہایت صحیح اور واجب الاتباع تھی۔ یہ غلطی حضرت تھانوی رہ کی اجتہادی غلطی جانتا ہوں جس کی وجہ سے حضرت تھانوی مرحوم کی شان میں نہ گستاخی کرتا ہوں اور نہ کسی کی گستاخی کو روا رکھتا ہوں۔ ۴ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ

(مکتوبات شیخ الاسلام ص۳۴۵ و ص۳۴۶ بحوالہ تکملہ الاعتدال)

مولوی احمد حسن سنبھلیؒ کے بارے میں حضرت مدنی رہ کا ارشاد

مولوی احمد حسن سنبھلی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور بڑے عالم تھے، خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون میں تصنیف و تالیف کی خدمت پر حضرت تھانویؒ نے ان کو اچھی تنخواہ پر لگا رکھا تھا۔ سیاسیات میں حضرت تھانویؒ سے ان کو اختلاف ہوا اور انھوں نے اس کی بُری صورت اختیار کی۔ حضرت تھانویؒ کے اکرام واحترام کا کوئی خیال نہ رکھا اور بہت ہی نامناسب رویہ اختیار کیا، جس پر حضرت تھانوی رہ نے رسالہ "موذی مرید" لکھا۔ امروہہ ضلع مرادآباد کے ایک مدرسہ میں ان کو صدر مدرس تجویز کیا مگر وہ اس عہدہ کو کامیابی کے ساتھ باقی رکھنے میں ناکام رہے۔ مدرسہ کے ذمہ داروں نے

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کو یہ حالت لکھی۔ اس پر حضرت مدنی قدس سرہٗ نے مدرسہ کے ذمہ داروں کو تحریر فرمایا:۔

مولوی احمد حسن سنبھلی کا صدر مدرسی کے کام کو بخوبی انجام نہ دے سکنا قابلِ تعجب امر ہے جس کا تسلیم کرنا بھی مشکل ہو سکتا ہے۔ میرے نزدیک مولوی صاحب موصوف نے اپنے پیر و مرشد (حضرت تھانویؒ) کے متعلق جو اعلانات شائع کئے ہیں اس میں نہایت فاش غلطی کھائی ہے اور اس کے بُرے نتائج کا خوف ہے مگر اس کو ان سے ذکر کرنے کا موقع مجھ کو ہاتھ نہ لگا کہ میں پکڑا گیا، اگرچہ اس میں ان کی نیت بخیر ہو۔ مگر میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ غیر مناسب ہوا۔ اور وہ مولوی صاحب کے لئے شاید مضر ہو۔ وَاللہُ یَحْمِیْنَا وَاِیَّاہُ وَسَائِرَ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ حَوَادِثِ الدَّھْرِ وَسُوْءِ الْعَوَاقِبِ آمین! (مکتوبات شیخ الاسلام صفحہ ۹۰ ج ۲ بحوالہ تکملہ الاعتدال)

واضح ہو کہ مولوی احمد حسن کا سیاسی مسلک وہی تھا جو حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کا تھا، اس کے باوجود آپ نے مولوی احمد حسنؒ کے طرزِ عمل کی مذمت کی۔ کوئی دُنیا دار پابندِ نفس ہوتا تو خوش ہوتا اور اپنے مخالف کے مرید کی اور کمر ٹھونکتا کہ تم نے بہت اچھا کیا، مگر اہلِ اخلاص حق اور حقیقت کو ہاتھ سے کہاں جانے دیتے ہیں (تکملہ الاعتدال صفحہ ۲۲)

مکتوب حضرت مدنیؒ بنام مولانا خدا بخش ملتانیؒ

مولانا خدا بخش ملتانیؒ کے نام

تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم سے ہمارا سیاسی اختلاف ہے اور بہت زیادہ اختلاف ہے، مگر جزئیات اور فروع اور اسلامک لاجن کو سیاست سے تعلق نہیں ہے، ان میں ان کا ذاتی قابلِ اعتماد ہو گا۔ مولانا موصوف کا اسلامی تفقہ

اور علوم وفنون میں تمام عمر مصروف رہنا، ان کی تعلیم دینا، ان میں اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگری حاصل کرنا، ان میں بے شمار مفید اور کارآمد تصانیف وتالیف کرکے عالم اسلامی اور خلائق کو فیضیاب بنانا آفتاب کی طرح دُنیا میں روشن ہے اور ہو چکا ہے۔ اس بارے میں مودودی صاحب کا قول ان کے سامنے ایسا ہی شمار کیا جائے گا جیسے کہ ایک کامیاب بیرسٹر کے سامنے چوتھی یا پانچویں کلاس کے طالب علموں کا قول ہوگا۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ص۴۳ ج۱ بحوالہ تکملہ الاعتدال)

مکتوب حضرت مدنی بنام زاھد حسین رح

زاہد حسین صاحب کو تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت مولانا تھانوی کے مواعظ خرید لیجیے، اوران کو دیکھا کیجیے"۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ص۴۳ ج۱ بحوالہ تکملہ الاعتدال)

مکتوب حضرت مدنی بنام سید علی آفندی رح

سید علی آفندی رح کو تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا تھانوی کے مواعظ بہت مفید ہیں، ضرور ان کا مطالعہ رکھیں۔ علیٰ ھذا القیاس "تربیت السالک" بھی مفید ہے۔"

(مکاتیب شیخ الاسلام ص۱۱۳ ج۲ بحوالہ تکملہ الاعتدال)

مکتوب حضرت مدنی بنام مولانا عبدالحق مدنی رح

مولانا عبدالحق مدنی رح کو تحریر فرماتے ہیں:

"واما عدم میلکم الی مولانا اشرف علی صاحب فاراکم مخطئین فیہ" (حوالہ بالا)

لیکن آپ کا مولانا تھانوی کی جانب میلان نہ ہونا سو میں اس بارے میں آپ کو غلطی پر سمجھتا ہوں۔

مکتوب حضرت مدنیؒ بنام مولانا دریابادیؒ

مولانا عبدالماجد صاحبؒ دریابادی کو تحریر فرماتے ہیں۔ "والانامہ باعثِ سرفرازی ہوا۔ تھانہ بھون ارزانی کے متعلق مجھ روسیاہ و نالائق سے اجازت چاہنا عجیب بات ہے۔ میں تو خود ہی ناکارہ ہوں۔ اس سے بڑھ کر کیا چیز خوشی کی ہو سکتی ہے کہ مقصد اصلی اور محبوب حقیقی تک رسائی ہو جو کہ حضرت مولانا (تھانوی) دامت برکاتہم کی بارگاہ میں ارجیٰ ہو۔ از دیوبند جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۵۰ھ مکتوبات شیخ الاسلام صفحہ ۱۳۰ بحوالہ تکملہ الاعتدال)

ایضاً

ایک دوسرے والانامہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اپنے مشاغلِ قلبیہ سے غافل نہ رہیں، ذکر میں کوشاں رہیں۔ مولانا (تھانوی) دامت برکاتہم کی خدمت میں جس قدر بیٹھنا نصیب ہو غنیمت جانیں اس وقت جہاں تک ممکن ہو ذکر کا خیال رہے اور قلب حاضر ہو صحبۃ الشیخ خَیْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّیْنَ سَنَةً" قولِ اکابر ہے۔ حضرت مولانا کی خدمت میں سلام مسنون اور استدعاء دعوات صالحہ وصرف ہمت عرض کردیں۔

(مکتوبات شیخ الاسلام صفحہ ۱۳۱ ج ۱ بحوالہ تکملہ الاعتدال)

مکتوب حضرت مدنی قدس سرہٗ بنام مولانا سید محمد میاں صاحب قدس سرہٗ

ان اختلافات کے سلسلہ میں مولانا سید محمد میاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے استفسار کیا۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:۔ ملاحظہ ہو۔

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تصوف کا ضروری اور مضبوط اصول جو کہ نفس پر شاق بھی بہت ہوتا ہے

یہ ہے کہ اپنے نفس کے ساتھ بدظنی اور دوسروں کے ساتھ حسنِ ظن رکھا جائے
اسی کے ماتحت حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔
"معرفت خدا تعالیٰ بر آں کس حرام است کہ خود را از کافر فرنگ بہتر
داند فکیف از اکابر دین"
اپنے نفس کے کید و مکر سے کسی وقت بھی مطمئن نہ ہونا چاہیے۔

ع فَاِنَّکَ تَعْرِفُ کَیْدَ الْخَصْمِ الْحِکْمَۃ

وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ۔

پس جو حضرات پہلے سے معتقد علیہم ہیں یا جن کے اقوال و افعال مسائل
خاصہ کے سوا پسندیدہ ہیں۔ ان کے ساتھ بداعتقادی وغیرہ نہ ہونا چاہیے
حُسنِ ظن رکھنا چاہیے۔ ہمارے لیے مشاجرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین درسِ
عبرت ہیں، ممکن ہے ان حضرات کی رائے صحیح ہو، اگرچہ غلبۂ ظن یہی ہے کہ ہماری
آراء اور اعمال بالکل حق بجانب ہوں۔ لہٰذا نہ زبان درازی چاہیے نہ بداعتقادی
بلکہ ان کے اور اپنے لیے دعا کرنی چاہیے۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا
اِتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ۔

ذکر سے غافل نہ ہو جیے، وقت کو غنیمت جانیے، گیا وقت پھر ہاتھ
آتا نہیں۔ آج کچھ کر لیجیے، کل کو کرنا ناممکن ہوگا۔ جفاکش بنیے آرام و راحت
کو آخرت کے لیے چھوڑیئے ؎

ناز پروردہ راہ نبرد راہ بدوست عاشقی شیوۂ رندان بلاکش باشد
من نکردم شما حذر بکنید

والسّلام ننگِ اسلاف حسین احمد

(سیاست شیخ الاسلام صفحہ ۲۷، ص ۱۷۲ سیرت شیخ الاسلام صفحہ ۲۰۹)

"کتنی عظیم انسانیت اور کس اعلیٰ کردار کے حامل تھے۔ یہ حضرات کہ اتنے شدید اختلافات کے باوجود نہ زبان درازی کی اجازت دیتے ہیں نہ بداعتقادی کی بلکہ حسنِ ظن کی تاکید فرماتے ہیں۔ اے کاش ان حضرات اسلاف کے کردار واخلاق کا کچھ حصہ ہم کو بھی نصیب ہو جاتا۔"

سیاسی کشمکش زوروں پر تھی، گنگوہ میں اسی سلسلہ میں ایک عظیم جلسہ تھا۔ اثناءِ جلسہ میں ایک شخص نے حضرت تھانوی قدس سرہٗ پر اعتراضات والزامات کی بوچھار کر ڈالی۔ حضرت اقدس مولانا مدنی قدس سرہٗ نے جوشِ غضب میں جو جوابی تقریر فرمائی تو حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے فضائل ومناقب ہی پر ختم کر دی۔ صـ ۱۹۹ سیرت شیخ الاسلام۔

حضرت تھانویؒ کا بُرائی سے ذکر کرنے پر ڈانٹنا

ایک شخص ایک جلسہ میں لے جانے کے لیے، دیوبند حضرت مدنی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اثناءِ گفتگو اس نے تھانہ بھون کا ذکر کیا اور حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا ذکر بُرائی کے ساتھ کیا۔ حضرت مدنی قدس سرہٗ کو سخت غصہ آگیا۔ کبھی اتنا غصہ نہیں آیا، اور سخت لہجہ میں فرمایا مجھ سے تعلق رکھتے ہو۔ میرے بزرگوں کو بُرا کہتے ہو اور خادم سے فرمایا اس کا بستر اُٹھا کر لے جاؤ۔ میرے یہاں ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ جو سخت سے سخت تکالیف اور گالیاں سُن کر بھی کبھی کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتے تھے اور اپنے سیاسی مخالف مگر دینی عظیم رہنما کی شان میں کوئی جملہ برداشت نہیں کر سکے۔ اور غصہ کی شدت میں اپنے یہاں ٹھہرانے کے بھی روادار نہ ہوئے۔ ایسی مثال شاید حضرت مدنی قدس سرہٗ کے یہاں شاذ ونادر ہی پیش آئی ہو کہ اپنے یہاں سے نکلوا دیا اور ٹھہرانے کے تک کے روادار نہ ہوئے۔

حضرت مدنی رح کی تھانہ بھون تشریف آوری

ایک دفعہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ، تھانہ بھون تشریف لائے۔ کسی نے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ، کو اطلاع کی کہ مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی آئے ہیں۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ، نے فرمایا۔ ایں۔ کس کو کہہ رہے ہو، کیا ہمارے مولانا حسین احمد صاحب (دیوبند والے) ہیں۔ کہا جی ہاں! فرمایا کدھر ہیں، اور اُٹھ کر دروازہ تک تشریف لائے۔ سلام، مصافحہ معانقہ فرمایا۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ، نے دست بوسی فرمائی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ پکڑ کر لائے اور اپنی مسند پر اپنے برابر بٹھایا۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ، نے مسند پر بیٹھنے سے انکار کیا۔ حضرت تھانوی رح نے فرمایا۔ میرا حکم یہی ہے یہیں بیٹھو اس کے بعد گفتگو ہوئی۔ حضرت تھانوی رح نے فرمایا۔ آپ نے زیادتی کی کہ اطلاع نہیں فرمائی۔ اگر اپنی آمد کی پہلے سے اطلاع فرما دیتے تو کسی سواری کا انتظام کر دیتا اور دو چار آدمی استقبال کے لئے بھیج دیتا۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ، نے فرمایا۔ حضرت اپنے گھر آنے کے لئے کیا اطلاع کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ، نے فرمایا آپ کے اس جواب سے بہت مسرت ہوئی کہ اس گھر کو اپنا گھر فرمایا۔ اچھا بتائیے آپ کیا کھائیں گے۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ، نے فرمایا روٹی اور شلجم کا اچار۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ، نے اپنے دونوں گھر آدمی کو بھیجا کہ جس گھر میں شلجم کا اچار اور روٹی ہو لائیں۔ چنانچہ روٹی اور شلجم کا اچار اور لسی لائی گئی۔ حضرت مدنی رح نے فرمایا میرے ساتھ میرے دو ساتھی ہیں، اگر اجازت ہو تو وہ بھی ساتھ کھالیں اس پر حضرت تھانوی رح نے محاسبہ فرمایا کہ جب آپ نے اس گھر کو اپنا گھر فرمایا ہے تو پھر اجازت کا کیا مطلب۔ حضرت مدنی رح نے جواب دیا۔ مہمان کے

سامنے جو کھانا آتا ہے وہ اباحت ہوتا ہے ملک نہیں. مہمان کو کھانے کا تو حق ہوتا ہے اور تصرف کا نہیں. اس لئے اجازت طلب کی. حضرت تھانوی نے فرمایا ہاں اجازت ہے. کھانے سے فراغت پر حضرت تھانوی نے پگڑی منگائی اور حضرت مدنی رہ کی خدمت میں پیش فرمائی. حضرت مدنی رہ نے پگڑی کو آنکھوں سے لگایا سر پر رکھا اور فرمایا حضرت کو معلوم ہے کہ میں بدیسی کپڑا استعمال نہیں کرتا. حضرت تھانوی نے فرمایا مجھ سے سہو ہو گیا قصداً میں نے ایسا نہیں کیا اور آدمی بھیجا کر گھر سے کھدر کی پگڑی لائیں. کھدر کی پگڑی آگئی اس کو پیش فرمایا، اور چاندی کے دو روپے نذرانہ دیئے. حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے ان کو پگڑی میں باندھ لیا اور پگڑی حضرت تھانوی رہ کے سامنے رکھ کر سر جھکا دیا کہ حضرت خود اپنے ہاتھ سے باندھ دیں. حضرت تھانوی رہ نے اپنے دست مبارک سے حضرت مدنی رہ کے سر مبارک پر پگڑی باندھی. اس طرح کہ وہ روپے اوپر کی طرف آگئے. حضرت مدنی رہ نے ان کو اوپر کی طرف پگڑی میں اڑس لیا. اس کے بعد رخصت کرتے ہوئے حضرت تھانوی نے فرمایا، میں آپ کو اپنے استاذ شیخ العالم (حضرت تھانوی حضرت شیخ الہند رہ کو شیخ العالم فرمایا کرتے تھے) کے قائم مقام سمجھتا ہوں.

ایک دفعہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ تھانہ بھون تشریف لائے کہ خانقاہ کا دروازہ بند ہو چکا تھا دروازہ کھلوایا. دربان نے دروازہ نہیں کھولا کہ قانون کے خلاف ہے. حضرت مدنی رہ بستر اٹھا کر حضرت تھانوی رہ کے مکان پر تشریف لائے. وہاں بھی دروازہ بند ہو چکا تھا. دروازہ کے باہر ہی بستر بچھا کر سو رہے. صبح کو دروازہ کھلا حضرت تھانوی نے فرمایا. آپ اس وقت کہاں. حضرت مدنی رہ نے فرمایا. آپ کا قانون کسی غریب مسافر کو خانقاہ

میں ٹھہرنے کی کہاں اجازت دیتا ہے۔ حضرت تھانوی رہ حضرت مدنی رہ کو ساتھ لے کر خانقاہ تشریف لائے اور دربان سے فرمایا کہ دیکھو مولانا اس قانون سے مُستثنیٰ ہیں۔ مولانا جس وقت بھی تشریف لایا کریں دروازہ کھول دیا کریں۔

حضرت مدنی رہ کی گرفتاری سے صدمہ

حضرت مدنی رہ کی گرفتاری ہوئی تو حضرت تھانوی رہ کو بہت صدمہ ہوا۔ حضرت تھانوی رہ نے فرمایا۔ "مجھے خیال نہیں تھا کہ مجھے مولانا مدنی رہ سے اتنی محبت ہے"۔ کسی خادم نے عرض کیا کہ مولانا مدنی تو اپنی خوشی سے گرفتار ہوئے تو حضرت نے فرمایا، آپ مجھے اس جملہ سے تسلّی دینا چاہتے ہیں۔ کیا حضرت حسین رضہ یزید کے مقابلہ میں اپنی خوشی سے نہیں گئے تھے، مگر آج تک کون ایسا شخص ہوگا جس کو اس حادثہ کا رنج نہ ہوا ہو (حیرت انگیز واقعات ص۳)

منشی نور الحسن صاحب اور مُلّا سلیمان کا واقعہ

منشی نور الحسن صاحب ساکن دَورالہ حضرت تھانوی رہ سے بیعت ہیں نیک صالح شخص ہیں۔ وہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت تھانوی رہ مسلم لیگ کے حامی تھے۔ حضرت نے اس کی حمایت میں ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا تھا۔ اس لئے میرا رُجحان بھی لیگ کی طرف تھا اور میرٹھ حلقہ کی مسلم لیگ کا ممبر بھی تھا۔ ایک دفعہ ایک میٹنگ میں میں نے کہا کہ بھائی ہمارے حضرت تھانوی رہ لیگ کی حمایت فرماتے ہیں اور حضرت مولانا مدنی بھی بزرگ ہیں وہ کانگریس کی حمایت فرماتے ہیں، ہم کیا کریں۔ میٹنگ میں ایک شخص نے جواب دیا کہ وہ (حضرت مولانا مدنی رہ) کہاں کے بزرگ آئے، وہ کیسے بزرگ مجھے ان کے جواب سے سخت صدمہ ہوا اور میں نے ان سے کہا کہ اگر مسلم لیگ کے اندر بزرگوں کی شان میں گستاخی کی جاتی ہے تو ایسی مسلم لیگ سے میرا تو استعفیٰ

میں آئمہ شریک نہیں ہوں گا۔ اور اسی صدمہ میں میں تھانہ بھون حاضر ہوا۔ شب میں بھائی سلیمان صاحب سے جو حضرت تھانویؒ کے خادم تھے ملاقات ہوئی۔ ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا اس نے کہا۔ مدنی صاحب آپ کی نظر میں بزرگ ہیں؟ بزرگ تو شیطان بھی ہوتا ہے۔ میں نے کہا یہ جواب صبح کو حضرت سے کہوں گا۔ اس نے کہا، ہاں کہدینا، مجھے اور سخت صدمہ ہوا کہ جب حضرت کے خادم کا یہ حال ہے تو اوروں کا کیا حال ہوگا، پوری رات بےچینی میں گذری۔ صبح کو مجلس میں حاضر ہوا میری ہمت نہیں تھی کہ عرض کروں۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک خط جو حضرت کے پاس کسی نے لکھا تھا حضرت نے سُنایا۔ خط کا مضمون یہ تھا:۔

"حضرت! میں دیوبند بھی گیا ہوں، وہاں رحمت ہی رحمت دیکھی اور یہاں زحمت۔ گویا وہاں عفو بے انتہا اور یہاں بات بات پر پکڑ اور نکتہ چینی اس کی کیا وجہ ہے"

حضرت نے جواب لکھا اور پھر جواب بھی سُنایا، جس کا مضمون یہ تھا:۔

"کیا تمہارے نزدیک دریا اور ڈوکڑہ میں کوئی فرق نہیں۔ میں چھوٹا سا ڈوکڑہ ہوں اور حضرت مولانا مدنی دریا ہیں۔ ڈوکڑہ ذرا سی ناپاکی کا متحمل نہیں ہوتا اور دریا میں اگر پیشاب بھی کر دیا جائے تب بھی وہ ناپاک نہیں ہوتا۔"

یہ جواب سُنکر مجھے ہمت ہوئی اور میں نے عرض کیا کہ حضرت تو اپنے آپ کو ڈوکڑہ اور حضرت مولانا مدنی کو دریا فرما رہے ہیں۔ اور یہ مُلّا سُلیمان ان کو ایسا ایسا کہتا ہے اور اپنا واقعہ بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ کیا یہ بات آپ ان کے سامنے کہدیں گے۔ میں نے عرض کیا ضرور کہدوں گا۔ میں نے اسی وقت کہد یا تھا کہ میں حضرت سے کہوں گا۔ سلیمان کو بلوایا گیا۔ حضرت نے ان سے فرمایا کہ

تم ان کو جانتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا۔ جی ہاں یہ میرے دوست کے بھائی ہیں۔ حضرت نے فرمایا اگر یہ تمہاری طرف سے کوئی بات بیان کریں وہ غلط تو نہ ہوگی۔ آپکو ان پر اعتماد ہے۔ اس نے کہا مجھ کو ان پر پورا اعتماد ہے۔ حضرت نے فرمایا تمہاری ان سے کوئی لڑائی تو نہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر حضرت نے میری طرف اشارہ کرکے فرمایا، اپنا واقعہ بیان کرو۔ میں نے پورا واقعہ بیان کیا جو میرٹھ مسلم لیگ کی میٹنگ میں پیش آیا تھا کہ یہ واقعہ میں نے مُلا سلیمان صاحب سے بیان کیا اسنے کہا کہ مدنی صاحب کو تم بزرگ سمجھتے ہو۔ بزرگ تو شیطان بھی تھا۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے سلیمان سے کہا کیا یہ ٹھیک کہتے ہیں۔ انھوں نے اقرار کرلیا کہ جی ہاں ٹھیک کہتے ہیں۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ایک دوسرے خادم کو آواز دی اور فرمایا سلیمان کا کان پکڑ کر خانقاہ سے نکالدو اور فرمایا "آج سے میرا تعلق ختم۔ نہ مجھ سے بات چیت کی اجازت ہے نہ خط وکتابت کی نہ مجلس میں حاضری کی۔"

سلیمان صاحب خانقاہ سے چلے گئے مگر انتہائی پریشان تھے۔ حافظ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی (جو حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے خصوصی تعلق رکھتے تھے) کے واسطہ سے حضرت سے خط وکتابت کی اور معافی کی درخواست کی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا جن کی شان میں گستاخی کی ہے ان سے معافی مانگیں اور ان سے (حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ) سے لکھوا کر لائیں کہ میں نے معاف کیا۔ اس کے بعد سوچوں گا کہ کیا فیصلہ کروں۔ سلیمان صاحب حضرت مدنی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورتِ حال بیان کی اور معافی چاہی۔ حضرت قدس سرہٗ نے معاف کیا اور لکھ دیا۔ میں نے سلیمان کو معاف کیا آپ بھی معاف فرمائیں اور یہ تحریر لاکر حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ کیا معلوم پورا واقعہ بیان بھی کیا یا نہیں۔ پورا واقعہ جاکر بیان کریں

اور حضرت مولانا اپنے قلم سے لکھیں کہ سلیمان نے یہ واقعہ بیان کیا اور میں نے معاف کیا۔ چنانچہ یہ دوبارہ حضرت مدنی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ حضرت یہ واقعہ لکھ کر پھر معافی تحریر فرمادیں۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا کہ سلیمان نے یہ واقعہ بیان کیا اور میں نے اس کو معاف کیا اور سفارش کرتا ہوں کہ آپ بھی معاف فرمادیں۔ اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ نے معاف فرمایا اور مجلس میں حاضری کی اجازت دی مگر گفتگو کی اجازت نہیں دی گفتگو کی اجازت اور بعد میں ہوئی۔

حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے کسی شخص نے کہا، حضرت مدنی قدس سرہٗ کے بارے میں کہ سیاست میں حصہ لیتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: بس یہی دیکھا۔ یہ نہیں دیکھا کہ رات کو بارہ بجے تک بخاری شریف بھی پڑھاتے ہیں۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا دارالعلوم میں تقرر

سیاسی شدید اختلاف کے باوجود علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے رفقاء کے استعفیٰ کے بعد حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کا تقرر بعہدۂ صدر مدرسی دارالعلوم دیوبند میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سرپرست دارالعلوم دیوبند کے مشورہ ہی سے عمل میں آیا اور حسبِ ذیل تجویز مجلسِ شوریٰ دارالعلوم دیوبند تحریر کی گئی:

حضرت مولانا مولوی حسین احمد کا تقرر بعہدۂ صدر مدرس بمشاہرہ ۱۵۰؁ ماہوار تاریخ کارکردگی سے مجلسِ شوریٰ کو منظور ہے۔ حضرت ممدوح کی اعلیٰ شخصیت اور علمی تبحر کے لحاظ سے مشاہرۂ مذکور بالکل ناقابل ہے۔ مگر حضرت ممدوح کی اخلاصِ نیت و خدمتِ دارالعلوم کے جذبات سے ہم کو توقع ہے کہ حضرت ممدوح اس کو منظور فرماکر مجلسِ شوریٰ کو شکرگذاری کا موقع دیں گے اور دارالعلوم کی حالت پر اپنی توجہات اور اخلاقِ بزرگانہ سے نظرِ التفات فرماکر

حسبۃً للہ پورے طور پر سنبھالنے کی کوشش فرمائیں گے جیسا کہ حضرت ممدوح کے استاد بزرگ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ عمل تھا۔ فقط

اشرف علی ۲۰ رجب ۱۳۴۶ھ

کمترین جمیل احمد، محمد سعود احمد، محمد حسن مرادآبادی، محمد اشفاق، احقر محمد اسحاق عفی عنہ، محمد عبدالرحمٰن، مظہر حسن بقلم خود۔ (تکملہ الاعتدال صفحہ ۱)

حضرت تھانویؒ کا ارشاد

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ:۔

"مولوی حسین احمد صاحب بہت شریف طبیعت کے ہیں۔ باوجود سیاسی مسائل میں اختلاف رکھنے کے بھی کوئی کلمہ خلافِ حدود اُن سے نہیں سُنا گیا۔"

(الکلام الحسن حصہ اوّل صفحہ ۱ ملفوظ نمبر ۳۲ بحوالہ تکملہ الاعتدال)

ایضاً

"الحیلۃ الناجزہ" کے سلسلہ میں حضرت مدنی قدس سرہٗ نے جو سعی فرمائی اس کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں:۔

"اخیر میں بغرضِ طلبِ دُعا عرض کرتا ہوں کہ مولانا حسین احمد صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند دامت فیوضہم نے علماءِ مالکیہ سے فتاویٰ حاصل کرنے میں بہت مدد فرمائی ہے، بلکہ مسئلہ مفقود کے علاوہ دیگر مواقع میں تحقیقِ احکام کے اصل محرک بھی وہی ہیں۔ نیز مدینہ طیبہ میں مولانا سید احمد صاحب مہتمم مدرسۃ العلوم الشرعیہ نے علماءِ مالکی سے حصولِ فتاویٰ میں سعیِ بلیغ فرمائی اور ہمیشہ نہایت اہتمام سے روانہ فرماتے رہے۔ اشرف علی اوائل ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ دیباچہ الحیلۃ الناجزہ صفحہ ۱۴

(بحوالہ تکملہ الاعتدال)

کیا ہم بھی اپنے مخالف سے کسی دینی کام میں بھی تعاون حاصل کرتے ہیں اور اس کے تعاون کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

حضرت مدنی رح کے دو خصوصی کمال

مولانا خیر محمد صاحب جالندھری جو مولانا تھانوی رح کے مخصوص خلفاء میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ:۔ حضرت تھانوی رح نے حضرت مدنی رح کے متعلق میرے سامنے فرمایا کہ "ہمارے اکابرِ دیوبند کے بفضلہٖ تعالیٰ کچھ کچھ خصوصیات ہوتے ہیں. چنانچہ شیخ مدنی کے دو خداداد خصوصی کمال ہیں جو ان میں بدرجۂ اتم موجود ہیں. ایک تو مجاہدہ جو کسی دوسرے میں اتنا نہیں، دوسرے تواضع، چنانچہ سب کچھ ہونے کے باوجود (اپنے) آپ کو کچھ نہیں سمجھتے" (حیرت انگیز واقعات صـ۲۱۲) بحوالہ الحکمۃ الاعتدال

مقامِ شہنشاہیت

مولانا عبدالجبار صاحب رح خلیفہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے مولانا عبدالمجید صاحب بچھرایونی خلیفہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے کہا:۔

"شیخ الاسلام سے اس درجہ اختلاف نہ رکھیں، کیونکہ میں نے مفتی محمد حسن صاحب امرتسری سے سُنا ہے جو حضرت تھانوی رح کے سب سے بڑے خلیفہ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حال میں، میں نے ایک دو جواب مسائل سلوک میں پڑھے ہیں جن کی وجہ سے سابقہ اختلاف سے رجوع کر چکا ہوں. کیونکہ باطنی دنیا میں حضرت مدنی رح کا مرتبہ اور مقام شہنشاہیت کا ہے. یہ سُنکر مولانا عبدالمجید صاحب نے فرمایا کہ بھائی یہ تو میں نے کئی بار حضرت تھانوی رح سے سُنا ہے کہ:۔

"مجھ کو اپنی موت پر بھی فکر تھا کہ بعد میں باطنی دُنیا کی خدمت کرنے والا کون ہے مگر حضرت مدنی کو دیکھ کر تسلی ہوئی کہ یہ دُنیا ان سے زندہ رہے گی. "

(حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم صـ۱۷۲، حیرت انگیز واقعات صـ۲۱۳ (بحوالہ الحکمۃ الاعتدال)

مکتوب حضرت تھانوی بنام مولانا عبدالماجد دریابادی رح

مولانا عبدالماجد دریابادی کو تحریر فرمایا۔

"کوئی مضمون دینی بدون ملاحظہ مولانا حسین احمد صاحب کے شائع نہ کیا جائے"

(حکیم الامت ص۲۰۱ تکملۃ الاعتدال)

ایضاً

ایک مرتبہ مولانا دریابادی صاحبؒ کو یہی تحریر فرمایا:-

"میں نے مدت ہوئی فیصلہ کرلیا ہے کہ جن احباب سے دوستی ہے، ان سے عقائد و احکام میں گفتگو نہ کروں گا، یا تو خیریت کی اطلاع و استطلاع کا تعلق رکھوں گا یا دُعا کا یا معالجہ نفسیات کی تحقیق کا، اور ایسے احباب کی فہرست میں جناب کا اور مولانا عبدالباری صاحبؒ کا اور جناب سیّد سلیمان صاحب کا نام ذہن میں تجویز کیا ہے۔ ان دو صاحبوں کو بھی اس کی اطلاع دے چکا ہوں۔ ایسی تحقیقات کے لئے مولانا حسین احمد صاحب اور مولانا انور شاہ صاحب کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اسی میں مصلحت ہے۔" (حکیم الامت ص۱۳۳ بحوالہ تکملہ الاعتدال)

ایضاً

ایک مرتبہ تحریر فرمایا:-

"معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب کانگریس کی شرکت کو فرض فرماتے ہیں۔ اس لئے خاص عقیدت رکھنے والوں پر لازم ہے کہ مولانا سے ایسے طریقہ سے کہ مولانا اصلی خیال ظاہر فرما دیں ضرور تحقیق کرلیں کہ مجھ جیسے تارکِ فرض سے ان صاحبوں کا ملنا ان کے قلبِ لطیف پر گراں تو نہ ہو گا کیونکہ گرانی کی صورت میں باطنی فیوض منقطع ہو جاتے ہیں، جو ضررِ عظیم ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ آیا وہ روایت گو ظاہراً متواتر ہے صحیح ہے یا نہیں۔ اگر صحیح ہو اور ملنا گراں ہو تو چند روز کے لئے مجھ سے ملنا بند کر دینے سے کچھ ضرر نہیں۔

(حکیم الامت ط۱۶ تکملہ الاعتدال ص۴۸)

مولانا عبدالماجد دریابادی کا تبصرہ

اس پر مولانا دریابادیؒ تحریر فرماتے ہیں:-

ظاہر ہے کہ اس وقت حکیم الامت رحؒ کو مولانا مدنی رحؒ سے شدید سیاسی اختلاف تھا۔
اس شدید اختلاف کے وقت وہ یہ نہیں کرتے کہ مولانا کے ایک متوسل کا میلان اپنی طرف دیکھ کر اسے اور اپنانے کی کوشش کریں بلکہ جب وہ اس طرف بڑھتا ہے تو ادراً اسے روکتے ہیں اور باصرار بار بار روکتے ہیں کہ ادھر قدم اٹھانے سے شیخ کے قلب پر غبار آجانے کا اندیشہ ہے (حکیم الامت ص۱۷ تکملہ الاعتدال ط۴۹)

حضرت مدنی رحؒ کی شان میں نظم

سنہ ۱۹۳۲ء میں حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر (ضلع اعظم گڈھ) تشریف لے گئے۔ جناب اقبال احمد خاں صاحب سہیل نے بطور خوش آمدید ایک نظم کہی جس کو ایک خوش الحان طالب علم نے پڑھ کر سنایا، جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

اے سایہ ات بال ہما خوش آمدی خوش آمدی
اہلاً وسہلاً مرحباً خوش آمدی خوش آمدی

آخری شعر یہ ہے ؎

از مقدمت دل شاد شد، ویرانہ ام آباد شد
اے بر تو چو من صد فدا خوش آمدی خوش آمدی

یہ پوری نظم دریابادی صاحبؒ نے حضرت حکیم الامت رحؒ کی خدمت میں لکھ کر بھیجا، حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے نظم ملاحظہ فرما کر تحریر فرمایا:-
"واقعی نفیس ہے اور لطف یہ ہے کہ سلیس ہے، گویا سہل ممتنع ہے میں نے نقل کرلی ہے" حکیم الامت ص۲۳۳ تکملۃ الاعتدال۔

مکتوب حضرت تھانوی رحؒ بنام مولانا دریابادی رحؒ

ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:-
"اور مولانا (مدنی) کی تواضع مجھ میں ہو ہی نہیں سکتی" حکیم الامت ص۲۱۹ تکملہ الاعتدال۔

غور فرمائیں کہ حضرات شیخین قدس سرہما کا سیاسی شدید اختلاف کے باوجود باہم کیا طرزِ عمل تھا۔ اور ایک نظر اپنے حالات پر بھی ڈالیں کہ کسی سے ذرا سا اختلاف ہو جائے تو ہمارا طرزِ عمل کیا ہوتا ہے۔

خانقاہ تھانہ بھون میں حضرت مدنی رح کی امامت

میرے استاذِ محترم مولانا محمد عبداللہ صاحب دامت برکاتہم مہاجر مدنی نے بیان کیا کہ حاجی صاحب تاؤلی والے نے بیان کیا کہ میں تھانہ بھون حاضر تھا۔ حضرت مدنی رح تشریف لائے رات کو قیام فرمایا۔ فجر میں حضرت تھانوی رح نے نماز پڑھانے کے لئے فرمایا۔ حضرت مدنی رح نے جواب دیا کہ میرے نماز پڑھانے سے ہو سکتا ہے کچھ لوگوں کو تکلیف ہو۔ حضرت نے فرمایا جن کی نماز نہ ہو وہ اپنی نماز کہیں دوسری مسجد میں جاکر پڑھ لیں گے مگر نماز آپ ہی پڑھائیں گے۔ حضرت مدنی رح نے نماز پڑھائی، جمعہ کا روز تھا، پہلی رکعت میں الٓمٓ تنزیل سجدہ دوسری میں سورہ دہر پڑھی۔ آیتِ سجدہ پر سجدہ کیا، بعض لوگ رکوع میں چلے گئے اور جب سجدہ سے اُٹھنے کی تکبیر کہی تو وہ رکوع سے اٹھے۔ نماز کے بعد چہ می گوئیاں ہوئیں۔ بعض نے کہا نماز نہیں ہوئی۔ حضرت تھانوی رح نے فرمایا شاید اس نماز کی برکت سے ہماری زندگی بھر کی نمازیں قبول ہو جائیں۔

حضرت مدنی رح اور علامہ انور شاہ کشمیری رح

دونوں حضرات میں سیاسی اختلاف تھا اور ۱۳۴۶ھ میں حضرت شاہ صاحب کشمیری رح کے دارالعلوم دیوبند سے علیحدہ ہونے پر ہی حضرت مدنی رح کو ان ہی کی جگہ مسندِ مشیخت و صدارت پر رکھا گیا جس سے ذہنی تکدر ایک طبعی چیز ہے مگر اس کے باوجود دونوں حضرات کا کیا طرزِ عمل تھا، ملاحظہ ہو:۔

حضرت مدنی قدس سرہٗ کا دارالعلوم میں تقرر کے بعد آسام کا سفر ہوا۔ وہاں

خاص قسم کی چائے ہوتی ہے اس کو حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کے لئے خریدا۔ اور اس کو وہیں سے حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کے پتہ پر ارسال کرنا چاہتے تھے مگر ذہول ہو گیا۔ سفر سے دیوبند واپس تشریف لے آئے۔ اس وقت حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ بواسیر کی شدت کے باعث ڈابھیل کے بجائے دیوبند دولت کدہ پر ہی تشریف فرما تھے۔ جمعہ کے روز نمازِ جمعہ سے فراغت پر ڈولی میں حضرت شاہ صاحبؒ اپنے گھر واپس ہوتے ہوئے حضرت مدنی رحؒ کے درِ دولت کے پاس سے گذرے۔ اشتیاقِ ملاقات کے باعث ڈولی رکھوالی۔ حضرت مدنی رحؒ دیکھتے ہی اندر مکان میں تشریف لے گئے اور چائے کا بنڈل جس کو حضرت شاہ صاحبؒ کے لئے آسام سے خریدا تھا لا کر پیش کیا اور دونوں اصحاب محبت و انسانیت کے ساتھ جس پوری وسعتِ قلبی سے ملے اور بلند نظری سے پیش آئے وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ ص۲۰۰ سیر شیخ الاسلام۔

حضرت مدنی اور مولانا عبداللہ صاحب فاروقی قدس سرہما

دونوں حضرات حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ کے شاگرد ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ مولانا عبداللہ فاروقی رحؒ سن رسیدہ بزرگ تھے لاہور میں قیام تھا اُس وقت حضرت مدنی رحؒ کا مدینہ منورہ میں قیام تھا۔ مولانا عبداللہ صاحبؒ حج کے لئے تشریف لائے اور حضرت مدنی رحؒ کے مکان پر قیام فرمایا، آگے خود مولانا عبداللہ صاحب فاروقی رحؒ کی زبانی سُنیئے۔

ایک روز مسجد میں جاتے ہوئے میں نے مولانا مدنی صاحب کا جوتہ اُٹھالیا مسجد سے واپس ہوئے میں دیکھتا ہوں مولانا حسین احمد صاحب میرا جوتہ سر پر رکھے ہوئے جارہے ہیں۔ میں پیچھے پیچھے بھاگا اور مولانا نے تیز قدم چلنا شروع

کر دیا۔ میں نے کوشش کی کہ جوتہ لے لوں مگر لینے نہیں دیا۔ میں نے کہا کہ جوتا سر پر للہ نہ رکھئے۔ فرمایا عہد کرو کہ آئندہ حسین احمد کا جوتا نہ اٹھاؤں گا۔ بجز عہد کوئی چارہ کار نہ پاکر میں نے عہد کر لیا تب جوتا سر پر سے اُتار کر نیچے رکھا۔ سیرت شیخ الاسلام ص ۲۴۳

مکتوب حضرت مدنی رح

مگر یہ سب تواضع و عبدیت کے ثمرات ہیں جو ان حضرات کا حال بن چکی تھی۔ حضرت مدنی قدس سرہٗ ایک صاحب کو تحریر فرماتے ہیں:۔

"واللہ، باللہ، ثم تاللہ، میں اس قدر نالائق و ناہنجار، گنہگار، دُنیا پرست، سگِ دنیا اور بدکردار ہوں کہ اگر محض اپنے فضل و کرم سے اس غفار الذنوب اور ستار العیوب نے کام نہ لیا تو اشد الناس عذابا اور اخسر الخاسرین میں ہونگا فلہ الحمد علی حلمہ و علی عفوہ بعد قدرتہ،، سیرت شیخ الاسلام ص ۲۴۹

ایضاً

ایک بڑے انشاء پرداز عالم نے حضرت مدنی قدس سرہٗ سے بیعت کی درخواست کی۔ جواب میں تحریر فرمایا "مجھ کو نہایت تعجب ہے کہ آپ جیسا تجربہ کار، صاحبِ علم و شعور ایسی غلطی میں پڑے۔ میرے محترم اصلاحِ نفس کے لئے کسی سگِ دُنیا، نفس پرست، ناکارہ و نالائق کے پاس جانا کیا معنی رکھتا ہے۔ پیاسا دریا کا قصد بے شک کرتا ہے مگر آتش کا قصد نہیں کرتا۔ در و دیوار سنگ و [illegible] تشریف نہیں رکھتے۔"

ایضاً

[illegible] نے تحریر فرمائے ہیں:۔

[illegible] ہوں [illegible] ہوں [illegible] سیاہ کاری سے خوش [illegible] ہوں [illegible] وقت روتا ہوں میری واقعی حالت [illegible] سے بھی بدتر ہے۔،،

[illegible] المکتوبات ص ۱۰۱

سیتارام شکل کا بیان

یہی وہ اخلاق تھے جن کو دیکھ کر جیل کا ساتھی سیتارام شکل پکار اٹھتا ہے:۔

"میں اس بارگ میں آپ کے ساتھ نہ رہوں گا۔ آپ انسانیت، آدمیت اور شرافت کے ایسے مقام پر ہیں کہ اگر میں تھوڑے دنوں آپ کے ساتھ رہا تو مسلمان ہوجاؤں گا۔ مولانا (مدنی) نے فرمایا تم تو بہت دنوں سے مسلمان ہو، تم کیا مسلمان ہوگے۔

شکل صاحب کو بیرگ سے علیحدگی کا آڈر آیا تو جواب دیا، میں مولانا کو چھوڑ کر بہشت میں بھی جانا پسند نہ کروں گا۔ سیر شیخ الاسلام صفحہ ۲۰۲

حضرت شیخ الہند اور حضرت تھانوی قدس سرہما

حضرت تھانوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے استاذ اور ہر لحاظ سے میرے بڑے تھے۔ مگر سیاسی تحریک میں شرکت سے متعلق میں نے مولانا سے اختلاف کیا مگر نہایت ادب کے ساتھ اور مولانا کو بھی میرے اس اختلاف سے ذرہ برابر ناگواری نہیں ہوئی۔ چنانچہ ایک بار مقرب معتقد نے میرٹھ میں مجمع کے سامنے مجھ پر کچھ نکتہ چینی کی۔ جب مولانا کو اس کی خبر پہونچی تو اظہارِ ناراضگی فرمایا۔ اور فرمایا وہیں جاکر اسی مجمع میں اپنے قول کو رد کرو اور اس مسئلہ میں کیا مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے۔ یہ محض میری رائے ہے ممکن ہے کہ اس کی رائے صحیح ہو"

حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم نے یہ بھی سُنایا کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے سامنے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ذکر آیا کہ وہ تحریکِ خلافت کی مخالفت کرتے ہیں۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے دانتوں میں انگلی دبالی اور فرمایا: ان کا ذکر مت کرو؛ وہ عالم ہیں وحی ہمارے پاس بھی نہیں آئی۔ ہو سکتا ہے ان کی رائے

صحیح ہو. حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے سامنے حضرت تھانویؒ کا ذکر آیا. فرمایا وہ عالمانہ شان رکھتے ہیں خاموش رہو یعنی تم اس لائق نہیں کہ ان کے بارے میں کچھ ذکر کرو.

حضرت گنگوہی اور حضرت تھانوی قدس سرہما

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

"اور مولانا سے تجاوز کرکے میں نے تو حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بعض مسائل میں اختلاف کیا اور اس اختلاف کا علم بھی مولانا کو میں نے کرا دیا، لیکن شفقت میں کبھی ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا. بلکہ جب میں والد صاحب مرحوم کی بینک کی رقم کے منافع کا حصہ ترکہ میں نہیں لایا اور اپنی رائے حرمت کی اطلاع بھی کردی تھی اور مولانا کے نزدیک اس میں تنگی نہ تھی تو مولوی محمد یحییٰ صاحب نے عرض کیا کہ پھر آپ اسے (یعنی مجھ سے) لے لینے کو کیوں نہیں فرما دیتے. اس پر مولانا نے فرمایا کہ سبحان اللہ ایک شخص اپنی ہمت سے تقویٰ اختیار کرنا چاہتا ہے، کیا میں اس کو تقویٰ سے روکوں. تو دیکھئے مولانا اس اختلاف سے ناراض تو کیا ہوتے اس کا نام تقویٰ قرار دیکر اُلٹے خوش تھے.

غرض اگر اپنے بڑوں سے بھی اختلاف نیک نیتی کے ساتھ اور محض دین کے لئے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں." افاضات (آپ بیتی ۲/۶ صفحہ ۳۰۴ بحوالہ افاضات ۹/۲ صفحہ ۳۰۶)

حضرت تھانویؒ اور حضرت رائپوریؒ اور حضرت دہلوی رہ کا طرزِ عمل

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ سہارنپور قیام فرما تھے. تھانہ بھون اور دیوبند کا تذکرہ آگیا. سیاسی کشمکش خوب چل رہی تھی. حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے فرمایا.

آہ، فیض کی نہ یہاں کمی نہ وہاں کمی۔ معترض وہاں سے بھی محروم وہاں سے بھی محروم۔
ایک روز مجلس میں حضرت رائے پوری نے فرمایا۔ تھانہ بھون حاضری کے لئے جی تو چاہتا ہے مگر ہم لوگ گاؤں دی آدمی ہیں بزرگوں کے آداب سے ناواقف ہیں۔ ڈر لگتا ہے کہ ہم سے حضرت کو تکلیف نہ پہونچے اس لئے حاضری کی ہمت نہیں ہوتی کسی نے یہ جملہ تھانہ بھون جاکر نقل کر دیا۔ حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا افسوس میں نے سفر ترک کر دیا ورنہ میں خود حاضر ہوتا۔ یہ جملہ حضرت تھانوی قدس سرہ کا ان صاحب نے سہارن پور حضرت رائے پوری قدس سرہ اور حضرت دہلوی قدس سرہ سے جاکر نقل کر دیا۔ ان حضرات کا قیام ابھی سہارن پور ہی تھا۔ یہ جملہ سُنکر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ نے فرمایا۔ بس جی! اب تو ضرور چلیں گے۔ تکلیف پہونچے پہونچا کرے، تکلیف پہونچانے جا نہیں رہے۔ اور چھوٹوں سے تو بڑوں کو تکلیف پہونچتی ہی ہے۔ ہم تو حضرت کے بچے ہیں۔ بچے تو کپڑوں پر پیشاب بھی کر دیتے ہیں، بڑے سب برداشت کرتے ہیں، ہمارا ارادہ تکلیف پہونچانے کا نہیں۔ حضرت رائے پوری قدس سرہ بھی تیار ہو گئے۔ اور دونوں حضرات تھانہ بھون تشریف لے گئے۔ وہاں پہلے سے کسی نے تشریف آوری کی اطلاع کر دی۔ حضرت تھانوی قدس سرہ کے یہاں مجلس کا وقت تھا۔ حضرت قدس سرہ کے یہاں نظام فاروقی تھا ارشاد فرمایا مجمع میں سے کوئی نہ اُٹھے میں اُٹھوں گا۔ سب کے اُٹھنے سے خلفشار ہوتا ہے۔ میرا اٹھنا سب کا اٹھنا شمار ہوگا۔ چنانچہ سب مجمع بیٹھا رہا اور حضرت تھانوی قدس سرہ اٹھ کر دروازہ تک تشریف لائے سلام، مصافحہ، معانقہ فرمایا اور اپنی جگہ پر لاکر بٹھایا، گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا۔ میں رائے پور گیا ہوں وہاں آپ کا دیکھنا یاد نہیں پڑتا ایک ہی دفعہ حاضری ہوئی پھر تو ہمت ہی نہیں ہوئی۔ حضرت رائے پوری قدس سرہ نے

دریافت فرمایا. کیا بات پیش آگئی تھی جو دوبارہ تشریف نہیں لے گئے۔ فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ کے انتقال کے بعد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کو اپنا بزرگ سمجھتے ہوئے حاضر ہوا تھا مگر وہاں معاملہ میری حیثیت سے اونچا کیا گیا جس کو برداشت کرنا مشکل ہوگیا. رات میں ایک وقت آنکھ کھلی. دیکھا کوئی صاحب لاٹھی لئے چارپائی کے قریب کھڑے ہیں. غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا ہیں. گھبرا کر اٹھ بیٹھا پوچھا کہ حضرت کیا بات ہے. فرمایا یہاں کے لوگ بے سلیقہ ہیں ایسا نہ ہو کہ آپکی چارپائی کے قریب کو کوئی جائے اور پیر کی آہٹ سے آنکھ کھل جائے. میں نے عرض کیا کہ حضرت بس میرا آنا تو ختم ہوا. مگر آپ کو وہاں دیکھنا یاد نہیں پڑتا. حضرت رائے پوری رہ نے فرمایا. حضرت کو خیال ہو، ایک شخص کمری اور گھٹنوا پہنے مہمانوں کے ہاتھ دُھلاتا، دسترخوان بچھاتا، چارپائی بچھاتا آتا جاتا تھا. حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے کچھ تأمل کر کے فرمایا، یاد تو پڑتا ہے. اس حلیہ کا ایک جوان پنجابی تھا. حضرت رائے پوری قدس سرہٗ نے فرمایا یہ خادم وہی ہے. حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا، سچ ہے. ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد. اس کے بعد یہ حضرات رخصت ہونے لگے رخصت کرتے وقت حضرت تھانوی قدس سرہٗ بھی کھڑے ہونے لگے کھڑے ہوتے ہوئے حضرت رائپوریؒ نے بغل میں ہاتھ دیکر سہارا دیا. حضرت تھانوی رہ نے فرمایا آگے بھی خیال رکھنا، بھول نہ جانا. حضرت تھانوی قدس سرہٗ رخصت کرنے کے لئے اسٹیشن تک چلنا چاہتے تھے. حضرت رائے پوری قدس سرہٗ نے عرض کیا حضرت اللہ کے لئے یہ تکلیف نہ کریں، ہم کو یہیں سے رخصت فرمادیں. حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا بہت اچھا ساتھ نہیں گئے ٹھہر گئے. تھوڑی دیر بعد خواجہ صاحب تشریف لائے ان سے فرمایا چلو خواجہ صاحب ایک بزرگ سے ملاقات کرا کر لاؤں اور ان کو لیکر اسٹیشن پر تشریف لائے اور فرمایا آپ حضرات کی وجہ سے نہیں آیا بلکہ ان کی وجہ سے آیا ہوں.

حضرت رائے پوری قدس سرہٗ کا زہر دینے والے طبیب کے ساتھ سلوک

حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی تذکرۃ الخلیل میں اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک نادان طبیب نے غلطی سے آپ کو زہر دیدیا، فوراً آپ کو قے ہوگئی اور مرض ترقی کر گیا۔ ڈاکٹری تشخیص سے پتہ چلا کہ چند منٹ قے نہ ہوتی تو جانبری محال تھی۔ حضرت سے جس کو ذرا بھی تعلق تھا وہ حکیم صاحب پر آنکھیں نکالتا اور ان کی صورت سے بیزار ہوگیا مگر آپ کو حکیم صاحب کی ندامت اور اپنے خدام کی ان سے یہ وحشت ایک مستقل تکلیف بن گئی کہ وہ بھی کتمان اور ضبط میں رہی جس کا اثر یہ تھا کہ حکیم صاحب تشریف لاتے تو آپ ان کو سب سے الگ اپنے پاس چارپائی پر بٹھاتے اور کسی کی بھی دوا کا استعمال ہو مگر حکیم صاحب سے مشورہ لیا کرتے جس سے ان کو یقین ہوجاتا کہ حضرت میرے معالجہ کے معتقد اور میری حذاقت اور مزاج شناسی کے معترف ہیں۔ اور مخلص خدام سے ایک مرتبہ نرم لہجہ میں اس طرح فرمایا کہ حکیم صاحب تو میرے محسن ہیں غلطی تو ہر بشر کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ مگر جو کچھ کیا وہ محبت وشفقت ہی کی نیت سے کیا۔ ان کو کوئی ترچھی نظر سے دیکھتا ہے تو میرے دل پر ایک برچھی لگتی ہے۔ فاعل مختار بجز مولائے کریم کے کوئی نہیں، جو ہوا وہ اس کی مشیّت سے ہوا، پھر کسی کو کیا حق ہے کہ آلہ وادوزار کو سرزنش کرے۔ (آپ بیتی ۲ ص ۲۴)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ۔

شیخ الحدیث قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کا طرزِ عمل تو وہ قابلِ صد رشک ہے جس کے دیکھنے والے ابھی ہزاروں موجود ہیں کہ مختلف الخیال علماء

اور جماعتوں سے وہ تعلقات تھے اور سب کا آنا جانا کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کا مکان گویا مشترکہ پلیٹ فارم تھا جس پر مختلف سمتوں میں جانے والی گاڑیاں اُترتی تھیں اور اکابرِ دیوبند، رائے پور، تھانہ بھون، دہلی، لکھنؤ، میرٹھ، مرادآباد، کانگریسی ہوں یا لیگی، احرار ہوں یا مسلم مجلس مشاورت حضرت شیخ قدس سرہٗ گویا سب کے محبوب تھے اور حضرت شیخ قدس سرہٗ بھی سب کا پورا احترام فرماتے اور سب کے ساتھ محبت وعظمت کا تعلق رکھتے اور سب کو شیخ کے دوسرے حضرات کے ساتھ تعلق کا بھی پورا علم تھا، مگر اس کے باوجود شیخ قدس سرہٗ کو سب حضرات اپنا سمجھتے۔ اور خود شیخ قدس سرہٗ بھی سب سے ایسا ہی قلبی تعلق رکھتے جس کی تفصیل خود حضرت شیخ قدس سرہٗ کی زبانی آپ بیتی میں ملاحظہ فرمادیں۔ اور اختلافِ رائے کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ احترام واکرام، تعظیم وتکریم کا تعلق برقرار رکھنے کے سلسلہ میں "الاعتدال فی مراتب الرجال" رسالہ تصنیف فرمایا جو دراصل اپنے ایک شاگرد کے سات سوالوں کا جواب ہے جس میں ہزارہا احادیث اور بہت سی آیات کا عطر نکال کر رکھ دیا ہے۔ جو اس موضوع پر منفرد کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہم نے اپنے اس رسالہ میں اسی سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور یہاں دو سوالوں کے جواب کی تلخیص پیش کی جارہی ہے۔

حضرت تھانوی وحضرت مدنی قدس سرہما کا اختلاف

پہلا سوال ہے کہ حضرت تھانوی اور حضرت مدنی قدس سرہما میں مخلص اور اہل اللہ ہونے کے باوجود اتنا شدید اختلاف کیوں ہے۔ کیا مخلصوں اور دینداروں میں بھی ایسا اختلاف ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے؟

حضرت شیخ زید مجدہٗ تحریر فرماتے ہیں:۔ مخلصین کی جماعت میں اختلاف کا

ہونا کوئی مستبعد اور دشوار چیز نہیں ہے۔ ہمیشہ سے اختلاف ہوتا چلا آرہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ شوال میں حدیث کے اسباق کی بسم اللہ ہوتی ہے اور رجب میں تمت ہوتی ہے۔ ان دس ماہ میں اسباق کا کوئی دن بھی ایسا نہیں گذرتا جس میں کم ازکم بیس مرتبہ یہ کہنا نہ پڑتا ہو کہ اس مسئلہ میں فلاں امام کا یہ مذہب ہے اور فلاں کا یہ ہے۔ صحابہؓ کے یہ مذاہب ہیں، تابعین میں یہ اختلاف ہے۔ اگر آپس کا اختلاف ہی اخلاص کے منافی ہوگا تو ہمیں تو بڑی مشکل پیش آجائے گی کہ ان سب حضرات رضی اللہ عنہم ورحمہم اللہ تعالیٰ کو مخلصین کی جماعت سے خدا نخواستہ نکالنا پڑ جائے گا۔ رہا شدید اختلاف ہونا تو میں تو کچھ شدید بھی نہیں سمجھتا۔ اتنا ہی تو ہے کہ ایک دقیق مسئلہ میں ایک حضرت کی رائے یہ ہے کہ لیگ میں شرکت مسلمانوں کے لئے مفید ہے کانگریس میں مضر ہے۔ دوسرے حضرت کی رائے اس کے برعکس ہے۔ اب جو شخص خود اہل الرائے ہے حالات کو دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے، قواعد شرعیہ سے واقف ہے اس کو چاہیئے کہ جس کو دیانۃً حق پر سمجھتا ہے اس کو اختیار کرے۔ جو خود اتنی سمجھ نہیں رکھتا اس کو چاہیئے کہ ان دونوں حضرات کی خدمت میں حاضر ہو دو چار دن قیام کرے۔ یا اگر حالات سے پہلے سے واقف ہے تو پھر اس کی بھی ضرورت نہیں، جو نسے حضرت سے زیادہ عقیدت ہو ان کا اتباع کرے بایہم اقتدیتم اھتدیتم اس میں لڑائی کی کیا بات ہے۔ اور جھگڑا کیا ہے۔ اور میں پوچھتا ہوں کہ آخر ان اکابر کا اختلاف آپکی نظر میں شدید اختلاف کیوں ہے؟ کیا یہ اختلاف جنگِ جمل سے بھی بڑھ گیا ہے جس میں دونوں طرف سے تلواریں چل رہی تھیں۔ تم ہی بتاؤ ان میں سے کونسے فریق کو مخلصوں کی جماعت سے نکالدو گے۔ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اسم گرامی آئے تو رضی اللہ عنہ، کہنا ہے، خلیفہ برحق کہنا ہے، مرجع الاولیاء کہنا ہے۔ اور حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کا نام آئے تو رضی اللہ عنہا کہنا ہے، اُمّ المومنین کہنا ہے. اور حضور سیّدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ لاڈلی بیوی کہنا ہے. اور اختلاف کا حال معلوم ہی ہے کہ جنگِ جمل کا نام قیامت تک اس اختلاف کی یاد کو باقی رکھنے والا ہے سنو! چونکہ میں تم پر کافی حق سمجھتا ہوں اس لئے زوردار الفاظ میں کہتا ہوں کہ ان دونوں حضرات میں سے کسی ایک کی طرف سے بھی دل میں کدورت نہ لانا. اگر خدانخواستہ ایسا کروگے تو اپنا ہی نقصان کروگے. ان حضرات کا کچھ نقصان نہیں ہوگا. مجھے تو بعض لوگوں پر جب وہ ان دونوں اکابر میں سے کسی کی شان میں گستاخانہ غیبت اور بے ادبی کرتے ہیں بہت ہی تعجب ہوتا ہے اور ان اکابر پر رشک آتا ہے کہ یہ حضرات تو اپنے اپنے دینی علمی عملی کارناموں کے ساتھ جن کے ثمرات وہ شب و روز لوٹتے ہیں دوسروں کی نیکیاں بھی سمیٹ رہے ہیں اور یہ بے چارہ غصّہ میں یوں کہہ رہا ہے کہ چونکہ مجھے تم پر غصّہ بہت ہی آرہا ہے اسلئے میری عمر بھر کی کمائی ہوئی نیکیاں بھی تمہیں لیتے جاؤ. کس قدر اپنے اوپر یہ شخص ظلم کرتا ہے کہ غصّہ میں اپنی عمر بھر کی کمائی ہوئی نیکیاں ایسے لوگوں کو دے رہا ہے جن سے وہ خفا ہے اور خود فقیر بن رہا ہے اور مجرم بن رہا ہے مجھے تعجب ہوتا ہے کہ اللہ والوں کی تو غیبت کی جاتی ہے اور ان کو بُرا بھلا کہا جاتا ہے اور فُسّاق کُفّار کی تعریفیں کی جاتی ہیں. حالانکہ حدیث میں وارد ہے اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ وَاهْتَزَّ لَہُ الْعَرْشُ (مشکوٰۃ شریف) جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ ناراض ہوتے ہیں اور عرش تھرّانے لگتا ہے. میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کی تعریف نہ کی جائے. یہ مسئلہ اپنی جگہ پر ہے کہ کس شخص کی تعریف کس حد تک اور کن قواعد کے تحت میں جائز ہے اور کس حد تک ناجائز ہے. میری غرض یہ ہے کہ اللہ والوں کو بُرا نہ کہا جائے، کسی کی خلاف

شرع تعریف نہ کی جائے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ کسی ایک جانب غلطی ہے تو کیا اس کا مقتضا یہ ہے کہ ان کے سارے دینی کمالات سے آنکھیں پھوٹ لی جائیں۔ شریعتِ مطہرہ نے ہم لوگوں کو ایک ایک جزء کا اور ایک ایک چیز کی تعلیم دی ہے۔ ہم لوگ باوجود ادعائے مذہبیت کے اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور دوسری قومیں ان زرّیں اصولوں پر عمل کر رہی ہیں اور بڑھ رہی ہیں۔ اور ہم لوگ اپنی مایہ لٹا رہے ہیں اور نقصان اُٹھا رہے ہیں۔

ہمارا طرز

ہمارا طرز یہ ہے کہ ایک بات اپنے ذہن میں صحیح سمجھ لی، کیسی ہی معمولی سی بات ہو، کتنی ہی جزوی چیز ہو۔ پھر کسی کا مضمون کسی کی تقریر اس کے موافق دیکھ لی یا سُن لی تو اس کی تعریفوں کے پُل باندھ دیئے جاتے ہیں اس کو سراہا جاتا ہے، اس کی جا و بے جا حمایت کی جاتی ہے۔ اس میں جو خلافِ شرع واقعی باتیں ہوں ان کو معمولی سمجھا جاتا ہے جو سب سے زیادہ سخت چیز ہے۔ یعنی چاہیئے تو یہ تھا کہ جو بات حق ہے اس کو حق کہا جائے جو غلط ہے اس کو غلط کہا جائے یا کم از کم سکوت کیا جائے۔ لیکن ہمارا عمل یہ ہے کہ اُس شخص کی حمایت میں ان شرعی امور ہی کو سرے سے لغو بنا دیا جاتا ہے جن کی وہ خلاف ورزی کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اسلام کے اہم ترین رُکن جس کو سیکڑوں احادیث میں کفر و اسلام کا امتیاز بتایا گیا ہے یعنی نماز۔ اس کے متعلق بھی ایسے الفاظ ہماری زبان و قلم سے نکلتے ہیں جن کی نقل سے بھی کوفت ہے۔ محض اس وجہ سے کہ ہمارا ممدوح نماز نہیں پڑھتا نماز کے ساتھ استخفاف کا برتاؤ کیا جاتا ہے اس کا مضحکہ اُڑایا جاتا ہے۔ اس کے بالمقابل اگر کسی کی کوئی معمولی سی بات اپنی رائے کے خلاف سُن لی یا دیکھ لی تو اس کا ہر فعل عیب ہے۔ جو واقعی خوبیاں اس میں ہیں وہ بھی سراسر مذمت کے قابل سمجھی جاتی ہیں، حالانکہ

شرع اور عقل وفہم کے نزدیک ہر چیز کا ایک رُتبہ ہے جس سے نہ گھٹانا چاہیئے نہ بڑھانا۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ وکذا فی الجامع بروایۃ مسلم وابی داؤد عن عائشۃ رض ورمز قولہ بالصحۃ۔ لوگوں کو ان کے مرتبہ میں رکھا کرو (یعنی نہ مرتبہ سے بڑھاؤ نہ گھٹاؤ) لیکن ہم لوگوں کا عام برتاؤ آج کل یہ ہے کہ ہر چیز میں افراط وتفریط ہے، اعتدال کا ذکر ہی نہیں۔

اہلِ حق میں اختلاف اور اس کی وجہ

علاوہ ازیں اگر میں مان بھی لوں کہ ان حضرات میں شدید اختلاف ہے تو یہ بھی سمجھ لینے کی بات ہے کہ اہلِ حق میں شدید اختلاف کا ہو جانا نہ منقصت ہے نہ شریعت کے خلاف بلکہ جب کسی امر میں اہلِ حق کے نزدیک اختلاف ہوگا تو جس درجہ کا وہ امر اور وہ اختلاف ہوگا اُسی درجہ کی اس میں شدت بھی ہوگی۔ مثال کے طور پر سمجھو کہ ایک امر کو کوئی شخص فرض سمجھتا ہے دوسرا حرام کہتا ہے۔ یا ایک شخص واجب سمجھتا ہے دوسرا مکروہ تحریمی، تو اس میں آپس میں مخالفت منازعت تردید ضروری ہے۔ یہی چیز ہے جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپس میں قتال تک پر مجبور کیا۔ ابو داؤد شریف میں ایک حدیث ہے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر واجب ہے۔ دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ، جن کی تحقیق اس کے خلاف تھی وہ فرماتے ہیں کَذَبَ (جھوٹ بولا) گو علماء اس ارشاد کی صحابی کی شان میں ہونے کی وجہ سے توجیہ فرماتے ہیں۔ لیکن ظاہر الفاظ یہی ہیں۔ اس لئے اگر امرِ حق کی تحقیق میں کوئی لفظ سخت نکل جائے تو اس کی توجیہ ہم کو بھی تو کرنا چاہیئے۔ حدیث کی کتابوں میں سیکڑوں نظیریں اس کی ملیں گی اور یہ حضرات اپنے اس زور شور میں اس لئے معذور ہیں کہ ان کے پیشِ نظر اَلَا لَا یَمْنَعَنَّ رَجُلًا هَیْبَةُ النَّاسِ

اَنْ یَقُوْلَ بِحَقٍّ اِذَا عَلِمَہٗ کذا فی جمع الفوائد بروایۃ الترمذی عن ابی سعید مرفوعاً جیسے ارشادات بکثرت موجود ہیں۔ ترجمہ:۔ خبردار! کسی شخص کو امرِ حق کہنے سے لوگوں کی ہیبت نہ روکے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اس حدیث کو نقل فرماکر رونے لگے اور ارشاد فرمایا کہ بہت سے امور ہم نے دیکھے اور ہیبت ہمارے لئے مانع ہوگئی۔

نیز مشہور حدیث ہے مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ۔ جو شخص کوئی ناجائز چیز دیکھے اس کو ہاتھ سے بند کردے، ہاتھ سے نہ کرسکے تو زبان سے بند کردے زبان سے بھی نہ کرسکے تو (کم ازکم) دل سے تو اس پر نکیر کرے اور یہ ایمان کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے۔ اس قسم کی اور بہت سی نصوص ہیں جن میں سے بعض میں اپنے رسالہ تبلیغ میں ذکر کرچکا ہوں۔ یہ ارشادات ان حضرات کو مجبور کرتے ہیں کہ جس چیز کو حق سمجھتے ہیں اور جس درجہ کا حق سمجھتے ہیں اس کو اصرار سے بیان فرمائیں اور شائع کریں اور اس کے خلاف پر نکیر کریں اور شدت سے کریں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ نکیر کرنے والا اس کا اہل ہو کہ نکیر کرسکے۔ ہر شخص اس کا اہل نہیں ہوتا اس میں نہ تشویش کی کوئی وجہ ہے نہ کوفت کی۔

اہلِ حق کے اتفاق کی صورت

البتہ یہ میرا بھی دل چاہتا ہے اور تمنا و دعا ہے کہ مسلمان خصوصاً اپنے اکابر ایک نظریہ پر متفق ہوجائیں اگرچہ اس میں تنگی ضرور ہوجائے گی کہ اختلاف کی وسعت جاتی رہے گی لیکن اور بہت سی مضرتوں سے خلاصی بھی ہوجائے گی مگر اس کی صورت نہ یہ ہے کہ ہر فریق دوسرے کے اکابر کو سب و شتم کرے، نہ یہ ہے کہ ان کے غیر واقعی عیوب پھیلائے کہ اس میں نیکی برباد گناہ لازم بجائے

نفع کے صرف نقصان ہے. جو لوگ اس میں مبتلا ہیں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات پر بھی غور کریں لیسَ المُؤمِنُ بِطَعَّانٍ وَلَا لَعَّانٍ وَلَا فَحَّاشٍ وَلَا بَذِیٍّ[1] دوسری حدیث میں ہے سَبَابُ المسلم فسوق وقتالہ کفر[2] ایک حدیث میں ہے یَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِہٖ وَلَمْ یُفْضِ الْاِیْمَانُ اِلٰی قَلْبِہٖ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا تُعَیِّرُوْھُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِھِمْ فَاِنَّ مَنْ یَّتَّبِعْ عَوْرَۃَ اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ یَتَّبِعُ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ وَمَنْ یَّتَّبِعِ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ یَفْضَحْہُ وَلَوْ فِیْ جَوْفِ رَحْلِہٖ[3].

بلکہ اس کی صورت یہ ہے کہ سمجھدار اور پکے لوگ جو حالات سے بھی واقف ہوں اور اہل علم بھی ہوں کہ ہر بات کا شرعی درجہ سمجھ سکیں. متحمل مزاج بھی ہوں. جائیں طویل طویل گفتگو کریں. مفصل اور پکے صحیح حالات سنائیں اور ان کی سنیں انشاء اللہ کسی وقت میں اختلاف رفع ہو جائے گا اور جو یہ نہ کر سکتے ہوں وہ ان کو معذور سمجھیں اور اپنی تقصیر پر میری طرح افسوس کریں لیکن گالیاں دینا یہ عام مومنوں کو بھی جائز نہیں۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] مومن نہ تو طعنہ باز ہوتا ہے نہ لعنت باز نہ فحش گو ہوتا ہے نہ بدگو.

[2] مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کر ڈالنا کفر کی بات ہے.

[3] اے وہ لوگو جو زبان سے اسلام کے مدعی ہو اور تمہارے دلوں تک ایمان نہیں پہنچا ہے تم لوگ مسلمانوں کو اذیت نہ پہونچایا کرو اور ان کو عار نہ دلایا کرو اور ان کے عیوب کے درپے نہ ہوا کرو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب کے درپے رہتا ہے اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کے عیوب کے درپے ہو جاتے ہیں اور اللہ جل جلالہٗ جس کے عیب کے درپے ہو جائیں اس کو پردہ کے اندر بھی رسوا فرما دیتے ہیں.

صحیح حدیث کو ابھی نقل کیا گیا ہے سِبَابُ المسلم فسُوق "مومن کو گالیاں دینا فسق ہے۔ اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن مسعود، ابوہریرہ، سعد، عبداللہ بن مغفل، عمرو بن النعمان اور جابر (رضی اللہ عنہم) (جامع الصغیر) اتنے جلیل القدر اور اکابر صحابہ نے نقل کیاہے، چہ جائیکہ اولیاء اللہ کو گالیاں دینا، بُرا بھلا کہنا کہ اس میں اپنا ہی کچھ بگاڑنا ہے کسی کا کیا نقصان ہے۔

حضرت تھانویؒ و حضرت مدنی قدس سرہما دونوں میں سے حق پر کون ہے؟

سائل کا دوسرا سوال یہ تھا کہ ان دونوں حضرات (حضرت تھانوی و حضرت مدنی قدس سرہما) میں کون حق پر ہے اور ان مسائل میں آپ کی کیا رائے ہے؟
اس کے جواب میں حضرت شیخ زید مجدہٗ تحریر فرماتے ہیں:۔

میرے خیال میں تمہارا یہ سوال اس قدر مہمل ہے کہ جواب کے قابل بھی نہ تھا۔ اللہ کے بندے اتنا تو سوچا ہوتا کہ ان حضرات کا علم و فضل، زہد و تقویٰ، دیانت و تبحر، اللہ کا خوف، اللہ سے تعلق، دینی اشتغال، دینی تصلّب کونسی چیز ایسی ہے جس کے پاسنگ میں بھی میں اپنے کو رکھدوں۔ ایسی صورت میں میرے مُنہ یا میرے قلم میں یہ طاقت ہے کہ ان اکابر میں محاکمہ کروں۔

سنو! دوؔ آدمیوں کے درمیان محاکمہ جب ہی ہو سکتا ہے جب محاکمہ کرنے والا ان میں محاکمہ کرنے کی پوری اہلیت رکھتا ہو اور پھر دونوں کی پوری سُنے اور سُننے کے بعد ان کے کلام کا وزن دیکھے۔ ہر ایک کے اشکالات کا دوسرے سے جواب مانگے اور پھر جواب الجواب اور اس ساری تحقیقات کے بعد پھر دیکھے کہ کس کی بات وزنی ہے پھر کوئی رائے قائم کر سکتا ہے۔ اب تم خود اندازہ کرلو کہ اوّل تو میری حیثیت ہرگز ایسی نہیں کہ ان حضرات سے مساویانہ گفتگو کر سکوں اور اگر

بفرضِ محال ان کے اخلاق کریمانہ کے پیشِ نظر ایسا ہو بھی جائے تو پھر کیا میری یہ بھی حیثیت ہے کہ میں اس میں توازن قائم کروں۔ میری حیثیت یہ ہے کہ میری پختہ رائے کے بعد بھی اگر یہ حضرات کسی بات کو فرما دیں کہ یہ غلط ہے تو مجھے اس کو قبول کرنا چاہیئے، یہ جائے کہ اس پر نقد و تبصرہ۔ مجھے حیرت ہوتی ہے ان لوگوں پر جو پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل۔ دو اخبار پڑھ لئے یا ایک مہمل مضمون کسی اخبار میں لکھ دیا اور ان لوگوں پر تنقید شروع کر دیتے ہیں جو علوم کے سمندر پیئے ہوئے ہیں ہمیشہ یاد رکھو کسی پر تنقید کرنے اور رَدّ کرنے کے واسطے اس کی بات کی حقیقت اس کے دلائل کی قوت معلوم ہونا ضروری ہے۔ یہ انتہائی حماقت ہے کہ بغیر بات سمجھے اناپ شناپ ہانکنا شروع کر دے۔ ہم لوگوں کی مثال اس بندر کی سی ہے کہ ایک ادرک کی گرہ کہیں سے اٹھالی اور اپنے آپ کو پنساری سمجھنے لگے۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے علاماتِ قیامت میں اِعْجَابُ کُلِّ ذِیْ رَأْیٍ بِرَأْیِہٖ بھی ارشاد فرمایا ہے (ہر ذی رائے کا اپنی رائے کو سب سے اچھا سمجھنا) جس کا آج کل ظہور علی الوجہ الاتم ہو رہا ہے۔ ہر شخص یہی سمجھتا ہے ہمچومن دیگرے نیست کہ جو میری سمجھ میں آگیا ہے وہی حق ہے چاہے کوئی بڑا کچھ کہے یا چھوٹا عالم کہے یا مدبر۔

حضرت تھانوی قدس سرہٗ

غور تو کرو کہ حضرت اقدس حکیم الامۃ ادام اللہ ظلال برکاتہم ۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل عالم فاضل ہوئے اس کے بعد سے آج ۱۳۵۷ھ تک درس و تدریس قال اللہ قال الرسول صلے اللہ علیہ وسلم استفادہ، افادۂ باطنی میں انہماک۔ یہ نصف صدی سے زیادہ زمانہ فقہ اور اصول، قرآن و حدیث کے غور و خوض اور افہام و تفہیم میں گذر گیا۔ جس مبارک ہستی کا اتنا وسیع وقت

علوم کے تدبر میں گذرا ہو نکات قرآنیہ اور دقائق فقہیہ میں اتنی مدت گذری ہو اس کی نظر ایسی چیز ہے جس کو بے دھڑک ہر آدمی لغو اور غلط کہدے۔

حضرت مدنی قدس سرہٗ

اسی طرح امیر الہند حضرت مدنی ۱۳۱۶ھ میں فارغ التحصیل ہوئے اور آج تک کا سارا زمانہ درس و تدریس، استفادہ اور افادۂ باطنی میں گذرا سالہا سال حضرت شیخ الہند رح جیسے محقق و متبحر کے زیر سایہ علوم ظاہریہ و باطنیہ میں مہارت حاصل کی اور پھر عمر کا اکثر حصہ سیاسی مناظرا ور قید و بند، ہند و بیرونِ ہند کے تجربات میں گذرا، کیا یہ ہستیاں ایسی ہیں کہ ہر کہ ومہ ان کی دقیق نظروں کا مقابلہ کرنے لگے اور بے دھڑک ان پر رائے زنی شروع کردے اور پھر بالخصوص مجھ جیسا کوتاہ نظر جو ابھی طفلِ مکتب ہو اور کے آمدی کے پیر شدی کا مصداق ہو۔ میں تو ان حضرات اکابر کے نام اشتہارات اور اخبارات میں کھُلے خط دیکھتا ہوں محوِ حیرت ہو جاتا ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوگئی عالم میں کیسا انقلاب رونما ہوگیا ہے اکابر کا احترام بالکل جاتا رہا۔ پھر اگر اہلِ علم اپنے علم کی روشنی میں ان کے خلاف کوئی بات کہیں تب بھی ایک درجہ میں گنجائش ہو سکتی ہے۔ مگر وہ اہلِ قلم جن کا منتہائے علم ایک اخبار کا مضمون لکھ دینا ہے یا ایک شستہ تقریر کر دینا ہے ایسے بے جا الفاظ سے رد کرتے ہیں جو اپنے سے چھوٹوں کے لئے بھی استعمال کرنا ناموزوں ہے۔ ان باتوں کو دیکھ کر میرے استعجاب کی انتہا نہیں رہتی۔

ایک نصیحت

میری ایک نصیحت بہت غور سے سُنو۔ ہمیشہ ایسی چیز دل پر لب کشائی کرو جس کے پورے مالہٗ و ما علیہ پر عبور ہو۔ دو شخصوں کے درمیان محاکمہ جب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب ان دونوں کے

پورے دلائل پر عبور ہو۔ البتہ کسی شرعی منصوص کے خلاف کوئی چیز ہو تو اس میں کسی کی بھی رعایت نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کوئی قول معتبر نہیں۔ بلکہ فقہاءِ سلف کے منصوص اقوال کے خلاف بھی مقلد کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن جہاں مسئلہ استنباط سے تعلق رکھتا ہو نصوصِ شرعیہ ہر ایک کے ساتھ ہوں وہاں جلدی سے دخل در معقولات کر کے فوراً محاکمہ کر دینا حماقت ہے میں تم کو بڑے زور سے روکتا ہوں کہ اہلِ حق پر انکار کرنے میں کبھی بھی جلدی نہ کرنا۔ بہت غور و فکر اور تدبّر کے بعد لب کشائی کرنا۔ جہاں تک ممکن ہو اس سے گریز کرنا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز

رضی اللہ عنہ، جن کو عمر ثانی کہا جاتا ہے انھوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس کی لڑائی میں کس قدر بہترین فیصلہ کیا۔ تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ اَيْدِيَنَا مِنْهَا فَلَا نُلَوِّثُ اَلْسِنَتَنَا بِهَا۔ ان خونوں سے اللہ جلّ شانہٗ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو پھر ہم اپنی زبان کو کیوں ان سے آلودہ کریں۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان اعلیٰ و ارفع ہے دوسروں کو ان پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے تو میں کہوں گا کہ وہاں لب کشائی سے بچنے والے بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ہیں جو جلیل القدر تابعی ہیں۔ (الاعتدال)

حضرت شیخ الحدیث نوّر اللہ مرقدہٗ کا اپنے اکابر، ہمعصر، تلامذہ کے ساتھ طرزِ عمل اور اختلاف رائے کے باوجود الفت و محبت، تعظیم و تکریم دیکھنی ہو تو آپ بیتی ملاحظہ فرمائیں اور اصولی بحث الاعتدال میں دیکھیں یہاں بھی نمونہ کے طور پر بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مظاہر علوم کے ایک مدرّس اور حضرت شیخ قدس سرہٗ

مدرسہ مظاہر علوم میں ایک صاحب مدرّس تھے اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے سخت اختلاف رکھتے۔ آنے والے مہمانوں کے سامنے بُرائی کرتے۔ رمضان میں مہمانوں کا بڑا ہجوم ہوتا کہ دنیا بھر کے کونے کونے سے طالبین رمضان گذارنے حضرت شیخ الحدیث نوّر اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فیضیاب ہوتے اس دَور میں اتنا رجوع دوسری جگہ دیکھنے میں نہیں آیا مگر وہ صاحب کہا کرتے عُرس ہو رہا ہے۔ کہیں مُردہ پیروں کا عُرس ہوتا ہے یہاں زندہ پیر کا عُرس ہو رہا ہے۔ اور بھی طرح طرح کے کلمات مہمانوں کے سامنے کہتے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو بھی اس کا علم ہوتا۔ مگر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کبھی کوئی جملہ ارشاد نہ فرماتے بلکہ جب حجاز سے تشریف لانے سے پہلے ان کے مکان پر جا کر ان سے ملاقات فرماتے اور معانقہ فرماتے جب تشریف لے جاتے تب بھی ان کے مکان پر جا کر ملاقات و معانقہ فرما کر تشریف لے جاتے۔

حافظ عبد العزیز صاحب مدظلہٗ کا حضرت شیخ قدس سرہٗ کو ڈانٹنا

دیو بند میں حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی صاحب دامت برکاتہم کی ہمشیرہ کی شادی میں شرکت فرمائی۔ حافظ عبد العزیز صاحب زید مجدہم خلیفہ حضرت رائے پوری قدس سرہٗ نے نکاح پڑھایا۔ نکاح کے بعد حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ نے چھوارے لٹائے اور مٹھی بھر بھر کر یہ کہہ کر لوگوں کی طرف پھینکے کہ اپنی آنکھ اور چشموں کو بچائیو۔ اس پر حافظ صاحب موصوف بہت خفا ہوئے اور تمام مجمع کے سامنے حضرت شیخ نور اللہ

مرقدہ، کو بہت ڈانٹا کہ علماء کے یہاں بھی ایسا ہوگا تو عوام کا کیا حال ہوگا. حضرت شیخ قدس سرہ، خاموشی کے ساتھ سب سنتے رہے. جب حافظ صاحب خوب ڈانٹ چکے تو فرمایا. میں نے اپنے اکابر کے یہاں دونوں طریق دیکھے ہیں. لٹانا بھی اور تقسیم کرنا بھی. مجھے کسی ایک طریق پر اصرار نہیں، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ خفا ہوں گے تو میں لٹانے کو اختیار نہ کرتا. حافظ صاحب نے فرمایا. آپ نے اتنا موقع ہی کہاں دیا کہ میں منع کرتا. نکاح ہوتے ہی آپ نے پھینکنے شروع کردیئے. حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ، نے خاموشی اختیار فرمائی. بعد میں حضرت مولانا فخر الدین صاحب قدس سرہ، شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند نے حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے دریافت فرمایا کہ کیا اس طرح چھوارے لٹانا ثابت ہے. حضرت مفتی صاحب زید مجدہم نے جواب دیا جی ہاں ثابت ہے بیہقی میں روایت موجود ہے.

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اپنا ایک معمول تحریر فرماتے ہیں

میرا عموماً چھ مہینے آٹھ مہینے میں ایک شب کے لیے کاندھلہ جانا ہوا کرتا تھا. کاندھلہ کے رؤسار میں جملہ قصباتی شرفاء کی طرح ہمیشہ پارٹی بازی زوروں پر رہتی، بالخصوص الیکشن کی مصیبت سے ہر موقع پر جاکر سن لیا کرتے تھے کہ آج کل فلاں فلاں میں چل رہی ہے، ہم بھی تفریحاً آپس کی لڑائیاں سُن آیا کرتے. مگر میرا اور چچا جان نور اللہ مرقدہ، کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ اپنی ایک شبانہ حاضری میں جملہ اعزہ کے گھروں پر جاکر ان سے ایک ایک دو دو منٹ کے لیے ضرور ملتے تھے. اکثر اعزہ اس پر خفا بھی ہوتے تھے. زبان سے تو وہ یہ کہتے کہ ذرا سا وقت ہوتا ہے وہ بھی سب پھرنے میں خرچ ہوجاتا ہے اور اندر خانہ ان کو غصہ اس پر ہوتا کہ جب ہماری لڑائی ہے تو

پھر یہ کیوں ملتے ہیں مگر میرے اور چچا جان کے طرز معاشرت کو دیکھ کر اس عتاب کو علی الاعلان کہنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ تقریباً آٹھ ماہ بعد میرا کاندھلہ جانا ہوا اور اپنی عادت کے موافق سب گھروں کو چکر لگایا۔ میرے محترم عزیز برادر معظم ماسٹر محمود الحسن کاندھلوی اس وقت کاندھلہ میں تھے میرے ساتھ وہ بھی بادلِ ناخواستہ میری خاطر میں مٹرگشت میں چل دیئے۔ جب میں اپنے ان عزیز کے پاس گیا جن کے آموں کا قصہ اوپر آیا۔ میں نے جا کر سلام کیا انھوں نے منہ پھیر لیا۔ میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے۔ مرحوم نے ہاتھ کھینچ لیا۔ بھائی محمود کا اس وقت غصہ کے مارے چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ میں نے ایک مونڈھا کھینچا اور ان عزیز کے قریب دو منٹ بیٹھ کر چلا آیا۔ انھوں نے میری طرف منہ نہیں کیا جب وہاں سے واپس آ رہا تھا راستہ میں بھائی محمود نے کہا بے غیرت بے حیا پھر بھی ان کے یہاں آوے گا۔ میں نے کہا ضرور آؤں گا۔ یہ ان کا فعل تھا جو انھوں نے کیا وہ میرا فعل ہو گا جو میں کروں گا۔ ہمیں حدیث پاک میں صِلْ مَنْ قَطَعَکَ کا حکم دیا گیا ہے۔

اس واقعہ کو لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:۔

ان مرحوم کے ساتھ قصے تو کئی پیش آئے مگر مالک کا ایک عجیب احسان یہ بھی رہا کہ جس جس سے ابتداءً لڑائی رہی اُسی اُسی سے انتہاءً وہ تعلقات بڑھے کہ باید و شاید یہ مرحوم عمر میں مجھ سے بڑے تھے اخیر میں ان کا یہ اصرار رہا کہ تجھ سے ہی بیعت ہوں گا اور تیرے ہی پاس پڑ کر مروں گا۔ اتنا بڑھا کہ حد و حساب نہیں۔ بار بار خطوط لکھتے، آدمی بھیجتے، میں نے کئی دفعہ ان کو لکھا کہ میرے دو بزرگ حضرت مدنی حضرت رائے پوری حیات ہیں۔ سیاسی حیثیت سے حضرت مدنی سے آپ کے خصوصی تعلقات بھی ہیں۔

ان دونوں میں سے جو نسے کو آپ پسند کریں میں بیعت کے لیے خود لے کر چلوں. بیعت کراؤں. مگر موصوف نے ایک مان کر نہ دی اور اسی پر اصرار کرتے رہے کہ بیعت تو تجھ سے ہی ہونا ہے. اس سیاہ کار کے ساتھ جس جس کا تعلق ابتدائً نفرت کا ہوا انتہاءً عشق و محبت پر جاکر ختم ہوا. (آپ بیتی ۳ صفحہ ۲۳۴)

اپنے اقوال و افعال کی نگرانی

حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں:-

اس نابکار کا بھی اپنی ابتدائی مدرسی ۱۳۳۵ھ سے اولاً مولانا عبدالرحمٰن صاحب سابق صدر مدرس مظاہر علوم اور ان کے بعد میرے محترم دوست قاری سعید مرحوم کے ساتھ یہ معمول اور میری تاکید رہی کہ اس سیہ کار کے اقوال و افعال کی نگرانی تمہارے ذمہ ہے. ان دونوں دوستوں کو اللہ تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر دے کہ یہ ہمیشہ میری بہت ہی نگرانی فرماتے رہے. اس زمانہ میں چونکہ اس نابکار پر غصہ اور جوش کا دَور دورہ تھا اور یہی دونوں حضرات بلکہ بعض دیگر اکابر بھی مجھے اس پر اُبھارتے رہتے تھے کہ ان خواص پر چاہے رؤسا ہوں چاہے اکابرِ مدرسہ میرے حضرت قدس سرہٗ، حضرت ناظم صاحبؒ کے اعزہ اقارب ہوں ان پر نکیر تو ہی کرسکتا ہے ہم لوگوں کے بس کا نہیں. یہ کم ظرف ان فقروں سے اور بھی پھول جاتا اور بہت سختی ان خواص کے ساتھ کیا کرتا تھا. اگرچہ میرا معمول ہمیشہ یہ بھی رہا کہ جس پر سختی کرتا کسی دوسرے وقت اس کی تلافی بھی کر دیتا حتیٰ کہ اس وقت میں بعض طلبہ کے یہ فقرے بھی میرے کان میں پڑتے رہتے تھے کہ شیخ نے بہت دنوں سے کچھ مرمت نہیں کی. یہاں چائے پینے کے واسطے پیسے نہیں ہے

اس کے باوجود جن طلبہ کے متعلق یہ دونوں حضرات اپنے اپنے وقت میں یہ کہدیتے کہ فلاں کو سزا جرم سے زیادہ ملی میں اس کی تلافی کا بہت اہتمام کیا کرتا تھا اور بے تکلف معافی مانگ لیتا تھا۔ ان دونوں حضرات کے بعد بھی موجودہ احباب سے بھی درخواست کرتا رہتا ہوں۔ مگر یہ حضرات ان دونوں جیسی نگرانی اس سیہ کار کی نہیں کرتے۔

تصانیف کے بارے میں معمول

اپنی تصنیفات کے سلسلہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اپنا معمول تحریر فرماتے ہیں:۔

اس ناکارہ کا معمول اپنی جملہ تصانیف عربی اور اردو میں بھی ہمیشہ یہی رہا کہ ان دونوں اکابر کی زندگی میں تو بڑے اہتمام سے دونوں کو ہر چیز دکھلاتا تھا اور دونوں حضرات بڑی فراخدلی سے میرے مسودوں کے صفحے کے صفحے قلمزد کردیتے تھے۔ میں قرآن وحدیث سے دلائل بھی پیش کرتا ہوں مگر ان کا آخری جواب یہ ہوتا تھا کہ مضمون تو صحیح ہے مگر عوام کے قابل نہیں۔ فقہاء کے قول ھٰذا مِمَّا یُعْلَمُ وَلَا یُفْتیٰ کی آڑ لے کر قلمزد کردیتے تھے۔ اب تو نہ وہ جوش وخروش رہے اور نہ لکھنے پڑھنے کا سلسلہ رہا۔ پھر بھی جو کچھ تھوڑا بہت ہوتا ہے وہ موجودہ احباب کی خدمت میں پیش کردیتا ہوں۔ اور ہمیشہ بہت اہتمام سے رمضان میں اور حرمین شریفین میں اس کی دُعا کرتا رہتا ہوں جس کی سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عملی تعلیم فرمائی ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ارشاد ابوداؤد شریف میں نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی پر ناراض ہوتے تو ناراضگی میں کچھ الفاظ فرما دیا کرتے تھے۔ لیکن

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا کہ میری اُمت میں سے جس شخص کو میں نے غصہ میں گالی دی ہو یا لعنت کی ہو، میں بھی بشر ہوں۔ جب لوگوں کو غصہ آتا ہے مجھے بھی کسی وقت غصہ آجاتا ہے۔ یا اللہ تو میری سخت کلامی کو ان لوگوں کے لئے رحمت بنا دیجئے۔ ابوداؤد میں اس حدیث کے ساتھ ایک قصہ بھی لکھا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر غصہ میں کوئی لفظ یا کچھ زیادتی کسی پر ہو جائے اولاً اس کو معاف کرانے کی کوشش کی جائے اور ثانیاً اُس کے لئے دعا اتنی کثرت سے کی جائے کہ قیامت کے دن جب اس کو اس زیادتی کے اجر و ثواب اور دعاؤں کا حال معلوم ہو تو وہ بجائے مطالبہ کرنے کے خود یہ تمنا کرنے لگے کہ اس سے زیادہ پڑتی تو بہت ہی اچھا ہوتا۔" (آپ بیتی ۲۹۹)

حضرت مدنی اور حضرت رائپوری اور حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مراقدہم

تینوں حضرات [illegible] انتہا درجہ شفقت و محبت [illegible] تعلق دیکھنا ہو تو آپ بیتی [illegible] میں اس میں تفصیل موجود ہے یہاں تو حضرت مدنی رح کے ایک مکتوب کا ایک حصہ نقل کرنا ہے۔ مولانا بایزید صاحب افریقی مجاز حضرت مدنی نے حضرت مدنی رح کو ہدیہ بھیجا۔ اس کے جواب میں حضرت مدنی رح نے تحریر فرمایا۔

آپ کا ان نقود کو اپنی طرف سے اور اپنی بڑی ہمشیرہ عائشہ بی بی کی طرف سے پیش کرنا سراسر عقل اور انصاف کے خلاف ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میری تنخواہ مبلغ للعالمہ ۱۸۱ روپیہ ماہوار ہے۔ اتنی بڑی تنخواہ کسی دینی مدرسہ کی ہندوستان بھر میں کہیں نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ میں دینیات

بالخصوص علمِ حدیث اتنی بڑی تنخواہ لے کر پڑھا رہا ہوں۔ تنخواہ لے کر مولانا احمد علی صاحب مرحوم محدّث سہارنپوری، مولانا گنگوہی مرحوم، شاہ عبدالغنی صاحب، شاہ محمد اسحاق صاحب مرحوم، شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم، شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم اور دیگر اسلاف کرام قدس اللہ اسرارہم نے نہیں پڑھایا۔ اس زمانہ میں بھی حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری، مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارن پوری دینی خدمات کرتے ہیں اور کوئی معاوضہ نہیں لیتے۔ میں اتنا بڑا دُنیادار پیٹ کا کُتّا ہوں کہ دینی خدمات دُنیا کے بدلہ میں کرتا ہوں اصل مذہب حنفیہ میں معاوضہ علی الطاعات پر اجارہ درست نہیں۔ متأخرین نے اس کی اجازت ضروریات کی بناء پر دی ہے۔ اور اسی بناء پر میں نے آپ کو لکھا تھا کہ حضرت رائے پوری یا شیخ الحدیث سے تعلّق قائم کرنا نہایت صحیح اور مناسب ہے۔ پھر ایسے دُنیادار کے لئے ہدیہ بھیجنا غلط نہیں تو کیا ہے؟ آپ کے متعلقین ہیں ان کی ضروریات میں آمدنی خرچ کرنا آپ پر فرض اور واجب ہے۔ اس لئے سوچنا اور سمجھنا اور عمل کرنا چاہیے مگر آپ میرے پاس اپنی آمدنی کا اتنا بڑا حصہ ارسال فرماتے ہیں یہ غلط نہیں تو کیا ہے۔ مہمانوں کی جو کچھ بھی میں معمولی خدمات انجام دیتا ہوں وہ میرا ایک فرض ہے جس میں میرا کسی پر احسان نہیں۔ ان لوگوں کا احسان ہے جو کہ میری سوکھی روکھی روٹی قبول فرماتے اور اپنا رزق میرے دسترخوان پر کھاتے ہیں۔ بہرحال آئندہ آپ کو یہ غلطی نہ کرنی چاہیئے، احتیاط رکھئے۔ اور پھر دوسروں سے دلوانا اور بھی بڑی غلطی ہوگی۔

دوسرے والا نامہ میں آپ نے حضرت رائے پوری سلمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے آپ نے اس کو خفگی پر محمول کیا ہے حالانکہ یہ خلاف واقع ہے

میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میں حضرت رائے پوری اور حضرت شیخ الحدیث صاحب سے :
کسی قسم کی رقابت رکھتا ہوں اور نہ میں اپنے آپ کو ان سے افضل سمجھتا ہوں
مجھ کو یقین ہے کہ اور واقعہ ہے کہ وہ مجھ سے بہت ہی زیادہ بڑھے ہوئے متقی
اور پرہیزگار اللہ والے ہیں۔ دُنیا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت ذکر، فکر،
مراقبات وغیرہ میں مشغول ہیں اور اسلاف کرام کے قدم بقدم ہیں۔ تسلیک
اور معرفت و طریقت کی رہنمائی کے یہ دونوں حضرات مستحق اور قابل ہیں۔
میری طرف لوگوں کا رجوع کرنا محض حُسنِ ظن ہے جس کی واقعیت کوئی نہیں۔
ہاں آئندہ کو اللہ تعالیٰ ان احباب کے حُسنِ ظن اور اسلاف کے جوتیوں کے
طفیل مجھ کو اپنے فضل وکرم سے نواز دے تو اس کا کرم ہے اسی کا امیدوار ہوں۔

یَظُنُّ النَّاسُ بِیْ خَیْرًا وَّاِنِّیْ لَشَرُّ النَّاسِ اِنْ لَّمْ یَعْفُ عَنِّیْ

آپ لوگوں کا ایسے ناکارہ کو رہنما بنانا سخت غلطی تھی اور ہے۔ آپ کو چاہیئے
کہ ان دونوں حضرات میں سے کسی کو اپنا رہنما بناتے اور اب بھی ان سے ہی
تعلق رکھنا مناسب اور مفید ہے۔ میں غلط نہیں لکھ رہا ہوں اور چاہتا
ہوں کہ آپ غلط کاری کو ترک کریں۔ اگر آپ انھیں سے بیعت ہوتے
اور ان کی بارگاہ میں حاضری کا شرف ہمیشہ رکھتے تو قوی امید تھی کہ بہت
زیادہ مستفید ہوتے۔ میں ہرگز یہ گفتگو غصہ میں نہیں لکھ رہا ہوں۔ فقط
ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"آپ کو معلوم ہے کہ میں علم حدیث کی تعلیم میں تقریباً پانچ سو روپیہ ماہوار
کماتا ہوں۔ اس سے بڑھ کر دُنیاداری اور طماعی کیا ہو سکتی ہے۔ مستحق خدمت
وہ اکابر ہیں جو کہ خدمت دین شب و روز کرتے ہیں اور کوئی تنخواہ اور
معاوضہ نہیں لیتے۔ حضرت مولانا رائپوری، حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری

مد اللہ ظلہما اور ان کے اتباع و امثال "۔

مولانا موصوف رائپور حضرت رائپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں قیام کیا۔ اس کے بعد ان کو خیال ہوا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو رائپور کے قیام سے تکدّر ہوا ہوگا۔ معذرت میں خط لکھا اس کے جواب میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا۔

آپ کا یہ فرمانا کہ "حضرت کے دربار میں ایک گناہ کیا تھا کہ حضرت کو چھوڑ کر رائے پور گیا تھا اگرچہ وہاں بھی دل حضرت ہی میں تھا کہ اس کے کفارے میں ان کو نہ خط لکھتا ہوں نہ کوئی تمنا کرتا ہوں امید کہ گناہ معاف فرمائیں گے" نہایت افسوسناک ہے۔ حضرت رائپوری نہایت بزرگ اور ہمارے مقتدا ہیں، تارک الدنیا عارف باللہ ذاکر شاغل ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بے شمار کمالات دیئے ہیں۔ میں تو ان کے سامنے بالکل ہیچ ہوں۔ میں دنیا کا بندہ دن ورات غفلتوں میں عمر ضائع کرنے والا، ان سے رقابت رکھوں کس قدر حماقت اور غلط کاری ہے۔ خود مجھ کو چاہیئے کہ ان کی خدمت میں رہ کر اپنی اصلاح کروں۔ میں تو چاہتا ہوں کہ آپ حضرات مولانا سے تعلق رکھ کر اپنی اصلاح کے کوشاں ہوں۔ مجھ کو ہرگز نہ ایسا خیال ہوا اور نہ ہونا چاہیئے۔ آپ نے غلط رائے قائم فرمائی۔ وہ تو عظیم الشان ہستی اور میرے مقتدا ہیں ہی اگر آپ کسی ایسے بزرگ سے جن سے میرا کوئی تعارف اور تعلق نہیں ہے ان سے بھی اگر آپ اپنی اصلاحی جد و جہد کریں اور استفادہ کے لیے حاضر ہو کر بیعت کریں تو میں شکر گذار اور خوش ہوں گا۔ آپ کو مولانا سے خط و کتابت جاری اور ان کی توجہات اور ادعیہ صالحہ سے استفادہ کرنا ضرور چاہیئے۔

والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، وارد حال قصبہ ٹانڈہ محلہ الہداد پور ضلع فیض آباد۔ ۱۰ رمضان المبارک

حضرت مدنی اور مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہما

حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم نے سُنایا کہ ایک جگہ حضرت مولانا مدنی قدس سرہٗ کا بیان تجویز تھا اسی بستی کے دوسرے فریق نے اسی تاریخ میں دوسرا اجتماع طے کیا اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ کا بیان تجویز کیا۔ دونوں اکابر نے منظوری دیدی۔ اور دوسرے فریق کے جلسہ یا اجتماع کا دونوں میں سے کسی کو علم نہیں۔ عین وقت پر دونوں اکابر تشریف لے گئے۔

مولانا محمد الیاس صاحبؒ تشریف لے گئے۔ پہونچکر علم ہوا کہ اسی بستی میں حضرت مدنی قدس سرہٗ کا بیان دوسری جگہ ہے۔ اجتماع میں تشریف لے گئے۔ اور جاکر فرمایا کہ چونکہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کا بیان فلاں جگہ تجویز ہے۔ اس لئے اجتماع برخواست۔ سب حضرات حضرت مدنیؒ کے بیان میں شریک ہوں اور مجمع کے ساتھ خود بھی شرکت کے لئے چلدیئے۔

اُدھر حضرت مدنی قدس سرہٗ کو وہاں پہونچکر اجتماع کا علم ہوا۔ حضرت مدنی قدس سرہٗ بھی جلسہ میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ چونکہ آج اس بستی میں ہی دوسری جگہ اجتماع ہو رہا ہے جس میں مولانا محمد الیاس صاحب کا بیان ہے۔ اس لئے جلسہ برخواست۔ سب اجتماع میں شرکت فرمادیں۔ اور خود بھی ایک مجمع کے ساتھ اجتماع میں شرکت کے لئے چلدیئے۔ یہ حضرات وہاں پہونچے دیکھا اجتماع ملتوی ہو چکا۔

اُدھر وہ حضرات وہاں پہونچے دیکھا جلسہ ملتوی ہو چکا۔ نہ اجتماع ہی ہو سکا نہ اجلاس۔ اجتماع بھی ملتوی، اجلاس بھی ملتوی۔ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِہِمْ کا مصداق۔

حضرت مدنی اور قاری محمد طیب صاحب قدس سرہما
شیخ الاسلام قدس سرہ اور حکیم الاسلام قدس سرہ

بعض بہت سی چیزوں میں دونوں بزرگوں کا مزاج الگ تھا۔ اختلاف بھی تھا۔ حکیم الاسلام قدس سرہ مسلم لیگ کے حامی تھے اور شیخ الاسلام قدس سرہ کانگریس کے حامی۔ اس کے علاوہ مدرسے کے نظام سے متعلق بھی بہت سی چیزوں میں اختلاف رائے تھا مگر اس کے باوجود ایک دوسرے کا احترام، تعظیم، تکریم، کمالات کا اعتراف بھی دیکھنے کے قابل ہے. مکتوبات شیخ الاسلام کے مقدمہ میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ حضرت مدنی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں :-

"ان ہی گنے چنے نفوسِ قدسیہ میں سے حضرت اقدس مولانا حافظ الحاج السید حسین احمد مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی ذات ستودہٗ صفات بھی ہے اور جو اپنے مخصوص فضائل و کمالات کے لحاظ سے بلاشبہ ایک فردِ منفرد ہستی ہے۔ آپ نہ صرف عالمِ دین ہی ہیں بلکہ عارف باللہ اور مجاہد فی سبیل اللہ بھی ہیں، آپ کا علم عارفانہ، عمل مجاہدانہ اور اخلاق درویشانہ ہے۔ متضاد احوال و مقامات کو ایک دامن میں لئے ہوئے ہیں۔ ایک ہی وقت میں آپ دارالعلوم دیوبند جیسے مرکزِ علم و دین کی مسندِ تدریس کے صدر نشین بھی ہیں، جن کے اردگرد سیکڑوں طلبہ زانوئے ادب تہہ کیے نظر آتے ہیں اُسی آن آپ جمعیۃ العلماء اور سیاسی اسٹیج کے مسند نشین بھی ہیں جن کے دائیں بائیں ہزاروں مجاہد صفت انسانوں کا جمگھٹ لگا ہوا ہے اور پھر اسی وقت میں آپ اپنے ریاضت کدہ میں خانقاہ نشین بھی ہیں جن کے چہار طرف سیکڑوں ذاکر و شاغل اور راہ باطن کے جویا افراد کا ہجوم ہے اور آپ کی جامع ذات ہے کہ ایک طرف آپ اپنے عا... قار و نکتہ سنجی سے دوسری طرف مجاہدانہ

جوشِ عمل و اقدام پسندی ہے اور تعمیری جانب عابدانہ انکسار ہے تو اعلیٰ ترتیب سے ہر دو اوصاف کے طالبوں کی پیاس بجھا رہے ہیں اور ہر میدان میں آپ کی ہمتِ مردانہ اس طرح یکساں طور پر یکے ساتھ کام کر رہی ہے کہ کسی ایک میدان کی لگن و انہماک دوسرے میدان سے بے التفات نہیں ہونے دیتی۔

غرض شریعت، طریقت اور سیاست جیسے متضاد رُخ و مقامات کی سیر اور ان میں بیک وقت انتھک عروج آپ کی ہمتِ مردانہ کا ایک عملی شاہکار ہے

ع "یوں بہم کس نے کیے ساغر و سنداں دونوں"

ارشاد حضرت تھانویؒ

آپ کی اس مجاہدانہ روش اور دین کے عملی شعبوں میں انتھک دوڑ کے بارے میں میں نے حکیم الامت حضرت اقدس مولانا تھانوی قدس سرہٗ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ "میں اپنی جماعت میں مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے حُسنِ تدبُّر کا اور مولانا حسین احمد صاحب کے جوشِ عمل کا معتقد ہوں۔"

ایضاً

ایک موقع پر حضرت ممدوح علیہ الرحمۃ کی مجلس خیر و برکت میں تحریکاتِ وقت کا ذکر چھڑا۔ ایک صاحب نے حضرت مدنی کے کسی مجاہدانہ عمل کا حوالہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت آپ کا اس پر عمل نہیں۔ فرمایا "بھائی میں ان جیسی (مولانا مدنی جیسی) ہمتِ مردانہ کہاں سے لاؤں"

ایضاً

مجھ سے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ مولانا حسین احمد صاحب کو ان کے سیاسی کاموں میں مخلص اور متدیّن جانتا ہوں البتہ مجھے ان سے حجت کے ساتھ اختلاف ہے۔ اگر وہ حجت رفع ہو جائے تو میں ان کے ماتحت ایک ادنیٰ سپاہی بن کر کام کرنے کے لیے تیار ہوں"

جوشِ عمل اور ہمتِ مردانہ

بہر حال یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ دین کے ہر بنیادی شعبہ میں آپ کو عمل، جوشِ عمل اور ہمتِ مردانہ کی توفیق عطا ہوئی ہے۔ اور اس پیرانہ سالی میں یہ عمل یہ جوش و خروش اور امنگ کے ساتھ یہ انتھک دوڑ دھوپ واقعہ یہ ہے کہ جوانوں کی جوانیوں کو شرمائے ہوئے ہے۔ آپ کے یہاں راحت و آرام کا لفظ گویا لغت میں آیا ہی نہیں اور آیا ہے تو اس کے کوئی معنی نہیں ہیں یا کم از کم ان کی زندگی کی نسبت سے یہ لفظ مہمل اور بے معنی ہے۔

اس دَورِ عجز و کسل میں جو آج مسلمانوں پر چھایا ہوا ہے آپ کی اس ہمت و جوشِ عمل کو سوائے کرامت کے اور کس لفظ سے تعبیر کیا جائے؟ اور اگر اس کا نام استقامت ہے تو وہ بلاشبہ فوق الکرامت ہے جو اس دور قحط الرجال میں ایک غنیمت بارد ہے۔

اٹھارہ برس حرمِ نبوی میں

حضرت ممدوح کی مدح سرائی میں میری تحریر کا موضوع نہیں ہے۔ اور میں ان کے فضائل و مدائح کا احاطہ کر بھی کیا سکتا ہوں۔ تذکرہ آ گیا ہے تو قلم اس سے نہیں رُکتا کہ ان کی ہزارہا مدائح و فضائل میں سے یہ کوئی کم منقبت اور تھوڑی فضیلت نہیں ہے کہ دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد ہی جب کہ آپ "شابٌ نشأ بعبادة الله" کے مقام پر پہونچ چکے تھے آپ نے ۱۸ برس تو حرم نبوی علیٰ صاحبہا الصّلوٰة والسّلام میں بیٹھ کر اور خود صاحب کتاب و سُنّت کے پاس اور ان کے زیرِ نظارہ کر درسِ کتاب و سُنّت دیا جس سے مشرق و مغرب کے ہزارہا عوام و خواص اور علماء و فضلاء مستفید ہوئے اور حجاز و شام، مصر و عراق، ترک و تاتار وغیرہ تک آپکے کمالات کا شہرہ پہونچ گیا۔

تحریکِ جنگِ آزادی میں قربانیاں

آپ کی تحریکِ جنگِ آزادی کے سلسلہ میں مساعی کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں:۔

" ہندوستان کی تحریکِ جنگِ آزادی میں آپ کے علم اور جوشِ عمل نے اہلِ علم کے سیاسی حلقوں کی لاج رکھ لی۔ استخلاصِ ملک و ملت کے لئے آپ نے جو قربانیاں دی ہیں وہ جریدۂ عالم سے کبھی محو نہیں ہو سکتیں۔ عموماً سیاسی میدانوں کے شناور اسٹیج پر پہونچکر غیر محتاط اور ذہنی طور پر آزاد و بے باک ہو جاتے ہیں، لیکن حضرت ممدوح کا یہ کمالِ استقامت تھا کہ سیاسی اسٹیج پر بھی آپ کا تقشفِ مذہبی اس حد تک قائم رہا جس حد تک ایک مدرس کا اپنے حلقۂ درس میں قائم رہ سکتا ہے، گویا آپ کا اسٹیج درسِ کتاب و سنت ہی کا محل و مقام ہوتا تھا جس سے وہی آثارِ خیر و برکت ہویدا ہوتے تھے جو کتاب و سُنّت کے خصوصی آثار ہو سکتے ہیں۔

ساتھ ہی اس عامۃ الورود مقام پر جو حقیقتاً مزلّتِ اقدام ہے آپ کی اخلاقی قوتیں اس حد تک بیدار و ہموار ہیں کہ یہ سیاسی اقدامات بجائے خود ایک اخلاقی درس کی شان سے نمایاں ہوتے ہیں۔ ہر خدمت بے لوث، ہر عمل بے لاگ، اور ہر اقدام خلوص و ایثار سے پُر، نہ کسی عہدہ کا سوال، نہ جاہ کی طلب، نہ مال کی طرف ادنیٰ التفات، نہ اقتدار کی ذرّہ برابر خواہش، ہندوستان کے آزاد کرانے اور انگریزوں کے نکالنے میں سر اور دھڑ کی بازی لگا دی۔ لیکن کیا کسی وقتی صلہ کے لئے؟ کسی عہدہ کے لئے؟ یا قومی اسٹیج پر عہدہ داروں کی کسی سر گرہی کے لئے؟ معاذ اللہ۔ بلکہ ہر خدمت میں مخلصانہ جذبات، بے غرضانہ داعی، بے لوث ارادے، سادگیٔ ضمیر اور محض اپنے بزرگوں کے

نصب العین کی تکمیل اور اپنے سلف کے نقشِ قدم کے اقتضاء و اقتداء کے ساتھ اسے باقی رکھنے کے لئے اور بس۔

آپ اس وقت بھی جوشِ عمل کے ساتھ قائدِ میدان تھے، جب کہ نعرہ ہائے تہنیت کے ساتھ پھولوں کے ہار پیش کئے جا رہے تھے اور اس وقت بھی اسی اندازِ فنائیت کے ساتھ مصروفِ عمل رہے جبکہ افراد و جماعت نے مخالف بن کر بے حرمتی اور بدگوئی کی ٹھان لی تھی۔ کیونکہ یہ خدمت نہ خواہشِ صلہ پر مبنی تھی، نہ نعرہ ہائے تحسین و آفریں پر بلکہ صرف اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پر۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کے بعض اوصاف

حضرت مدنی قدس سرہٗ کے اخلاص و صداقت اور بلندیٔ مقام جیسے صفات کا اعتراف کس والہانہ انداز میں فرماتے ہیں:-

"آپ کی رایوں اور افکار سے افراد و جماعات کو نیک نیتی کے ساتھ اختلافات بھی رہے اور آئندہ بھی رہ سکتے ہیں، لیکن اس وقت موافق و مخالف کی دو رائیں کبھی نہیں ہوئیں کہ آپ اپنی رایوں میں مخلص، جذبات میں صادق، نیات میں بلند مقام، عمل میں صاحبِ عزم اور اخلاق میں صاحبِ حال ہیں، اختلافِ رائے سے نیچے اُتر کر یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کے مجاہدانہ مزاج سے جس میں سیاسی رنگ اور انتہا پسندانہ جذبات وغیرہ بطور جوہر مزاج کھپے ہوئے ہیں، کسی اعتدال پسند اہلِ معاملہ کے دل میں کچھ خلش بھی ہو اور بعض اہلِ معاملہ کے نفوس کچھ گھائل بھی ہوں (چنانچہ ان مکاتیب کے بعض عنوانات اس کی غمازی بھی کر رہے ہیں) لیکن میں اس قسم کی معاملاتی خلش اور گھاؤ کو اپنی جگہ صحیح اور برمحل سمجھتے ہوئے بھی یہ ضرور عرض کروں گا کہ جو اکابر دین تکوینی طور پر من اللہ کسی خاص خدمت کے لئے مفرز اور مامور کئے گئے ہوں ان کی طبائع اور خصوصیات

مزاج کے لحاظ سے ان پر ایسی صفت کا غلبہ ہوتا ہے جو ایک جذبۂ خاص اور وقتِ خاص کا مقتضی ہو، اور وہی وصفِ غالب ان کے کاموں کا قدرتی معیار بن جاتا ہے گویا ان کی طبیعتیں غیر اختیاری بلکہ غیر شعوری طور پر ادھر ہی چلتی ہیں جدھر وصف اور وقت انھیں لے چلتا ہے۔ اس لئے بظاہر تو معاملات میں انکی طبیعت اور مزاج کارفرما نظر آتا ہے۔ لیکن فی الحقیقت منشاءِ خداوندی ان حضرات کی طبیعتوں کے راستہ سے اپنا کام کرتا ہے" (مقدمہ مکتوبات شیخ الاسلام حصہ دوم)

مکتوب حضرت مدنی بنام مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہما

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں ہمیشہ کا خادم ہوں مگر نالائق، آپ حضرات کا بالخصوص حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز کے خاندان کا خیر خواہ ہوں مگر اکھڑ دریوزہ گر ہوں مگر ناکارہ، غلام ہوں مگر بے وقوف۔ میری عین خواہش ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف اس طریقہ پر مضبوطی سے قائم رہیں جس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ چلتے رہے اور جس پر ہم دُور افتادوں کو چلایا۔ میں جب ان کے اخلاف صدق میں سے کسی کو اس طریقہ سے دُور اور خلاف پاتا ہوں تو بہت زیادہ متأثر ہوتا ہوں۔ چونکہ زور کچھ نہیں، اس لئے گھٹ کر رہ جاتا ہوں۔ اور کنارہ کش ہو جاتا ہوں۔ نیز چونکہ گوناگوں افکار میں مبتلا رہتا ہوں، مشغولیتیں بہت زیادہ رکھتا ہوں۔ اس لئے یہی اختراع کیا جاتا ہے کہ یہ ہم سے کنارہ کش ہے ورنہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ میرا کبھی بھی یہ خیال نہیں ہے کہ معاذ اللہ خاندانِ قاسمی کو کوئی گزند پہونچے۔ ارادہ وعمل تو درکنار، اگر کسی بات سے یہ اختراع کیا جائے تو غیر صحیح ہوگا۔ بہر حال

اس اجتماع میں بھی اور آئندہ بھی جو صورت حقیقی مفادِ دار العلوم اور ملّت اسلامیہ کی ہو اُسے اختیار فرمائیں۔ ہرگز ہرگز شخصی اور بالخصوص حسین احمد کے مفاد کو ترجیح نہ دیں۔ نہ دار العلوم حسین احمد پر موقوف ہے اس کے جیسے نہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر ہزاروں درجہ بڑھ کر آپ کی جماعت میں جو کہ اسلافِ کرام کے دریوزہ گروں کی جماعت ہے عُلمائے کرام اور صُلحائے عظام موجود ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے تو تنکے سے کام لیتا ہے اور پہاڑ رہ جاتا ہے۔ حضرت مولانا فخر الحسن صاحب اور مولانا عبد العدل صاحب حضرت نانوتوی قدس سرہٗ العزیز کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ذکی حفظ اور ذہن اعلیٰ درجہ رکھنے والے تھے۔ مولانا احمد حسن صاحب امروہوی دوسرے درجہ میں تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت بھی ان پر سب سے زیادہ تھی۔ ہمارے آقا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ان سب میں گرے ہوئے شمار کئے جاتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے جو کام لیا وہ ان میں سے کسی سے نہیں ہوا اور نہ ہو سکا۔ آج فیضِ قاسمی عالم میں میزاب محمودی سے جاری ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ علمی مشہور تھے مگر خاندانِ ولی اللٰہی کا فیض ان ہی سے جاری ہوا۔ بڑے بڑے مشاہیر علماء اور اذکیاء دھرے رہ گئے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ دار العلوم کا فیض چلانا چاہے گا تو ایک تنکے سے وہ کام لے گا جن کا وہم و گمان بھی کسی کو نہیں ہو سکتا۔ حسین احمد کی زندگی، معیشت بھی دار العلوم پر موقوف نہیں۔ وَمَا مِنْ دَابَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا کی بناء پر اس کا خالق کہیں نہ کہیں سے رزق پہونچائے گا (انشاء اللہ) اس لئے میری شرطِ ملازمت میں اگر کلام ہے یا میرے عقیدے یا دستور العمل میں کلام ہے تو مفادِ دار العلوم اور ملت کو سامنے رکھ کر آپ اور ممبران تجویز فرمائیں۔ مجھ کو جو کچھ اپنے

اکابر سے پہونچا ہے اس کو چھوڑ نہیں سکتا اور نہ چھوڑوں گا اِلَّا اَن یشاء اللہ باقی جو کچھ میری سمجھ میں بہتری کا ذریعہ آئے گا. عرض کرتا رہوں گا. اپنے منشار پر مجبور کرنا نہ میرا منصب ہے اور نہ کبھی ہوا. تقدیر الٰہی میں نہ تھا کہ میں شریک اجلاس شوال ہوتا اور بظاہر اس اجلاس میں بھی شرکت کی کوئی اُمید نہیں ہے. اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی اعانت فرمائے اور اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے. والسّلام ننگِ اسلاف حسین احمد عفرلہٗ

(مکتوبات شیخ الاسلام ص۲۰۶ ج۲)

ایضاً اسی خط میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:-

"ممکن ہے کبھی آپنے میرے اکھڑپنے کی وجہ سے یہ خیال فرمایا ہو کہ یہ اپنی بات منوانا چاہتا ہے اور آمریت کو عمل میں لاتا ہے. مگر میرے دل میں کبھی منشا ورسے زیادہ کا خیال نہیں رہا ہے. اور بسا اوقات میں نے اپنی رائے کے خلاف آپ حضرات کی رائے کے سامنے سر جھکایا ہے"

(مکتوبات شیخ الاسلام ص۱۹۶ ج۲)

ایضاً ایک والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"حُسنِ تدبیر اور حکمتِ صدق کو اختیار کرکے سلفِ صالح اور ان کے فیض کو زندہ کرنا چاہیئے. ہم ناکارے بدنام کنندہ نکونامان آپ کے ساتھ ہیں حسب طاقت خدمات انجام دیتے رہے اور انشاء اللہ دیں گے. وَاللہُ یَھْدِیْنَا وَاِیَّاکُمْ مِمَّا یُحِبُّہٗ وَیَرْضَاہُ. آمین! والسّلام

ننگِ اسلاف حسین احمد عفرلہٗ

(مکتوبات شیخ الاسلام ص۱۹۱ ج۲)

حضرت فقیہ الامت زید مجدہم

سیدی و مرشدی حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب اطال اللہ ظلال برکاتہم اکابر اولیاء و مشائخ کاملین کے دیگر صفات و کمالات کی طرح اس چیز میں بھی صحیح جانشین و قائم مقام اور ان کی یادگار ہیں۔ حضرت زید مجدہم کی پوری زندگی اس نوع کے واقعات سے پُر ہے مگر اس مختصر رسالہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ اس لئے بطور نمونہ عرض ہے۔

تحمل کا ایک واقعہ

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ مہتمم دار العلوم دیوبند کے پاس بھیونڈی سے تقاضا آیا کہ یہاں مناظرہ طے ہو گیا ہے کسی اچھے مناظر کو دار العلوم سے بھیجدیں۔ حضرت قاری صاحب قدس سرہ نے ایک عالم و مبلغ کو اور حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کو تجویز فرمایا۔ حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم حسب معمول جمعرات کو سہارنپور تشریف لے گئے تھے اور جمعہ بعد واپسی تھی مگر حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ نے آدمی بھیجکر سہارنپور سے حضرت زید مجدہم کو بلوایا۔ دیوبند سے دہلی تک بذریعہ کار سفر تھا، دہلی سے بذریعہ ٹرین۔

جب حضرت اقدس مفتی صاحب دام مجدہم کار میں سوار ہونے کے لئے تشریف لائے۔ حضرت کے خادم مولانا مفتی محمد سلیمان صاحب قاسم مدظلہ سوار ہونے کے لئے آگے بڑھے۔ ان مولانا صاحب نے بہت زور سے ڈانٹا۔ گھسے آتے ہیں اسی طرح۔ دیکھتے نہیں جگہ ہے یا نہیں۔ دیکھنے سننے والوں کو بے انتہا صدمہ ہوا مگر حضرت اقدس دام مجدہم کا تحمل بھی دیکھنے کے قابل تھا۔ کوئی لفظ

تو کیا فرماتے چونکہ دل تک پر اس کا اثر نہیں تھا اور چپکے سے اپنے خادم مولانا محمد سلیمان صاحب مدظلہ سے فرمایا کہ بس سے دہلی آجاؤ۔ اور اسی طرح لطافت و بشاشت سے سفر پورا فرمایا۔ سفر سے واپسی پر مخدوم و مکرم جناب مولانا حافظ محمد طیب صاحب زید مجدہم مجاز حضرت شیخ الاسلام و مالک مکتبہ نعمانیہ نے عرض کیا کہ حضرت نے کچھ بھی نہیں فرمایا۔ حضرت کچھ تو فرماتے۔ آخر ان کی اصلاح کس طرح ہوگی؟ کتنی بڑی بد اخلاقی انھوں نے کی ہے۔ حضرت دام مجدہم نے کیا عجیب جواب ارشاد فرمایا۔ سفر میں جاتے وقت میں نے تو اپنی اصلاح کی نیت کر لی تھی میں کیا کہتا اور کیا ان کے اخلاق کی اصلاح کے لیے میں خود بد اخلاق بنوں۔

ہارون رشید کا واقعہ

اور اس پر ایک لطیفہ بھی سنایا:۔ ارشاد فرمایا۔ ہارون رشید کی نرمی اور اخلاق کی وجہ سے ان کے غلام اور ملازم بہت دلیر اور جری ہو گئے تھے۔ ایک دفعہ رات کو کسی ضرورت کے لئے ہارون رشید اُٹھے۔ کسی غلام کو آواز دی۔ جاگنے کے باوجود سویا ہوا بن گیا۔ اور کئی دفعہ آواز دینے پر بستر پر پڑے پڑے کہا پھانسی دیدو ان غلاموں کو۔ نہ دن کو چین نہ رات کو چین۔ اسی طرح پریشان کرتے رہتے ہیں۔ ہارون رشید خاموش ہو رہے۔ اس کی اطلاع وزیروں کو بھی ہو گئی۔ صبح کو کسی وزیر نے عرض کیا۔ حضور ان غلاموں کو کچھ نہیں فرماتے جس کی وجہ سے یہ غلام اتنے دلیر اور بد اخلاق ہو گئے ہیں۔ منشاء یہ تھا کہ ان غلاموں کو سزا دی جائے۔ ہارون رشید نے جواب دیا، کیا ان کے اخلاق درست کرنے کے لیے میں بد اخلاق بنوں؟

بیرون ممالک کا سفر اور پھر مظاہر علوم میں قیام

سنہ ھ میں دار العلوم دیوبند میں ہنگامہ

ہوا، اشتہار بازیاں ہوئیں اور جو نہ ہونا تھا ہوا۔ مگر حضرت اقدس دام مجدہم ہندوستان کو چھوڑ کر بیرونِ ممالک کے دَورہ پر تشریف لے گئے۔ ایک طرف یہ عظیم صدمہ، دوسری طرف غایتِ احتیاط کہ کسی کے کچھ کہنے پر کوئی جملہ ایسا نہ نکل جائے جو کسی فریق کے خلاف ہو سے

دو گونہ بلا است۔ جانِ مجنوں را
فُرقتِ لیلےٰ، وصلتِ لیلےٰ

اور تقریباً سات ماہ اسی کرب و بے چینی میں مُلک سے باہر گذارے۔ سفر سے واپسی پر حضرت قطبُ الاقطاب شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے فرمایا مفتی جی! کب تک اس طرح پھرتے رہوگے؟ کہیں ایک جگہ بیٹھ کر کام کریں۔ حضرت مفتی صاحب دام مجدہم نے جواب میں عرض کیا کہاں بیٹھوں؟ ارشاد فرمایا: یہیں مظاہر علوم میں کام کرو۔ عرض کیا بہت اچھا اور مظاہر علوم میں رہ کر کام شروع کر دیا۔ اور جمعرات کو جو پہلے دیو بند سے سہارن پور آنے کا نظام تھا اب وہ اربابِ دارالعلوم کے اصرار پر دارالعلوم دیو بند کے لئے تجویز ہو گیا جمعرات کو چھتہ مسجد تشریف لے جاتے اور جمعہ بعد واپسی ہوتی۔ مگر کیا مجال کوئی جملہ اختلافی مسائل سے متعلق نکل جائے۔ اس فریق کے حضرات آتے ان سے بھی اسی بشاشت سے ملاقات فرماتے، دوسرے فریق کے حضرات آتے ان سے بھی اسی بشاشت سے ملاقات فرماتے۔ اگر کبھی مزارِ قاسمی جاتے ہوئے حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی دامت برکاتہم یا مولانا سیّد ارشد مدنی مدظلہٗ سے ملاقات فرمائی تو ایسا بھی کبھی ہوا کہ صاحبزادہ حکیم الاسلام جناب مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات کے لئے ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔

مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ سے ملاقات

ایک سفر میں معلوم ہوا کہ اسی ٹرین جس میں حضرت دام مجدہم سفر فرما رہے تھے مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ بھی سوار ہیں۔ جب اسٹیشن پر اُترے باوجودیکہ ڈبہ بہت دور تھا اور حضرت والا دام مجدہم کو ضعف و کمزوری بھی انتہا درجہ تھی اس کے باوجود محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ کے کندھے پر سہارا لگائے اسٹیشن پر سواریوں کی بھیڑ میں گذرتے ہوئے تشریف لے گئے اور ملاقات فرمائی۔

مظاہر علوم کے قضیہ میں طرزِ عمل

مظاہر علوم میں قضیہ نامرضیہ پیش آیا۔ حضرت دام مجدہم پھر بیرون ممالک کے سفر پر تشریف لے گئے اور سات آٹھ ماہ ملک سے باہر ہی گذارے اور پھر سفر سے واپسی پر مظاہر علوم کے بجائے دیوبند مستقل قیام فرمایا۔ مدرسہ کے رجسٹریشن کے سلسلہ میں جو اپنی رائے تھی وہ بھی صاف ظاہر فرمادی لیکن اختلاف میں کسی قسم کا کوئی حصہ نہیں لیا۔ جب بعض حضرات نے اصرار کیا تو ارشاد فرمایا کہ آستین چڑھا کر لنگوٹ باندھ کر اکھاڑہ میں کود پڑوں میرے بس کی بات نہیں۔ اگر ایک طرف مولانا محمد طلحہ صاحب میرے استاد اور شیخ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے صاحبزادے ہیں ان کا احترام بھی میرے ذمہ ہے۔ دوسری طرف مولانا مفتی مظفر حسین صاحب بھی میرے استاد مولانا مفتی سعید احمد قدس سرہ کے صاحبزادے ہیں ان کا احترام بھی میرے ذمہ ہے۔ ایسے ہی مولانا محمد اللہ صاحب میرے اُستاد مولانا اسعد اللہ صاحب قدس سرہ کے صاحبزادے ہیں میں کس کا مقابلہ کروں۔

گو لوگوں نے اپنی قیاس آرائیوں اور بدگمانیوں کی بنا پر حضرت والا دام مجدہم

کو بھی ان تمام بہتان تراشیوں کے باوجود بھی نہیں جھنجھلایا، کیچڑ اچھالا،
بہتان لگایا، بھی افترا کیا اور تمسخر کیا، غبار پھینکا مگر الله رے صبر و تحمل
کبھی کوئی جملہ ان فتویٰ دینے والوں کے خلاف بھی نہیں سنا گیا، نہ بند اور
رفقاء میں اشتہار نکالا گیا، پوچھنے والوں نے پوچھا ان الزامات سے برأت
ظاہر کرنے کے علاوہ کوئی جملہ کبھی زبان پر نہیں آیا، نہ طرزِ عمل میں سر مو فرق
آیا [illegible]

اپنے خلاف فتویٰ دینے والے کا احترام

خلاف فتویٰ دینے والے حضرت مفتی صاحب دام مجدہم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت زید مجدہم نے کھڑے ہو کر سینہ سے لگایا اور اپنی مسند پر قریب بٹھایا اور شفقت و محبت سے گفتگو فرماتے رہے۔ گھر کی خیریت مدرسہ کی خیریت اساتذہ کی خیریت دریافت فرمائی۔ از خود فتویٰ کا ذکر تک نہیں فرمایا۔ انھوں نے خود ہی عرض کیا کہ مجھ سے زبردستی لکھوایا گیا اور معذرت کی، معافی چاہی اس پر ارشاد فرمایا میری طرف سے سب معاف ہے باقی غلطی اشتہاروں میں شائع کی جائے اور معافی اس طرح مانگ لیں التوبۃ مثل الحوبۃ۔ جس طرح کی غلطی ہوتی ہے ویسی ہی اس سے توبہ ہوتی ہے ہاں میری طرف سے معاف ہے۔ میں قیامت میں دامن گیر نہیں ہوں گا۔ اس سے زیادہ بلندیٔ اخلاق کی اور کیا مثال ہوگی البتہ جو شرعی حکم تھا وہ بھی بتا دیا۔ وہ بھی ان کے ذکر پر۔ اس کے بعد وہ صاحب گاہے گاہے تشریف لاتے ہیں اسی شفقت و محبت سے حضرت زید مجدہم گفتگو فرماتے ہیں اور پھر کبھی نہیں پوچھا کہ کیا کیا۔ سہارن پور تشریف بری ہوئی، جس طرح حضرت مولانا محمد طلحہ

صاحب مدظلہ اور شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ سے ملاقات فرمائی جو تمام خیر ہی مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ اور مولانا عبدالمالک صاحب اور مولانا محمد حیات صاحب سے بھی ملاقات فرمائی ہیں

مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ کی عیادت

خود کمزور و ضعیف ... بیمار مگر اطلاع ملی کہ مولانا مفتی مظفر حسین صاحب بیمار ہیں فوراً عیادت کے لئے سہارنپور پہونچے اور اپنی کمزوری و بیماری کا خیال تک نہیں آیا اور سہارنپور مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ کے گھر سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ مفتی مظفر حسین صاحب کی بیماری کی اطلاع ملی تھی اس لئے عیادت کے لئے آیا ہوں

مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری کا احترام

ابھی قریب ہی میں کشمیر کے کچھ مہمان حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کے یہاں آئے ہوئے تھے. وہ حضرت حضرت مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہ کشمیری شیخ الحدیث دارالعلوم وقف جامع مسجد کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے. مولانا انظر شاہ صاحب نے ان کی دعوت فرمائی: اور انھوں نے ہم وطن ہونے اور اپنے تعلقات کے زور میں مطالبہ کیا کہ آپ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کی خدمت میں کیوں نہیں جاتے اور مجبور کیا کہ ابھی ہمارے ساتھ چلو اور حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کو دعوت دے کر اپنے گھر لاؤ اور ناشتہ کراؤ اس وقت ہم بھی ناشتہ کریں گے. ان مہمانوں کے ساتھ مولانا سید انظر شاہ صاحب مدظلہ چھتہ مسجد تشریف لائے. حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کو اطلاع ملی تو اپنی نیم مکان سے باہر تشریف لائے اور چھتہ مسجد کے درمیان صحن تک تشریف

لے گئے اور شاہ صاحب مدظلہ، سے مصافحہ معانقہ فرمایا اور ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرہ میں لائے اور اپنی مسند پر بٹھایا۔ چائے، مٹھائی پیش کی گئی مگر شاہ صاحب مدظلہ، نے کچھ تناول نہیں فرمایا اور معذرت فرمائی کہ اس وقت خواہش نہیں اور اپنے گھر مدعو فرمانے سے بھی اس طرح معذرت فرمائی کہ میں نے آپ کو بہت دن بعد دیکھا ہے جناب بہت ضعیف ہو گئے ہیں گھر جانے میں جناب کو زحمت ہوگی۔ ایسی حالت میں میری ہمت نہیں کہ جناب کو مدعو کرکے زحمت دوں۔" ممکن ہے کہ جماعت کی باز پرس کا خیال رہا ہو جس کی وجہ سے کچھ نوش نہیں فرمایا اور مدعو فرمانے سے بھی معذرت فرمائی یا اور کچھ مصلحت ہو۔

حضرت مفتی صاحب اور مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم

حضرت الحاج مفتی نظام الدین صاحب دامت برکاتہم ناظم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند اور حضرت اقدس زید مجدہم کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف شروع سے رہا مگر ایک دوسرے کی تعظیم وتکریم میں کبھی سرمو فرق نہ آیا۔ مجلسِ شوریٰ نے حضرت اقدس فقیہ الامت زید مجدہم کو حضرت مفتی مہدی حسن صاحب قدس سرہ، کے بعد صدر مفتی اور ناظم دارالافتاء تجویز فرمایا تھا مگر حضرت والا زید مجدہم نے حضرت مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم کو صدر مفتی اور ناظم دارالافتاء کے تمام اختیارات سپرد فرمادیئے۔ حضرت مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم بھی اس کیلئے آمادہ نہ تھے کہ جب شوریٰ نے آپ کے لئے یہ عہدہ تجویز کیا ہے میں کس طرح قبول کر لوں۔ مگر حضرتِ والا نے فرمایا۔ اگر آپ نے قبول نہ کیا تو میں دارالعلوم ہی

چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ اس لئے بمجبوری حضرت مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم نے قبول فرمایا۔ اور حضرت اقدس زید مجدہم مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم کی صدارت وانتظام کے ماتحت برابر خدمات انجام دیتے رہے اور اپنے ہی طرز سے اپنا ماتحت ہونا ہی ظاہر فرماتے۔

(روایت حضرت اقدس مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم)

خود مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم زبانی بھی حضرت والا دامت برکاتہم سے متعلق بلند کلمات ارشاد فرماتے ہیں: بارہا ارشاد فرمایا:۔

"مفتی محمود صاحب (زید مجدہم) کی بزرگی پر ان کی خوش طبعی وظرافت نے پردہ ڈال رکھا ہے۔"

حضرت مفتی صاحب اور مولانا محمد مسیح اللہ صاحب دامت برکاتہم

اُستاذ محترم حضرت اقدس مولانا الحاج الشاہ محمد مسیح اللہ صاحب زید مجدہم خلیفہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ حضرت والا دامت برکاتہم کے زمانۂ طالب علمی کے ساتھی ہیں۔ کھانا کثرت سے ساتھ کھاتے تھے۔ درس میں تو شریک نہیں تھے کہ حضرت والا دامت برکاتہم ایک دو سال آگے تھے۔ کوئی شخص جتنا چاہے بزرگ ہو جائے مگر ساتھی کے لئے پھر ساتھی ہے۔ ساتھی ساتھی کے ساتھ عموماً ساتھی ہی جیسا معاملہ کرتا ہے۔ عقیدتمندانہ احترام عموماً نہیں ہوتا مگر شیخین (حضرت فقیہ الامت زید مجدہ وحضرت مسیح الامت زید مجدہم) کا معاملہ ایک دوسرے کے ساتھ ایسا عقیدتمندانہ عظمت واحترام سے بھرپور ہے جو قابلِ صد رشک ہے۔ زمانۂ طالب علمی میں بے تکلفی تھی مگر حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب زید مجدہم کو جب حضرت تھانوی قدس سرہٗ

کی طرف سے اجازت ہوئی تو اسی وقت سے حضرت مفتی صاحب زید مجدہم نے احترام کرنا شروع کر دیا، اور بے تکلفی ختم کر دی۔ ایک ساتھی کا اپنے دوسرے ساتھی کے ساتھ اس درجہ احترام اور عظمت کا معاملہ کرنا، اور ایک دوسرے کے کمالات وصفات کا اعتراف، کمالِ تواضع و عبدیت کی بنا پر ہی ہو سکتا ہے۔ اور جو ساتھی عمر میں اپنے سے کم ہو، اور درسی کتب میں بھی نیچے ہو۔ اس کے ساتھ یہ معاملہ تو کس کمالِ تواضع کو ظاہر کرتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے سے

پردۂ عجز میں مخفی ہے ترا اوجِ کمال

خاکساری میں نہاں رتبۂ اعلیٰ تیرا

حضرت اقدس فقیہ الامت زید مجدہم کا جب کبھی جلال آباد کی طرف سے گذرنا ہوا یہ گویا ناممکن کہ حضرت مسیح الامت زید مجدہم سے ملاقات کے بغیر گذر جائیں خواہ وہ ملاقات چند منٹ ہی کی ہو۔ بعض دفعہ احقر کو بھی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا اور شیخین کی ملاقات کے وہ مناظر اب تک آنکھوں میں سمائے ہوئے ہیں۔

ایک دفعہ طویل سفر سے حضرت فقیہ الامت زید مجدہ کی واپسی ہوئی اور یہ سفر آنکھ کے آپریشن کے لئے ہوا تھا۔ آنکھ کا پردہ پھٹ جانے کی بنا پر اولاً آپریشن لندن میں ہوا پھر اسی آنکھ کے دو آپریشن یکے بعد دیگرے کلکتہ میں ہوئے جس میں تقریباً تین ماہ کلکتہ رہنا ہوا۔ ضعف و نقاہت انتہا کو پہونچ گئی ذرا سی حرکت بھی سخت تکلیف دِہ مگر کیا مجال معمولات میں فرق آئے۔ سفر سے واپسی پر حسبِ معمول جھنجھانہ صاحبزادی صاحبہ دام ظلہا اور عزیزان سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ جلال آباد راستہ میں۔ جلال آباد کو گذریں اور حضرت مسیح الامت دامت برکاتہم

سے ملاقات نہ فرمائیں انتہائی دشوار۔ بس کے ذریعہ سے سفر، اس کمزوری کی حالت میں بس کا سفر کتنا تکلیف دِہ ہوگا مگر اللہ رے ہمت۔ جلال آباد، نانوتہ سے آتے ہوئے مدرسہ کے قریب بس رُک جاتی ہے مگر وہاں رکشہ نہیں ملتا۔ اور وہاں سے حضرت مسیح الامت زید مجدہ، کی قیامگاہ فاصلہ پر ہے۔ احقر نے حضرت فقیہ الامت زید مجدہم کے رفیقِ سفر اور خادمِ خاص محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ، سے عرض کیا کہ یہاں رکشا نہیں ملیگا اس لئے بس اڈہ پر اُتریں تا کہ رکشا مل جائے اور سہولت ہو۔ احقر کی آواز کچھ حضرت فقیہ الامت زید مجدہم کو پہونچ گئی اور محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ، سے دریافت فرمایا، کیا بات ہے؟ مولانا موصوف نے بتا دیا۔ اس پر حضرت فقیہ الامت زید مجدہم نے ارشاد فرمایا:-

وہ تو ابھی یہیں اتر بس گے۔ بزرگوں کی خدمت میں کچھ پیدل چل کر بھی جانا چاہیئے۔ حق تو یہ تھا کہ ہم دیوبند سے پیدل چل کر حاضر ہوتے۔ اگر ایسا نہ کر سکیں تو کیا یہاں سے بھی پیدل چل کر حاضر نہ ہوں۔"

احقر کے جسم میں کو سناٹا سا نکل گیا کہ یہ اپنے شیخ کی خدمت میں مرید باصفا کی حاضری ہے یا ایک ساتھی کی ساتھی سے ملاقات ہے ؎

پردۂ عجز میں مخفی ہے ترا اوجِ کمال
خاکساری میں نہاں رُتبۂ اعلیٰ تیرا

ہمارے ذہنوں میں تو اپنے شیخ کی خدمت میں بھی حاضری کے وقت اس طرح کے آداب کا تصور و خیال تک نہیں آتا۔ اور خود پرستی، اغراض پرستی، جاہ پرستی پھر باہمی رقابت، سیاسی کشمکش، فتنہ و فساد کے ماحول میں ان چیزوں کا سمجھ میں آنا بھی مشکل ہے جبتک انانیت، اپنی جاہ،

اپنی پسند، اپنی خواہش سب کچھ فنا نہ ہو جائے کہ صرف ایک چیز رضاءِ مولیٰ باقی ہو وہ بھی اس شان سے کہ خود اس کی بھی نہ ہو اس وقت تک یہ چیز حاصل نہیں ہو سکتی مگر سے

این چنین زیبا روشِ کمتر بود اندر جہاں

یہ تو ہوا حضرت فقیہ الامت دامت برکاتہم کا احترام۔ اب آگے سُنئے:۔

حضرت فقیہ الامت زید مجدہم حضرت مسیح الامت زید مجدہم کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ کسی نے تشریف آوری کی اطلاع حضرت مسیح الامت زید مجدہم کو کر دی حضرت مسیح الامت زید مجدہم بہت تیزی کے ساتھ اپنی جگہ سے اُٹھے۔ اور قیام گاہ کے دروازہ سے باہر آ کر ملاقات فرمائی، معانقہ فرمایا، دست بوسی فرمائی، اور حضرت فقیہ الامت زید مجدہم کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے۔ مسند پر بیٹھنے کے لئے فرمایا مگر حضرت فقیہ الامت زید مجدہم مسند کے قریب بیٹھے، مسند پر نہیں، خود حضرت مسیح الامت زید مجدہم بھی مسند سے ایک طرف بیٹھے، مسند خالی رہی۔ بڑے پُر تکلف انداز میں گفتگو ہوتی رہی۔ اور پھر واپسی پر دروازہ سے باہر تک رُخصت کرنے کے لئے تشریف لائے۔

ایک دفعہ حضرت فقیہ الامت زید مجدہم جلال آباد تشریف لے گئے۔ وہی مابین اکرام واحترام اور انتہائی خلوص و محبت کا معاملہ جانبین سے ہوا۔ حضرت مسیح الامت زید مجدہم نے کئی مسائل بھی معلوم کئے۔ اپنا وضوخانہ، غسلخانہ وغیرہ دکھایا اور طہارت و نظافت سے متعلق مسائل معلوم فرمائے۔ سلام اور اس کے جواب سے متعلق بھی دریافت فرمایا۔

ایک دفعہ یہ احقر جلال آباد حضرت مسیح الامت زید مجدہم کی خدمت میں حاضر ہوا، جس محبت و احترام کے انداز میں حضرت فقیہ الامت زید مجدہم

کی خیریت دریافت فرمائی اس کی لذت اب تک نہیں گئی. غالباً الفاظ یہ تھے مگر انداز انتہائی محبت آمیز تھا۔

"ہمارے محترم حضرت مفتی صاحب کیسے مزاج ہیں"

اور مخصوص لطف آمیز انداز میں اس جملہ کو تین دفعہ دہرایا۔

حضرات شیخین زید مجدہما کے مابین بعض مسائل میں اختلاف رائے بھی ہوا اور اب بھی ہے۔ شوریٰ واہتمام کے مسئلہ میں بھی دونوں حضرات کے درمیان اختلاف ہوا، اور اب بھی ہے۔ حضرت مولانا محمد مسیح اللہ صاحب زید مجدہم کی ایک کتاب اس موضوع پر "اہتمام وشوریٰ" کے نام سے چھپی ہوئی ہے۔ حضرت اقدس مفتی صاحب کی بھی ایک کتاب "شوریٰ واہتمام" کے نام سے چھپی ہوئی ہے۔ ہر ایک کی رائے مختلف ہے۔ اور اب یہ مسئلہ ملک بھر میں موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ مگر حضرات شیخین زید مجدہما کے مابین کسی جانب سے بھی باہمی محبت واکرام و باہمی عظمت واحترام میں کسی درجہ میں بھی سرمو فرق نہ آیا۔

ماتحت مدرّس کے ساتھ حُسنِ سلوک

کان پور کے زمانہ قیام میں حضرت والا زید مجدہم ہی وہاں صدر مدرس، صدر مفتی، شیخ الحدیث سب خود ہی تھے ایک مدرس صاحب جن کی استعداد وصلاحیت اچھی نہیں تھی۔ سبق میں سبق پڑھانے کے بجائے طلبہ کے سامنے حضرت والا زید مجدہم اور مہتمم صاحب کی برائیاں کیا کرتے چونکہ وہ پرانے مدرس تھے، لسّان تھے، عوام سے رابطہ رکھتے تھے، حضرت والا زید مجدہم کی مقبولیت سے جلتے تھے حضرت زید مجدہم سب برداشت فرماتے اور تاکہ طلباء کا حرج نہ ہو، ان کے اسباق بھی خود پڑھاتے، ان کے پاس برائے نام ایک دو کتاب

رکھی. انھوں نے کہا کوئی اعتراض کرے گا. حضرت زید مجدہم نے فرمایا اعتراض کون کرے گا. میں کرتا. میں خود ہی ایسا کر رہا ہوں. مگر وہ صاحب اس سب کے باوجود اپنی حرکات سے باز نہ آئے۔ تو پھر وہ سبق بھی ان کے پاس سے منتقل کر لیا اور ایک سال تک برابر تنخواہ اپنے پاس سے عنایت فرماتے رہے. البتہ جب انھوں نے تحریری طور پر وجہ دریافت کی کہ سبق کیوں منتقل کر دیا تو اس کی وجہ بھی تحریر فرما دی "کہ آپ نے طلبہ کو اپنی خیر سے محروم کر دیا میں چاہتا ہوں شر سے بھی محفوظ ہو جائیں"

ایک ہمعصر مخالف مدرس کے ساتھ حسنِ سلوک

دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا فخرالدین صاحب قدس سرہٗ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے مسلسل اصرار پر بخاری شریف کا درس قبول فرمایا. ایک مدرّس (جو بخاری شریف کے خواہشمند تھے) نے بہت پریشان کیا. طلبہ کو اعتراضات سکھاتے اور بے تکے بے ہودہ اعتراضات وسوالات کی بھرمار ہوتی جس سے طلبہ کا بھی نقصان ہوتا کہ سبق کم ہوتا اور سب طلبہ کو بھی تکلیف ہوتی. حضرت زید مجدہم کو بھی یہ حرکت خوب معلوم تھی اس سے ان کا مقصد حل نہیں ہوا تو سحر تک کرایا جس سے ہچکیوں کی اتنی شدید تکلیف ہو گئی جو برداشت سے بالکل باہر تھی. اور بھی کیا کیا چیزیں پیش آئیں مگر حضرت والا زید مجدہم کبھی کوئی حرف زبان پر نہ لاتے. راستہ میں ملتے تو حضرت زید مجدہم خود سے سلام مصافحہ فرماتے. اگر کوئی دوسرا ذکر کرتا تو اس کو بھی یہ کہہ کر خاموش فرما دیتے کہ وہ تو میرے بزرگ ہیں۔

اپنے فتویٰ سے رجوع

حضرت زید مجدہم کو اپنی رائے پر کبھی اصرار فرماتے نہیں دیکھا حتی کہ فتویٰ لکھ کر دوسروں کو دکھاتے ہیں۔ اپنے تلامذہ کو بھی دکھانے میں کبھی عار نہیں آیا۔ اہم فتویٰ ہو پھر تو ضرور اس کو مختلف علماء و مفتیان کو اہتمام سے دکھاتے ہیں کہ بھائی کوئی غلطی ہو تو بتاؤ۔ اگر کوئی کچھ عرض کرتا ہے بہت خوش ہوکر اس کو سنتے ہیں۔ اور اگر کبھی کسی نے دلیل کے ساتھ کسی فتویٰ یا اس کے کسی جزء پر کلام کیا اور وہ صحیح ہوا تو اس کو فوراً قبول فرمالیا اور اپنے فتویٰ سے بہت خوشی کے ساتھ رجوع فرمالیا۔

بلا طلب معافی معاف فرمادینا

سخت سے سخت کسی نے غلطی کی اور ایذاء پہونچائی فوراً معاف فرمادیا۔ بعض دفعہ اس نے معافی کی درخواست کی کہ حضرت کو تکلیف ہوئی ہوگی معاف فرمادیں حضرت نے جواب دیا سب معاف ہے۔ میرے یہاں اس کا خانہ ہی نہیں کہ بات دل میں رکھی جائے اور اس کا خیال رہے بلکہ فوراً اس کے معافی طلب کئے بغیر ہی معاف کردیا جاتا ہے۔

سخت کلمہ اور دُعا

ایک دفعہ ایک کاتب نے فتاویٰ محمودیہ کی کتابت میں بہت تاخیر کی اور وعدہ پر وعدہ کرتا رہا، جس سے حضرت والا زید مجدہم کو بہت تکلیف ہوئی میرٹھ حضرت والا زید مجدہم تشریف لائے ہوئے تھے۔ کاتب صاحب سے ملاقات ہوئی حضرت والا زید مجدہم کی زبان سے کوئی سخت کلمہ کاتب صاحب کے بارے میں نکل گیا۔ میرٹھ سے دیوبند واپسی ہوگئی۔ پھر احقر دیوبند حاضر ہوا تو حضرت زید مجدہم نے فرمایا کہ کاتب صاحب کے لئے میرٹھ سے دیوبند تک برابر

دُعا کرتا رہا اس کلمہ کے کفارہ میں۔

مخالفین کے ساتھ خیر خواہی

جن لوگوں سے حضرت والا زید مجدہم کو ایذائیں پہونچیں نہ یہ کہ کبھی ان سے انتقام نہیں لیا اور ان کو فوراً معاف فرما دیا، بلکہ دُعا، توجہ، مشورہ کے ذریعہ ان کی خیر خواہی میں ادنیٰ کوتاہی نہیں فرمائی۔ جس کا مشاہدہ بکثرت ہوتا رہتا ہے جو بہت اونچا مقام ہے جو اللہ پاک کے خاص اور مقرب بندوں کو ہی عطا ہوتا ہے۔ اور انبیاء علیہم السّلام کے بعد صدیقین کا ہی خاص حصہ ہوتا ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

اکابر کے اس نوع کے واقعات بکثرت سُنائے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے تعلق والوں کے لئے بھی یہی چاہتے ہیں کہ وہ اسی طریقہ کو اختیار کریں۔ اس سے بھی اعلیٰ مقام شاید یہ مقام ہے کہ اپنے سخت ترین مخالف کی طرف سے خود تو اپنے دل میں کدورت کیا ہوا اپنے کسی متعلق کے دل میں بھی اس کی طرف سے کدورت گوارا نہیں۔

مظاہر علوم کے ہنگامہ میں ایک صاحب نے حضرت زید مجدہم اور دیگر اکابر کو بُرا کہنے میں بڑا حصہ لیا۔ ایک مقام پر ایک مجمع میں انھوں نے بہت نازیبا و نامناسب باتیں نقل کیں۔ حضرت والا زید مجدہم کے ایک خادم مقرب کو جو وہاں شریک تھا اس سے بہت تکلیف ہوئی اور دل میں ان کی طرف سے کدورت پیدا ہوگئی۔ حضرت والا زید مجدہم نے ملاقات پر فرمایا میں نے تمہارے قلب کی طرف توجہ کی مگر دیکھا کہ گرہ لگی ہوئی تھی۔ گویا تنبیہ کی کہ انکی طرف سے بھی دل میں کدورت نہ ہونی چاہیئے اور یہ بھی فیض سے رُکاوٹ کا سبب ہے۔ کیا انتہا ہے اس وسعتِ ظرفی اور بلند حوصلگی کی۔

کسی کتاب میں شعر پڑھا تھا ؎

ہر کہ مارا یار نبود ایزد اورا یار بود
ہر کہ مارا رنج دادہ راحتش بسیار باد
ہر کہ در راہ منم خار نہد از دشمنی
ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد گلزار باد[له]

اس وقت اس کو محض شاعری سمجھا تھا کہ واقعیت سے اس کا کیا تعلق۔ مگر حضرت والا زید مجدہم کی زندگی دیکھ کر سمجھ میں آیا کہ شعر میں محض شاعری نہیں بلکہ کچھ حضرات "واقعۃً" اس کا مصداق ہوتے ہیں۔ ایسے حضرات کا طریق اس حدیث پاک کی عملی تفسیر ہوتا ہے صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ وَاَحْسِنْ اِلیٰ مَنْ اَسَاءَكَ۔ جو قطع تعلق کرے اس سے تعلق جوڑو۔ جو ظلم کرے اس کو معاف کردو جو تکلیف پہونچائے اس کے ساتھ احسان کرو۔

حدیث کے مضمون پر کسی اسٹیج پر شاندار تقریر کردینا بہت آسان ہے مگر اس کی عملی تفسیر پیش کرنا ان حضرات ہی کا حصہ ہے۔

اُولٰئِكَ اٰبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ
اِذَا جَمَعَتْنَا یَا جَرِیْرُ الْمَجَامِعُ

یہ ہیں میرے آباء و اجداد پس ان جیسا تو بھی اے جریر جب مجامع تفاخر ہم کو جمع کریں پیش کر۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

له ترجمہ۔ جو ہمارا دوست نہ ہو خدا اس کا دوست ہو۔ جس نے ہم کو رنج دیا اس کو بہت راحت نصیب ہو۔ جو میرے راستہ میں دشمنی سے کانٹے بچھاتا ہے۔ اس کی عمر کے باغ کا جو پھول کھلے گلزار ہو۔

خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے
نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظلِ رحمانی
یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انھیں کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
ان ہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
ان ہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے
اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخندانی

اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے ان اکابر کے اوصاف و اخلاق میں سے کچھ حصہ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ آمین!

سخت دشمن کے ساتھ حُسنِ سلوک

مفتی ظہیر الاسلام صاحب مدت فیوضہم

جو اُس وقت جامع العلوم کانپور میں متعلم تھے روایت کرتے ہیں کہ قیام کانپور کے زمانہ میں ایک صاحب کو حضرت والا زید مجدہم سے بعض اپنے نجی معاملات میں کچھ ایسی شکایت ہوئی کہ حضرت زید مجدہم کی کھلی دشمنی پر اُتر آیا اور عداوت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ایک شخص کو اپنے ساتھ لیا ان کو اُلٹی سیدھی باتیں بنا کر بدظن کیا اور حضرت زید مجدہم کے قتل تک کرنے پر آمادہ کیا اعلان کر دیا کہ فلاں رات کو چاقو ماریں گے۔ کمرہ کا دروازہ بند کرنے کا سوتے وقت معمول تھا مگر اس

رات حضرت والا نے دروازہ بھی کھلا چھوڑ دیا۔ کسی خادم نے دروازہ بند کرنے کو کہا فرمایا
آج ہی تو کھولنے کا موقع ہے۔ اللہ پاک کی ذات عالی پر عجیب توکل واعتماد کہ کسی
قسم کا ادنیٰ خوف وہراس تک پاس نہیں۔ بعض طلبہ نے جن کو صورتِ حال کا
علم تھا پہرہ دینا چاہا ان کو بھی انکار کردیا۔ طلبہ کو اس شخص کے خلاف سخت غصہ
تھا مگر ان کو کسی قسم کی کارروائی کرنے یا انتقام لینے یا کوئی کلمہ سخت کہنے سے حضرت
نے سختی سے روکدیا۔ اللہ پاک کی نصرت وحمایت کہ وہ شخص دھمکی اور اعلان کے
باوجود کچھ نہیں کرسکا۔ اور اس کی ہمت ہی
نہ ہوسکی کہ حضرتِ والا کے کمرہ کی طرف برائی کے ساتھ رُخ کرے۔

ایک موقعہ پر اس نے ایک اشتہار جگہ جگہ چسپاں کیا جس میں حضرت
زید مجدہم پر بے ہودہ اعتراضات اور بے بنیاد اتہامات والزامات تھے۔
خدام نے اس کا جواب دینا چاہا حضرت زید مجدہم نے ان کو بھی روک دیا۔
اور خود حضرت زید مجدہم کا یہ طرز تھا کہ اُن سے ملاقات کے لئے ان کے مکان
پر تشریف لے جاتے ملاقات فرماتے خیریت وحالات دریافت فرماتے مشورہ
طلب امور میں اُن کو بھی مشورہ میں شریک فرماتے۔ دیوبند، سہارن پور،
رائے پور کے اکابر سے ملاقات کے لئے کسی تدبیر سے اپنے صرفہ سے ان
کو ہمراہ لاتے اور ان سے دوستانہ معاملہ فرماتے اور ان کے کسی تعاون
سے دریغ نہ فرماتے۔ وہ روزگار اور ذریعۂ معاش سے پریشان تھے ان
کے لئے دوکان کا انتظام فرمایا اور بڑی حد تک صرفہ برداشت فرماکر
اُن کو کاروبار کرایا۔ اس اعلیٰ کردار اور حسنِ اخلاق کی بنا پر ان کی عداوت
مودّت واُلفت بلکہ جاں نثاری سے تبدیل ہوگئی۔ اس نوع کے کتنے واقعات
پیش آئے مگر یہاں تو محض نمونہ دکھانا تھا۔ تفصیل کی اس مختصر رسالہ میں

گنجائش بھی نہیں، اس لئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔
اس واقعہ کے راوی محترم مولانا مفتی ظہیر الاسلام صاحب مدّت فیوضہم ہیں جو اُس وقت جامع العلوم کانپور میں زیرِ تعلیم تھے۔

قضیہ دار العلوم دیوبند

دار العلوم دیوبند کا سانحہ جو اُمت کا عظیم فتنہ بن گیا اور بہت زیادہ افتراق و انتشار کا سبب بن گیا۔ اس کی بُنیادی چیزوں پر اگر غور کیا جائے تو یہ مسئلہ اتنا اہم نہیں تھا جتنا بنا دیا گیا۔ احقر کے خیال میں دار العلوم کے اختلاف کا بُنیادی سبب یہ تھا:۔
ایک طرف تو حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب قدس سرہٗ مہتمم دار العلوم دیوبند، صاحبزادۂ محترم جناب مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتہم اُستاذ دار العلوم دیوبند کو نائب مہتمم بنانا چاہتے تھے جو اکثر سفر حضر میں حضرت حکیم الاسلام قدس سرہٗ کے ساتھ رہے جس کی وجہ سے ان کو کافی تجربات حاصل ہوئے۔ ملک و بیرونِ ملک میں ان کا تعارف ہوا۔ تقریر و خطابت میں بھی مہارت حاصل کی۔ خاندانی اوصاف، شرافت و نجابت بھی ورثہ میں ملے۔ ان سب چیزوں کی وجہ سے حضرت حکیم الاسلام قدس سرہٗ موصوف کو نائب مہتمم بنانا چاہتے تھے اور اسی میں دار العلوم کا مفاد سمجھتے تھے۔ ایسا نہ ہونے کی صورت میں ان کو دار العلوم کی مضرت کا اندیشہ تھا۔ اس لئے اپنی اس رائے پر ان کو اصرار تھا۔
دوسری جانب اراکینِ مجلسِ شوریٰ کے سامنے یہ پہلو تھا کہ کہیں اس سے

جانشینی کی داغ بیل نہ پڑ جائے اور بعد میں نا اہلیت کے باوجود بیٹے ہی کو جانشین بنانے کا سلسلہ جاری نہ ہو جائے جس سے بعد میں خاندانی جائداد و وراثت کی حیثیت پیدا ہو جائے جو ظاہر ہے کہ دار العلوم کے مفاد کے خلاف ہے اس کے ساتھ ساتھ اراکین مجلس شوریٰ کے سامنے محترم موصوف دام ظلہم کے دوسرے بعض پہلو ایسے بھی ہوں جن کی وجہ سے وہ محترم مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ کو نائب مہتمم نہ بنائے جانے پر مُصر اور بضد تھے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ ہر فریق اپنی رائے پر اصرار کرنے میں حق بجانب ہوگا۔ اگر معاملہ یہیں تک محدود ہوتا تو مضائقہ نہ تھا مگر ایسا ہوا نہیں۔ کچھ نچلے لوگوں نے معاملہ حد سے بڑھا دیا اور اختلاف رائے کے حدود و آداب سے بہت تجاوز کر گئے جس سے خطرناک صورت پیدا ہو گئی۔ جس کو بیان کرنے کی زبان و قلم میں طاقت نہیں اور ضرورت بھی نہیں۔

اختلاف مظاہر علوم سہارنپور

مظاہر علوم سہارن پور کے سانحہ عظیمہ کا بنیادی سبب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرات سرپرستان مظاہر علوم سہارن پور مدرسہ مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ کا رجسٹریشن کرانا ضروری سمجھتے تھے۔ بلکہ اس کی تحریک حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ قدس سرہٗ ناظم مدرسہ فرما چکے تھے۔ اور اس کے قوی دلائل ان حضرات کے سامنے تھے۔ اور اسی میں مدرسہ کی حفاظت سمجھتے تھے۔ بہت سے وُکلاء، قانون داں حضرات کی آراء بھی ان کے سامنے تھیں کہ رجسٹریشن سے نہ وقف متأثر

ہوتا ہے نہ اور کوئی نقصان ہوتا ہے وقف برابر وقف رہتا ہے بلکہ اور قوی ہوجاتا ہے۔ اور بدخواہوں کے خرد برد کرنے کے ارادوں سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ شہری لوگوں کی ماضی کی تاریخ بھی ان کے سامنے تھی کہ مدرسہ مظاہر علوم پر اپنا تسلط جمانے کی کتنی کوشش انھوں نے کی۔ اور ناکامی کی صورت میں مدرسہ مظاہر علوم کے بالمقابل دوسرے مدرسہ کی داغ بیل ڈالی، مگر اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے اللہ پاک نے ان کو ناکام بنایا اور مظاہر علوم محفوظ رہا۔ جن کی بناء پر سرپرستانِ مدرسہ نے رجسٹریشن کرانا ضروری خیال فرمایا۔

دوسری جانب حضرت مولانا الحاج المفتی مظفر حسین صاحب دامت برکاتہم گو شروع میں رجسٹریشن کرانے کے مسئلہ میں حضرات سرپرستان کے ساتھ تھے مگر بعد میں ان کی رائے بدل گئی اور موصوف رجسٹریشن کو مدرسہ کے حق میں مُضر سمجھنے لگے اور ان کو بتایا گیا کہ اس سے وقف خرد برد ہوجائے گا۔ اس لئے انھوں نے حضرات سرپرستان کی رائے سے اختلاف کیا اور جس چیز کو وہ مدرسہ کے حق میں مُضر یقین کرتے تھے اس سے اختلاف کرنا مقتضاء تقویٰ و دیانت تھا۔

اس لئے احقر کی رائے میں مابہ الاختلاف (کہ رجسٹریشن مفید ہے یا مضر) مسئلہ کو باہمی گفتگو سے وُکلاء و قانون داں حضرات سے تحقیق و تفتیش کے ذریعہ حل کرنا تھا۔ اگر رجسٹریشن کا مُضر ہونا متفقہ طور پر یا وُکلاء ماہرین کی کثرت رائے سے معلوم ہوجاتا تو شاید حضرات سرپرستان میں سے کوئی بھی رجسٹریشن کی حمایت نہ کرتا۔ اور اگر مفید یا کم از کم غیر مضر ہونا معلوم ہوجاتا تو حضرت مفتی مظفر حسین صاحب دامت برکاتہم کے تقویٰ و

دیانت کا تقاضا تھا کہ اپنی رائے سے رجوع فرمالیتے۔

مگر شہر کے وہ حضرات جو پہلے سے خاندانی رقابت کی بنا پر مدرسہ پر اپنا تسلّط چاہتے تھے اور متعدد بار ماضی میں اس کی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکے تھے، اس اختلاف سے انھوں نے پورا فائدہ اُٹھایا اور حضرت مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہٗ کے سامنے اس طرح کی چیزیں انھوں نے رکھیں کہ حضرت مفتی صاحب اپنے منصب کے برخلاف مجلس سرپرستان کو معطل کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور پھر یہاں بھی اختلافِ رائے کے حدود و آداب کو برطرف کر کے وہ سب کچھ ہوا کہ ؎

اگر گویم زباں سوزد

ظاہر ہے کہ دونوں اداروں دارالعلوم و مظاہرعلوم کا یکے بعد دیگرے یہ اختلاف جنگِ جمل و صفین سے بڑھ کر نہیں تھا، نہ ماضی میں علماءِ حق کے دیگر اختلافات سے بڑھ کر تھا۔ مگر فرق یہی ہوا کہ پہلے ان اختلافات میں آداب و حدود کو بھی سامنے رکھا گیا۔ اور یہاں ان آداب و حدود کو نظرانداز کر دیا گیا۔ اور علماءِ حق کا وہ گروہ جو ہر وقت ترویجِ سنّت، اشاعتِ دین میں سرگرمِ عمل رہتا تھا اور بدعات و بددینی، کفر و الحاد اور دیگر باطل فرقوں و تنظیموں کے مقابل صف آرا رہتا تھا، آپس میں اُلجھ بیٹھا اور شرعی حدود و آداب کو پامال و نظرانداز کرنے کا جو نتیجہ ہوتا ہے ہو کر رہا۔ اہلِ علم کی عظمت و عقیدت بھی عوام کے دلوں سے رُخصت ہوئی۔ اور اُمّت کا وہ نقصان ہوا جس کی تلافی مدّتِ دراز میں بھی شاید بدشوار ہو سکے۔ بہت سے سادہ لوح عوام اس کشمکش میں مبتلا ہوئے کہ ہم کیا کریں، کس کا ساتھ دیں کس کا ساتھ نہ دیں۔ عوام تو پھر کالانعام، وہ اختلاف کے آداب و حدود

سے واقف ہی کہاں، جس کا ساتھ دیا اس کو عرش پر جا بٹھایا اور دوسرے فریق کی تذلیل و توہین اور تفسیق تک سے گریز نہ کیا، اور علماء و مشائخ کی تذلیل و توہین کرکے خسارۂ عظیم حاصل کیا۔ دُنیا و آخرت کی تباہی و بربادی کا سامان کیا۔ اللہ پاک حفاظت فرمائے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عوام کے لئے طریقۂ عمل کہ علماء میں اختلاف ہو تو عوام کیا کریں، بیان کر دیا جائے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کا مضمون "وحدتِ اُمّت" سے اور قطبُ الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے مضمون "الاعتدال" سے ملخص کرکے نقل کرتا ہوں۔

عُلماء میں اختلاف ہو تو عوام کیا کریں؟

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

بہت سے حضرات مسائل میں علماء کے اختلافات سے پریشان ہو کر پوچھا کرتے ہیں کہ ہم کدھر جائیں جس کی تہہ میں یہ پوشیدہ ہوتا ہے کہ اب ہم کسی کی نہ سُنیں۔ سب سے آزاد ہو کر جو سمجھ میں آئے کیا کریں، اور بظاہر ان کا یہ معصومانہ سوال حق بجانب نظر آتا ہے۔ لیکن ذرا غور فرمائیں تو ان کا جواب اپنے گرد و پیش کے معاملات میں خود ہی مل جائے گا۔

ایک صاحب بیمار ہوئے۔ ڈاکٹروں یا حکیموں کی آراء میں تشخیص و تجویز کے بارے میں اختلاف ہو گیا تو وہ کیا کرتے ہیں۔ یہی نا کہ وہ ان ڈاکٹروں، حکیموں کی ڈگریاں معلوم کرکے یا پھر ان کے مطب میں علاج کرانے والے

مریضوں سے یا دوسرے اہلِ تجربہ سے دریافت کرکے اپنے علاج کے لئے کسی ایک ڈاکٹر کو متعین کر لیتے ہیں۔ اس کی تشخیص و تجویز پر عمل کرتے ہیں مگر دوسرے ڈاکٹروں، حکیموں کو بُرا بھلا کہتے نہیں پھرتے۔ یہاں کسی کا یہ خیال نہیں ہوتا کہ معالجوں میں اختلاف ہے تو سب کو چھوڑ دو۔ اپنی آزاد رائے سے جو چاہو کرو۔ کیا یہی طرزِ عمل علماء کے اختلاف کے وقت نہیں کر سکتے۔

ایک مثال اور لیجئے۔ آپ کو ایک مقدمہ عدالت میں دائر کرنا ہے۔ قانون جاننے والے دو وکلاء سے مشورہ طلب کیا۔ ان میں اختلافِ رائے ہوا تو کوئی آدمی یہ تجویز نہیں کرتا کہ مقدمہ دائر کرنا ہی چھوڑ دے، یا پھر کسی وکیل کی نہ سُنے۔ خود اپنی رائے سے جو سمجھ میں آئے وہ کرے، بلکہ ہوتا یہی ہے کہ مختلف طریقوں سے ہر شخص اتنی تحقیق کر لیتا ہے کہ ان میں کونسا وکیل اچھا جاننے والا اور قابلِ اعتماد ہے اس کو اپنا وکیل بنا لیتا ہے۔ اور دوسرے وکیل کو باوجود اختلاف کے دشمن نہیں سمجھتا، بُرا بھلا نہیں کہتا اس سے لڑتا نہیں پھرتا۔

یہی فطری اور سہل اصول اختلافِ علماء کے وقت کیوں اختیار نہیں کیا جاتا۔ یہاں ایک بات یہ بھی سُن لی جائے کہ بیماری اور مقدمے کے معاملات میں تو آپ نے کسی غلط ڈاکٹر یا غیر معتمد وکیل پر اعتماد کر کے اپنا معاملہ اس کے حوالہ کر دیا تو اس کا جو نقصان پہونچتا ہے۔ وہ ضرور آپ کو پہونچے گا۔ مگر علماء کے اختلاف میں اس نقصان کا بھی خطرہ نہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ کسی شخص نے اگر کسی عالم سے سوال کیا اور اس نے فتویٰ غلط دیدیا تو اس کا گناہ سوال کرنے والے پر نہیں بلکہ فتویٰ دینے والے کے سر ہے۔ شرط یہ ہے کہ سوال اُس شخص سے کیا گیا ہو جس کا

عالم ہونا آپ نے ایسی ہی تحقیق و جستجو کے ذریعہ معلوم کیا ہو جو اچھے معالج اور اچھے وکیل کی تلاش میں آپ کیا کرتے ہیں۔ اپنی مقدور بھر صحیح عالم کی تلاش و جستجو کرکے آپ نے ان کے قول پر عمل کرلیا تو آپ اللہ کے نزدیک بری ہوگئے۔ اگر اس نے غلط بھی بتا دیا ہے تو آپ پر اس کا کوئی نقصان یا الزام نہیں ہاں یہ نہ ہونا چاہیئے کہ ڈاکٹر کی تلاش میں تو اس کا ایم۔بی۔ایس ہونا بھی معلوم کریں اور یہ بھی کہ اس کے مطب میں کس طرح کے مریض زیادہ شفایاب ہوتے ہیں۔ مگر عالم کی تلاش میں صرف عمامے، کرتے اور ڈاڑھی کو زیادہ سے زیادہ جلسے میں کچھ بول لینے کو معیار بنالیں۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ اپنی ذمہ داری سے بری نہیں۔ اس نے جواب میں کوئی غلطی کی تو آپ بھی اس کے مجرم قرار پائیں گے۔" (وحدتِ اُمت ص۴۹)

اس لئے علماء میں بھی اس کی تعلیم کے ساتھ اس کی زندگی بھی دیکھیں کہ کس کی زندگی سُنّت کے مطابق زیادہ ہے کس کی کم، کس میں دُنیا کی طمع ہے اور کون آخرت کی طرف زیادہ راغب ہے۔ اس سے تعلق رکھنے والوں کو بھی دیکھیں کہ ان میں بھی دینداری، خوفِ خدا، اتباعِ سُنّت، آخرت کی رغبت ہے یا نہیں۔ ان سب چیزوں میں غور و فکر کرنے کے بعد جس پر اعتماد زیادہ ہو اس کا اتباع کریں۔ مگر احترام دوسرے علماء کا بھی لازم اور ضروری ہے۔ نہ یہ کہ دوسرے علماء کی شان میں گستاخیاں کرنے لگیں کہ یہ انتہائی خطرناک ہے۔ جیسا کہ آج کل عام طور پر ہو رہا ہے کہ اپنے مخالف عالم کو فاسق فاجر تک کہنے سے نہیں چوکتے بلکہ اب تو اس کے ایمان تک پر حملے کئے جاتے ہیں۔

فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی

قطبُ الاقطاب حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں:۔

"عوام نے مسائل میں رائے زنی کو خواہ مخواہ اپنا مشغلہ بنا لیا۔ ان کو اہلِ علم کے اختلاف میں حکم بننے کی کیا ضرورت ہے کہ ان کے علمی ابحاث، ان کے علمی دلائل سمجھنے کی اہلیت نہیں۔ لیکن ان میں محاکمہ اور فیصلے یہ حضرات فرمانے لگے، حالانکہ ان کا کام یہ تھا کہ عُلمائے حق میں سے جس کے ساتھ حُسنِ عقیدت ہو تجربہ سے اس کا دیندار تجربہ کار ہونا اور اللہ والا ہونا ثابت ہو چکا ہو اس کا اتباع کرتے۔ لیکن یہ تو جب ہوتا جب عمل مقصود ہوتا۔ یہاں مقصود ہی نزاع ہے۔ اس جلسہ اور اس تقریر میں ان کو لطف بھی نہیں آتا جس میں دوسروں پر سب وشتم نہ ہو، دوسروں پر تنقید نہ ہو، دوسروں کی پگڑیاں نہ اُچھالی جاتی ہوں۔ جس جلسہ میں سیدھی سیدھی دین کی باتیں بیان کی جائیں وہ جلسہ نہایت پھیکا اور بے مزہ ہے۔ وہ وعظ ہی نہیں تقریر جانتا ہی نہیں۔ ماہرِ تقریر وہی ہے جو مخالفین کو کھری کھری سُنائے۔" (الاعتدال صلا۲)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"حالانکہ اتباع کا منصب یہ تھا کہ علمائے حق میں سے جس سے عقیدت ہو اس کا عالم باعمل ہونا محقق ہو جائے اس کے ارشادات پر عمل ہو۔ لیکن ہم لوگوں میں باوجود ادّعائے محبّت وعقیدت عمل تو ندارد ہے۔ ساری محبت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے بڑے کی حمایت میں دوسروں کے بڑوں کو گالیاں دیں۔ کلام اللہ شریف میں جس کی تعلیم مسلمان کا ایمان ہے وہ تو اس بارے میں اتنا سخت کہ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ

عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (س انعام ع ۱۳) ارشاد ہے کہ تم گالیاں نہ دو ان (معبودوں) کو جن کو یہ مشرک اللہ (کی توحید) کو چھوڑ کر پکارتے ہیں۔ (اور عبادت کرتے ہیں) کیونکہ تمہارے ایسا کرنے سے) پھر وہ لوگ بوجہ جہل کے حد سے گذر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔

قرآن پاک تو دوسروں کے بتوں کو گالیاں دینے کی بھی ممانعت کرتا ہے لیکن اس کے اتباع کے دعویداروں کا یہ عمل کہ ان کا کوئی جلسہ کوئی جلوس بھی دوسروں کی بربادی کے نعروں سے ان کے اکابر پر سب وشتم سے خالی نہیں ہوتا۔ آج کل ہر جماعت کا معظم عمل بجائے اپنی تعمیر اپنی تقویت اور عمل کی تدابیر کے دوسروں کی تخریب، ان کو گالیاں دینا، مُردہ باد کے نعرے لگانا بن گیا ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ اس کی شکایت بھی ہر فریق کو ہے کہ مسلمان تباہ ہوگئے، برباد ہوگئے، خود ہی ہر فریق دوسرے مسلمانوں کی بربادی کی دُعائیں کرتا ہے اور خود ہی اس کا رونا روتا ہے کہ مسلمان برباد ہوگئے۔ فاللہ المستعان (الاعتدال ص۲۱۳)

بزرگوں کی شان میں گستاخی کا وبال

چہ جائیکہ اولیاء اللہ کو گالیاں دینا، بُرا بھلا کہنا کہ اس میں اپنا ہی کچھ بگاڑنا ہے، کسی کا کیا نقصان ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مَنْ عَادىٰ لِي وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ (مشکوٰۃ، بخاری وغیرہ) جو شخص میرے کسی ولی سے دُشمنی رکھے میری طرف سے اس کو اعلانِ جنگ ہے۔ تم خود سمجھ لو کہ اللہ جل جلالہ سے لڑائی کرکے دنیا میں کون شخص فلاح پا سکتا ہے اور آخرت کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔

اور یہ مضمون کئی حدیثوں میں مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے جس سے معلوم

ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں مختلف الفاظ سے اس پر متنبہ فرمایا ہے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ جس شخص نے میرے کسی ولی کو ستایا وہ میرے ساتھ لڑائی پر اتر آیا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو میرے کسی ولی کی اہانت کرتا ہے وہ میرے ساتھ مقابلہ کے لئے سامنے اتر آیا (فتح الباری) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کے کسی ولی کے ساتھ دشمنی کرتا ہے وہ اللہ کے ساتھ لڑائی کے لئے مقابلہ کرتا ہے۔ (حاکم، مستدرک) ایک روایت میں ہے جو شخص میرے کسی ولی کی اہانت کرتا ہے وہ مجھ سے لڑنے کے لئے مقابلہ میں آتا ہے۔ میں اپنے اولیاء کی حمایت میں ایسا ناراض ہوتا ہوں جیسے غضبناک شیر (دُرِّ منثور)

کتنا سخت اندیشہ ناک معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے جس کی لڑائی ہو اس کا بھلا ٹھکانا کہاں۔ اور پھر اگر اس کے معاوضہ میں ہاتھ پاؤں ٹوٹ جائیں، ناک کان، آنکھ جاتے رہیں تب بھی سہل ہے کہ دُنیا کی تکلیف بہرحال ختم ہونے والی ہے اور اس نوع کے نقصان سے توبہ کی اُمید ہے لیکن خدا نخواستہ کوئی دینی نقصان پہونچ جائے کسی بد دینی میں مبتلا ہو جائے تو کیا ہو۔ ائمہ نے کہا ہے کہ گناہوں میں کوئی گناہ بھی ایسا نہیں ہے جس کے کرنے والے کو اللہ جل شانہ نے اپنے ساتھ لڑائی سے تعبیر فرمایا ہو۔ بجز اس گناہ کے اور سود کھانے کے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ان دونوں کو اپنے ساتھ جنگ سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کا گناہ بہت ہی زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ اور ان لوگوں کے سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

صاحبِ مظاہر حق نے بھی یہی لکھا ہے کہ اللہ سے بندہ کی لڑائی دلالت کرتی ہے خاتمہ بد ہونے پر۔ ایک مسلمان کے لئے خاتمہ بالخیر ہونا انتہائی

مرغوب اور لازوال نعمت ہے۔ اور جس چیز سے خاتمہ کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تم ہی سوچو کہ کتنی خطرناک چیز ہوگی۔

شیخ احمدؒ کا ارشاد

شیخ احمدؒ نے جامع الاصول میں لکھا ہے اُن حضراتِ صوفیاء پر انکار کرنا جو سُنّت کے متبع ہوں اور بدعت کے توڑنے والے ہوں۔ بالخصوص وہ حضرات جو علمِ نافع اور عملِ صالح رکھتے ہوں اور معارف و اسرار کے حامل ہوں زہرِ قاتل ہے اور بڑی ہلاکت ہے۔ بڑی سخت وعید اس بارے میں وارد ہوئی ہے اور یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ دل میں اللہ جلّ جلالہٗ سے اعراض ہے اور وہ امراض سے بھرا ہوا ہے۔ ایسے شخص کے خاتمہ کے خراب ہونے کا (معاذ اللہ) اندیشہ ہے (الاعتدال ص۱۴۳)

ایک نصیحت

اس کے بعد حضرت شیخ المشائخ نوّر اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں:۔

"بہرحال میں اپنے سے تعلق رکھنے والوں کو خاص طور سے متوجہ کرتا ہوں اور کرتا رہتا ہوں کہ وہ اللہ والوں سے ذرا بھی دل میں کدورت نہ رکھیں ورنہ مجھ سے تعلق نہ رکھیں۔ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ بھی ہمیشہ اس کی خصوصیت سے تاکید فرمایا کرتے تھے۔" (حوالہ بالا)

امام ابوترابِ نخشبیؒ کا ارشاد

علامہ شعرانی طبقاتِ کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ امام ابوتراب نخشبیؒ جو مشائخ صوفیہ میں ہیں یہ فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص کا دل اللہ جلّ شانہٗ سے اعراض کے ساتھ مانوس ہو جاتا ہے تو اہل اللہ پر اعتراض کرنا اس کا رفیق اور ساتھی بن جاتا ہے۔ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے نامانوس ہو جاتا ہے تو

وہ اہل اللہ پر اعتراض کرنے کا خوگر ہو جاتا ہے ؎

جوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں بَرد (الاعتدال ص۱۸)

شیخ علی خواصؒ کا ارشاد

حضرت شیخ علی خواصؒ جو مشہور اولیاء میں ہیں، فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو اس چیز سے نہایت محفوظ رکھنا کہ کسی ایسے شخص کی بات پر کان دھرو جو علماء یا مشائخ صوفیہ پر (بلا کسی شرعی وجہ کے) اعتراض کرتا ہو کہ اس کی وجہ سے تم اللہ جل شانہٗ نگاہِ حفاظت سے گر جاؤ گے۔ اور اللہ کی ناراضی اور غصہ کے سزاوار ہو گے (طبقاتِ کبریٰ)

اولیاء اللہ کی محبت

شیخ ابوالفوارس شاہ بن شجاع کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی محبت سے زیادہ افضل کوئی عبادت نہیں ہے کہ ان کی محبت اللہ جل شانہٗ کی محبت کی علامت ہے۔ (نزہۃ البساتین)

اس لئے تمہیں خاص طور سے نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ والوں سے جتنی محبت اور تعلق پیدا کر سکو اس میں ذرا کمی نہ کرنا۔ امید ہے کہ میری یہ نصیحت قبول کرو گے ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را!

اہل اللہ سے جتنا تعلق اور محبت پیدا ہو سکے وہ اکسیر ہے دونوں جہاں میں کام آنیوالی چیز ہے ؎

دست در دامنِ مرداں زن واندیشہ مکن
ہر کہ با نوح نشیند چہ غم از طوفانش (الاعتدال ص۱۹)

عُلمائے حق کی اہانت

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں :-
البتہ یہ ضروری ہے کہ جو لوگ علمائے حق کے درپئے آزار ہیں ان کی اہانت و تذلیل کو فخر سمجھتے ہیں اور کرتے ہیں وہ غالباً بلکہ یقیناً علماء کی بہ نسبت اپنا نقصان زیادہ کر رہے ہیں۔ علماء کا تو زیادہ سے زیادہ یہ نقصان کریں گے کہ کچھ دُنیاوی متاع میں شاید نقصان پہونچا سکیں بشرطیکہ وہ مقدر میں کچھ کمی کر سکنے پر قادر ہوں یا دنیوی عزّت وجاہ کو جو نہایت ہی بے وقعت اور ناپائیدار چیز ہے نقصان پہونچا سکیں گے مگر یہ لوگ اپنے کو برباد کر رہے ہیں اور اپنا دینی نقصان کر رہے ہیں۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ شخص میری اُمّت میں سے نہیں ہے جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کی قدر نہ کرے۔ (ترغیب)

اِس ارشادِ نبوی کے بعد علماء کو علی العموم گالیاں دینے والے بُرا بھلا کہنے والے اپنے کو اُمّتِ محمدیہ میں شمار کرتے ہیں۔ لیکن صاحبِ اُمّت ان کو اپنی اُمّت میں شمار کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جن کو منافق کے سوا کوئی شخص ہلکا (اور ذلیل) نہیں سمجھ سکتا۔ ایک وہ شخص جو اسلام کی حالت میں بوڑھا ہوگیا ہو، دوسرے اہلِ علم تیسرے منصف بادشاہ (ترغیب) نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے أُغْدُ عَالِماً اَوْ مُتَعَلِّماً اَوْ مُسْتَمِعاً اَوْ مُحِبّاً وَلَا تَكُنِ الْخَامِسَ فَتَهْلِكَ (مقاصدِ حسنہ جامع) کہ تو یا عالم بن یا طالبِ علم یا علم کا سُننے والا یا (علم اور علماء) سے محبت رکھنے والا بن، پانچویں قسم میں داخل نہ ہونا ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ حافظ

ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ پانچویں قسم سے مراد علماء کی دشمنی ہے اور ان سے بغض رکھنا ۔

حُفّاظ اور عُلماء کا مقام

ایک حدیث میں وارد ہے :-

حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ عُرَفَاءُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ۔
(رَوَاہُ الطبرانی)

قرآن شریف کے حاملین یعنی (حُفّاظ اور علماء) قیامت کے دن جنت والوں کے چودھری ہوں گے ۔

ایضاً

دوسری حدیث شریف میں وارد ہے :-

حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ فَمَنْ عَادَاھُمْ عَادَی اللّٰہَ وَمَنْ وَالَاھُمْ فَقَدْ وَالَی اللّٰہَ ۔
(رَوَاہُ الدیلمی)

حاملینِ قرآن اللہ کے ولی ہیں جو شخص ان سے دشمنی کرتا ہے وہ اللہ سے دشمنی کرتا ہے اور جو ان سے دوستی کرتا ہے وہ اللہ سے دوستی کرتا ہے ۔

امام اعظمؒ کا ارشاد

خطیب بغدادی نے امام اعظم ابو حنیفہ رح اور امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ اگر فقہاء (علماء) اللہ کے ولی نہیں ہیں تو پھر اللہ کا کوئی ولی ہے ہی نہیں ۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، کا ارشاد

حبر الامّۃ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی فقیہ (عالم) کو اذیت پہونچائے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہونچائی اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہونچائے اس نے اللہ جل جلالہ، کو اذیت پہونچائی ۔

عُلماء کی غیبت

حافظ ابوالقاسم بن عساکرؒ فرماتے ہیں:۔
"علماء کے گوشت (یعنی غیبت نہایت زہریلے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی پردہ دری میں اللہ کی عادت سب کو معلوم ہے (کہ جو لوگ علماء کی اہانت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی پردہ دری فرماتے ہیں) جو شخص ان کو عیب لگانے میں لب کشائی کرتا ہے اس کے مرنے سے پہلے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے دل کو مُردہ بنا دیتے ہیں۔ (الاعتدال ص۱۵)

عُلماء سے بُغض

فقہ اور فتاوی کی کتابوں میں کثرت سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ علم سے اور عُلماء سے بُغض و نفرت سخت اندیشہ ناک ہے۔ فتاوی عالمگیریہ میں نصاب سے نقل کیا ہے:۔

مَنْ اَبْغَضَ عَالِمًا مِنْ غَیْرِ سَبَبٍ ظَاهِرٍ خِيفَ عَلَيْهِ الْكُفْرُ
جو شخص کسی عالم سے بلا کسی ظاہری سبب کے بُغض رکھے اس کے کُفر کا اندیشہ ہے

ظاہری سبب سے یہ مراد ہے کہ اگر کوئی شرعی وجہ اور دلیل اس بات کی ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن بلا کسی شرعی وجہ کے ایسا کرنا سخت اندیشہ ناک ہے ایسی صورت میں کہ جب اندیشہ ناک صورت پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔ کیا ضروری نہیں کہ ہر شخص اس چیز میں خصوصی احتیاط برتے۔ کسی عالم کے قول کو رَد کرنے کا حق ضرور حاصل ہے اس کی تردید ضرور کی جا سکتی ہے مگر جب ہی جب اس کے قول کے بالمقابل تردید کا شرعی سامان موجود ہو اس کے قول کے خلاف نصوص شرعیہ موجود ہوں اور رَد کرنے والا نصوص سے استدلال کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ یہ میرا مقصود ہرگز نہیں ہے کہ عالم جو بھی کہدے وہ صحیح ہے۔ اور اس کے قول پر رَد اور انکار نہ کیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس کے قول پر رَد نہ کیا جا سکے

یا اس کے اقوال وافعال میں غلطی کا احتمال نہ ہو بے شک ہے اور ضرور ہے لیکن رَد کرنے کے واسطے اور غلطی پکڑنے کے واسطے بھی شریعت مطہرہ میں حدود قائم ہیں اس کے درجات ہیں اس کے قواعد اور آداب ہیں تاوقتیکہ ان سے واقفیت نہ ہو رَد کرنے کا حق بھی کسی کو نہیں ہے۔ (الاعتدال ص۱۵۲)

پس کسی بھی عالم اور بزرگ کی شان میں گستاخی کرنے سے اپنے آپ کو بہت زیادہ بچائیں کہ اس کا وبال آخرت میں تو ہوگا ہی بعض دفعہ دُنیا میں بھی اس کا سخت وبال ہوتا ہے۔

ادنیٰ مومن کی دل آزاری

بلکہ ہر ادنیٰ مومن کی دل آزاری اور ایذاء دہی سے اپنے آپ کو بچائیں۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب (بانیٔ تبلیغ) نوّر اللہ مرقدہٗ کا مقولہ ہے "کسی ادنیٰ مومن کی دل آزاری بھی بڑے سے بڑے عمل کو بے رونق بنا دیتی ہے۔"

سیّدی حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم سے یہ مقولہ بارہا سُنا ہے۔

اور جب ادنیٰ مومن کی دل آزاری کا یہ حال ہے تو علماءِ کرام اور اکابر اولیاء اللہ کی شان میں گستاخی اور ان کی دل آزاری کا کیا حال ہوگا۔ باطنی اور روحانی ترقیات سے محروم کردیا، تو اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے جس کا انسان کو احساس بھی نہیں ہوتا۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کی شان میں گستاخی کا وبال

سیّدی حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم سے بارہا سُنا کہ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ سفر میں تشریف لے جارہے تھے۔ ٹرین میں کچھ لیگیوں نے گستاخیاں کیں ڈاڑھی میں شراب ڈالی حضرت مدنی رحمہ اللہ نے کچھ نہیں فرمایا اور ساتھیوں سے بھی فرمادیا خبردار! کوئی کچھ نہ کہے کرلینے دو ان کو جو انکے جی میں ہے۔ ایک شخص نے حضرت قدس سرہٗ کی ٹوپی اُتار کر پیروں میں روندا اور حضرت قدس سرہٗ

کے سامنے ننگا ہو کرناچا۔ حضرت قدس سرہٗ نے کچھ نہیں فرمایا۔ مگر زیادہ وقت نہیں گذرا کہ مخالفوں نے اس کے گھر چھاپا مارا اور اس کے سامنے اس کی گھر کی عورتوں کو ننگا کرکے نچایا وہ شخص کہتا تھا کہ میں سمجھ گیا کہ یہ اسی کی سزا ہے۔ (اَللّٰھُمَّ احفظنا منہ)

ایک عورت کو جانکنی کی تکلیف

سہارنپور میں ایک عورت حضرت اقدس مدنی اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہما کو بُرا کہا کرتی تھی۔ انتقال کا وقت آیا بے چینی اور پریشانی میں تین روز گذر گئے۔ رُوح نہیں نکلتی۔ کچھ حصہ کی رُوح نکل گئی باقی حصہ کی نہیں نکلتی۔ کسی کو خیال ہوا اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ سے آکر اس کی طرف سے صورت حال بتا کر معافی طلب کی حضرت شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا "میری طرف سے بھی معاف حضرت مدنی رح کی طرف سے بھی معاف" ابھی یہ شخص واپس نہیں پہونچا کہ اس کی مشکل آسان ہوگئی۔ (روح نکل گئی)

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَضَبِکَ وَغَضَبِ حَبِیْبِکَ (صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم) وَغَضَبِ اَوْلِیَائِکَ بِحُرْمَۃِ حَبِیْبِکَ (صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم) وَ بِحُرْمَۃِ اَوْلِیَائِکَ وَنَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ حَبِیْبِکَ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) وَحُبَّ اَوْلِیَائِکَ بِحُرْمَۃِ حَبِیْبِکَ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) وَبِحُرْمَۃِ اَوْلِیَائِکَ۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ بِحُرْمَۃِ حَبِیْبِکَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

العبد محمد فاروق عفا اللہ عنہٗ مدرس دارالعلوم جامع مسجد میرٹھ۔
مقیم حال چھتہ مسجد دارالعلوم دیوبند
۱۲؍ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ